ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

اقبالؔ

نوائے کشمیر

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی ان تقریروں، بیانوں اور خطوط و آرا کا مجموعہ جن کا اظہار انھوں نے ۵۳ ماہ کی نظربندی کے بعد ۸ رجنوری ۵۸ء کو رہائی اور ۳۰ راپریل ۵۸ء کو دوبارہ نظربندی کے درمیانی ۱۵ ہفتوں کے دوران کشمیر کے ۴۰ لاکھ باشندوں کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا۔

مرتّب

غلام سرور فگار

ناشر
نافی اینڈ کمپنی، ۱۲ عبدالعلی روڈ کلکتہ ۱۶

قیمت:- چار روپے

ایرانِ صغیر

آج وہ کشمیر ہے، محکوم و مجبور و فقیر

کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک

مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر

کہہ رہا ہے داستاں بیدردیٔ ایام کی

کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر

آہ! یہ قومِ نجیب و چرب دست و تردماغ

ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیرگیر؟

علامہ اقبالؒ

فہرست مضامین

مضمون | صفحہ

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب

دسواں باب

تصاویر :-

پیش لفظ

از مرود لا اسار الجائی

۵۳ ماہ کی نظربندی کے بعد ۸ جنوری ۵۸ء کو شیخ محمد عبداللہ غیر مشروط طور پر رہا کر دئے گئے اور پھر ۲۹ اور ۳۰ اپریل ۵۸ء کی درمیانی شب کو انہیں دوبارہ گرفتار کر کے نظربند کر دیا گیا۔

اپنی آزادی کی اس مختصر مدت کے دوران جسے شیخ صاحب نے "ایک بڑے قید خانہ میں داخل ہونے" کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔ پریس کے ایک حصہ میں ان کی تقریروں کی رپورٹیں موضوع بحث بن گئیں مگر جنہوں نے اس بحث میں حصہ لیا شاید وہ ان حقائق کو فراموش کر گئے کہ جن جلسوں میں شیخ صاحب نے تقریریں کیں وہاں کے سامعین کا ذہنی پس منظر کیا تھا، ان کے وہ کون سے مسائل اور تقاضے تھے اور وہ کیسے شکوک و شبہات اور متضاد خیالات تھے جن کے حل کرنے کی شیخ صاحب عموماً کوشش کیا کرتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کشمیری ایک انتہائی نازک جذباتی دور سے گزر رہے تھے۔

وزارت عظمیٰ سے شیخ محمد عبداللہ کی اچانک علیحدگی نے اکثر لوگوں کو اس سوچ بچار میں ڈال دیا کہ آخر ان کی اس علیحدگی کے اسباب کیا ہیں؟ بعد میں طویل نظربندی کے باعث ایک بیشتر حصہ کو اس کا بھی موقعہ مل گیا کہ جو کچھ وہ چاہے اُن کے خلاف کہے اور ان کے بارے میں رائے قائم کرے۔ شیخ صاحب پر جو بڑا الزام لگایا گیا ——— اور وہ بھی گرفتاری کے بعد ——— وہ یہ تھا کہ "چند بیرونی طاقتوں سے گٹھ جوڑ کر کے انہوں نے ریاست جموں و کشمیر کو ہندوستان اور پاکستان دونوں سے الگ خود مختار رکھنا چاہا جس کی وجہ سے پورا برصغیر خطرے میں پڑ جاتا" شیخ صاحب کی پہلی نظربندی کے چند ماہ بعد جب کشمیری عوام

کے لبوں کو بزورِ بند کر کے خاموش کر دیا گیا تھا کشمیر اسمبلی کا ایک سیشن[1] بلایا گیا تاکہ بخشی غلام محمدؐ کے حق میں اعتماد کا ووٹ حاصل کیا جائے جسے صدرِ ریاست نے شیخ محمد عبداللہ کی بلا وجہ برطرفی اور نظربندی کے فوراً بعد ۹ر اپریل ۱۹۵۳ء کو چار بج کر بیس منٹ پر رات کی تاریکی میں اپنا "وزیرِ اعظم" نامزد کیا تھا۔ اگرچہ اُدھم پور اسپیشل جیل سے شیخ عبداللہ نے ایک خط[2] اس مضمون کا اسپیکر اسمبلی کو لکھا کہ اُنہیں اسمبلی میں جا کر اپنے موقف کی وضاحت کا موقعہ دیا جائے مگر حق و صداقت کی آواز سننے کی ہمت ہر کس و ناکس میں کہاں! اس لئے شیخ صاحب کی اس خواہش کو پورا کرنے سے گریز کیا گیا اس کے بعد اگلے سیشن میں بخشی غلام محمد نے یہ دعویٰ کیا کہ "میرے پاس شیخ عبداللہ کی خط و کتابت کی دستاویزات موجود ہیں جو انہوں نے وزیرِ اعظم ہند سے کی تھی اس کی بنا پر وہ الزام ثابت ہو جاتا ہے"۔ شیخ صاحب نے ایک بار پھر جیل خانہ کے اندر ہی سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ خط و کتابت شائع کر دی جائے۔ چونکہ وزیرِ اعظم ہند نے بھی پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ "شیخ عبداللہ نے کچھ غلطیاں کی ہیں" اس لئے شیخ صاحب نے ان سے بھی بذریعہ تار دریافت کیا کہ "مجھے بتایا جائے کہ میری وہ کون سی غلطیاں ہیں۔"

بیرونی ملکوں کے ساتھ سازش کرنے کا جو الزام شیخ صاحب پر لگایا گیا تھا اس کا انہیں کتنا شدید احساس تھا اس کا اندازہ اس گفتگو[3] سے ہو سکتا ہے جو ۲۰ر جون ۱۹۵۶ء کو کُد سب جیل میں ان کے اور ڈاکٹر شمبھوناتھ کے درمیان ہوئی تھی (ڈاکٹر شمبھوناتھ اس وقت ممبر پارلیمنٹ تھے مگر اب مرکزی وزیرِ محکمہ ڈاک و تار ہیں) وہ شیخ صاحب سے ملاقات کے لئے کُد جیل گئے تھے۔ منجملہ دیگر امور کے جو زیرِ گفتگو آئے شیخ صاحب نے ڈاکٹر شمبھوناتھ کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ "ایک غیر جانب دار جج مقرر کیا جائے جو اس الزام کی تحقیقات کرے اور اگر اس کے نزدیک میں قصوروار ثابت ہوا تو بلا چون و چرا سزا بھگتنے کو تیار ہوں گا اس کے برعکس اگر میں بے قصور نکلا تو جو لوگ مجھ پر الزام لگانے کے ذمہ دار ہیں ان کو فی الواقعی سزا دی جائے۔ میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔"

---

[1] یہ امر خالی از دلچسپی نہیں ہوگا کہ اسمبلی کے سیکریٹریٹ نے آج تک ۵ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کے سیشن کی روئداد شائع نہیں کی۔

[2] "شیخ اور صادق خط و کتابت" کتابچہ ناشر مردولا سارا بھائی۔

اس کتاب کے اوراق گاندھی جی کے دور کی ایک ایسی ہستی کی شخصیت، اس کے دل و دماغ اور زاویۂ نظر کو اُجاگر کرتے ہیں جو تحریک آزادئ ہند کا ایک بہادر رفیق اور دو قومی نظریہ کے خلاف ایک اولوالعزم اور ثابت قدم سپاہی رہا تو پھر اس کی کیا وجہ کہ اس کے بارے میں بھی غلط فہمیوں کا طومار باندھا گیا اور الزام تراشیوں کی بوچھاڑ کی گئی۔ یہ بڑی افسوسناک اور رنج دہ کہانی ہے جس کی ایک جھلک ان تقریروں میں پائی جاتی ہے جو اس کتاب میں شائع کی گئی ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان غلط فہمیوں اور الزام تراشیوں کی تائید و حمایت میں کئی ایک وجوہ و دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ میری رائے میں اس گمراہی اور غلط بینی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ شیخ صاحب کو جو مسائل در پیش ہیں اور ہندوستان اور ان کی تقدیر ان سے جو کام لینا چاہتے ہیں اسے صحیح طور پر سمجھنے میں کوتاہی کی جاتی ہے۔

شیخ محمد عبداللہ کو متہم اور بدنام کرنے کی مہم مسلسل جاری رہی مگر مہم چلانے والوں نے اُسے کبھی محسوس نہ کیا کہ "ہندوستان کے ساتھ مکمل انضمام" یا "ہندوستان کی سلامتی کو خطرہ" کے نام پر جو مہم چلائی جا رہی ہے اس سے عوام کو نہ صرف لاعلمی میں رکھ کر بلکہ ان کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جذباتی انضمام کی حقیقی بنیادوں اور ہندوستان کے ساتھ اتحاد و یکجہتی اور جمہوریت کے مفاد کو نقصان پہونچایا جا رہا ہے۔ چنانچہ دیدہ و دانستہ تعصب اور غلط فہمیاں پھیلانے اور عوام کے ذہنوں کو تذبذب اور غیر یقینی حالت میں مبتلا رکھنے سے حالات اور بھی ابتر ہو گئے ہیں۔ عوام کے دل کو اس لئے بھی ایک زبردست دھکا لگا ہے کہ ایک تو ایسی ہستی کے خلاف گند اُچھالا گیا جو ہمیشہ اس سے بالاتر رہی دوسرے اُسے اپنی صفائی اور مدافعت کا بھی موقعہ نہ دیا گیا مگر اس کے باوجود مہم جاری رہی۔

ریاستی عوام کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہو چکا تھا کہ آزادی، ترقی اور امن کے لئے ان کے دیرینہ کچلے ہوئے ارمانوں کے اظہار کا آزاد ہندوستان میں زیادہ موقعہ ملے گا مگر شکایات کا گہرا احساس اور رِستا ہوا ناسور جو تاریخ نے انہیں ورثہ میں دیا تھا — شیخ محمد عبداللہ کی سعی مشکور سے وہ تدریجاً مندمل ہونے لگا تھا کہ اچانک ۹ اگست ۱۹۵۳ء کے حیران کن سانحہ نے ان کی پیٹھ میں چھُرا گھونپ دیا اور ایک گہرا زخم بن گیا جس کا آخر کار یہ نتیجہ نکلا کہ ہندوستان اور ریاست کے عوام کے درمیان ایک جذباتی خلیج فاصل حائل ہو گئی

اور وہ ایک دوسرے کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔

شیخ محمد عبداللہ کو اس کا کتنا گہرا احساس تھا اس کا اندازہ اُن خیالات سے ہو سکتا ہے جن کا اظہار انہوں نے ۸ جنوری ۵۸ء کو جیل کے باہر قدم نکالتے ہی ایک خطاب میں کیا اور پھر پریس نے جو پہلا انٹرویو اُن سے لیا اس میں انہوں نے اس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ پولیس کے چیف کو اُنہوں نے لکھا تھا کہ "فتنہ پرور عنصر فتنہ انگیزی پر آمادہ ہے مگر آپ کو عوام کی طرف سے مطمئن رہنا چاہئے وہ کسی حالت میں بھی امن شکنی نہیں کریں گے اس لئے کہ ہم امن پسند واقع ہوئے ہیں۔ بہر کیف میری یہ دلی تمنا ہے کہ امن و امان بحال رکھا جائے۔"

جب کہ شیخ صاحب سے اس کی بجا توقع رکھی گئی کہ وہ ریاست جموں و کشمیر کے عوام کی عنانِ قیادت سنبھالیں تا کہ رکاوٹ پیدا کرنے والی سرد جنگ کے خلاف جد و جہد جاری رکھی جائے مگر اس حقیقت کو لاپروائی سے فراموش کر دیا گیا کہ دوسروں کو بھی اپنا پارٹ ادا کرنا ہے اور ان کے ذمہ بھی کچھ فرائض ہیں۔ یہ فرو گزاشت اس قومی پالیسی سے عظیم انحراف کا موجب ہوئی جس پر ۵۳ء تک عمل ہو رہا تھا چنانچہ ۲۰ اگست ۵۳ء کو جو تقریر شیخ صاحب عید الفطر کے موقعہ پر نشر کرنے والے تھے اور جسے قبل از وقت ہی ضبط کر لیا گیا تھا اس سے ان کا مقصد انہی حقائق کا اظہار تھا اس میں اُنہوں نے کہا[1]

"میرے خیال میں یہ ضروری نہیں کہ میں ایک صاف اور کھلی ہوئی بات کو پھر کہوں اگرچہ میں نے متعدد بار اسے دُہرایا ہے کہ یہ صرف مسلمان ہیں جنہیں ہندوستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کرنا ہے نہ کہ غیر مسلم اس لئے کہ غیر مسلموں کے لئے پاکستان میں کوئی جگہ نہیں اور ان کا ملجا و ماویٰ ہندوستان ہی ہے ——— میری کوشش اور پریشانی یہ نہیں تھی کہ ہندوؤں اور سکھوں کو اس کا یقین دلاؤں کہ ان کا مستقبل ہندوستان ہی کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ کوشش غیر ضروری بھی تھی بلکہ مسلمانوں کو اس کا یقین دلانا تھا جن کی کشمیر میں اکثریت ہے۔ اس امر میں میں نے دیکھا کہ مجھے بہت غلط سمجھا گیا اور اُنہوں نے بھی مجھے غلط سمجھا جن کی مخلصانہ خواہش یہ ہے کہ کشمیر ہندوستان کا انگ رہے۔ مجھے ایسے واقعات اچھی طرح یاد ہیں جب میں نے

---

[1] "شیخ اور صادق خط و کتابت" کتابچہ ناشر مردولا سارا بھائی۔

مسلمانوں کو ان کے جائز مطالبات کے لئے مطمئن کرنے کی کوشش کی یا ان کے دلوں میں مستقبل کے بارے میں اعتماد اور بھروسہ پیدا کرنا چاہا مگر میرے بعض دوستوں نے مجھ پر فرقہ پرست اور بے اصول ہونے کا الزام لگایا اور اس بنا پر میری مذمت کی۔ میرے لئے یہ معلوم کرنا دشوار ہے آخر وہ مجھ سے کیا توقع رکھتے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ مجھے اکثریتی فرقہ کی تائید و حمایت حاصل کرنی چاہیئے یا نہیں اور اگر یہ ضروری ہے تو میرے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ ان کو اس حد تک اطمینان دلاؤں جس حد تک کہ ایک غیر مسلم کو اس کا اطمینان ہے کہ اس کی آئندہ آرزوئیں اور تمنائیں محفوظ ہیں۔ علاوہ اُن تباہ کن اثرات کے جو جموں کی حامیٔ انضمام ایجی ٹیشن نے موجودہ بڑھتے ہوئے خوف و ہراس اور بے اطمینانی حالت کے دوران پیدا کئے بدقسمتی سے کشمیری مسلمانوں کے متوسط طبقہ کو یہ دیکھ کر اور بھی پریشانی ہوئی کہ ہندوستان کے ساتھ ریاست کشمیر کے موجودہ تعلقات نے اُن کے ہندو سکھ بھائیوں کے لئے تو نئی نئی راہیں کھول دی ہیں مگر ان کی پوزیشن کوئیں کے مینڈک کی سی ہو کر رہ گئی ہے۔ ہماری پالیسی کے نکتہ چینوں نے اس بات کو خوب اُچھالا کہ دفاع، رسل و رسائل اور تار وغیرہ کے وہ محکمے جن کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ہوا ہے ان میں مسلمانوں کی نمائندگی بجائے اضافہ کے کم ہو گئی ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کا سنجیدہ اہل الرائے طبقہ ہندوستان میں واضح اور ٹھوس حالت کا متوقع ہے اس لئے کشمیر کے باشندوں کے ذہن خوف و ہراس سے گزر کر محرومی اور محرومی سے تقریباً مکمل نا اُمیدی اور مایوسی کی حد تک پہونچ گئے ہیں۔ میں نے اپنی حالیہ تقریروں میں اس کی وضاحت کی کوشش کی۔

"موجودہ حالات کے بارے میں یہ تلخ حقیقتیں ہیں جن کا احساس ہندوستان اور کشمیر کے دوستوں کو ہونا چاہیئے اور اس سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا اگر انہیں نظر انداز کر دیا جائے یا یہ سمجھ لیا جائے کہ سب کچھ درست ہے اور صورت حال کی اصلاح کے لئے کوئی کوشش درکار نہیں۔

"جہاں تک نیشنل کانفرنس کے لیڈروں کا تعلق ہے ہم اپنے اصول پر قائم رہنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اور کشمیری عوام کے ساتھ ہمارا یہ اٹل وعدہ ہے کہ

انہیں ہر قسم کے استحصال اور لوٹ کھسوٹ سے نجات دلائیں گے۔ اسی طرح ہم اس پر بھی قائم ہیں کہ سب کو مگر خاص طور پر پامال اور پس ماندہ طبقوں کو ان کے حقوق ملیں۔

" اگرچہ نیشنل کانفرنس آج بھی اس تائید و حمایت کی پابند ہے جو اس نے "دستاویزِ الحاق" اور "معاہدۂ دہلی" کے حق میں کی تھی مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ امید و بیم کی موجودہ صورتِ حال کو سب سے پہلے حل کرنا ہوگا۔"

یہی وہ پس منظر ہے جس کی روشنی میں شیخ صاحب کی اچانک گرفتاری اور نظر بندی کے جواز اور عدم جواز کو پرکھا اور جانچا جانا چاہیئے۔ پس جب ۵۸ء میں شیخ صاحب کو اس کا موقعہ ملا تو یہ قدرتی تھا کہ وہ اپنی گرفتاری کے وجوہات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار اسی پس منظر میں کرتے۔

یہ کتاب شیخ صاحب کی ان تقریروں (جن میں سے زیادہ تر کشمیری زبان میں کی گئی تھیں) بیانوں اور کچھ گفتگوؤں کا مصدقہ مجموعہ ہے جو انہوں نے اپنی آزادی کی مختصر مدت کے دَوران کیں۔ یہ کتاب اس سے بھی پہلے چھپ جاتی مگر بد قسمتی سے اس کی تاخیر کا باعث بہت سے ناگزیر سوانعات تھے تاہم مرتّب ان پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا ہے اور وہ کتاب کے مندرجات کو رائے عامّہ کی عدالت میں پیش کرتا ہے جس کے لیئے وہ مستحق صد تحسین و آفرین ہے۔

ایک اور من گھڑت قصّہ یہ گھڑا گیا تھا کہ "شیخ عبداللہ نے دہلی جانے کا موقعہ گنوا دیا" اس کی تردید مولانا محمد سعید مسعودی سابق ممبر پارلیمنٹ نے کی جو شیخ صاحب کی نظر بندی سے پہلے جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے جنرل سکریٹری بھی تھے اور اب حضرت بل کے مقدمۂ قتل میں ماخوذ ہیں۔ یہ تردید انہوں نے اپنے اس بیان میں کی جو ۱۴ر اکتوبر ۵۸ء کو عدالت میں دیا دیگر امور کے علاوہ انھوں نے اپنے بیان میں کہا

" پنڈت جی ہمیشہ اس اصول کے قائل رہے کہ دنیا کے جملہ اختلافات خواہ وہ بین اقوامی ہوں یا قومی ان کو حل کرنے کا پُر امن طریقہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ باہمی گفتگوئیں کرنا اور خلوص کے ساتھ جانبین کا ایک دوسرے کے زاویۂ نظر کو سمجھنا یہی اصول کشمیر کا سوال حل کرنے کی بنیاد بھی بن سکتا ہے۔ دوسری طرف شیخ صاحب

بھی اس اصول کے قائل ہیں کہ انہیں باہمی گفتگو سے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔

"......... خیر میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پنڈت جی اور شیخ صاحب دونوں نہ صرف اس اصول پر متفق ہیں کہ نزاعہ کشمیر پُرامن اور سنجیدہ گفتگو کے ذریعہ حل ہو سکتا ہے بلکہ وہ آپس میں مل بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن کچھ طاقتیں یا عناصر ایسے ہیں جو نزاعہ کشمیر کے خاتمہ کو مفید نہیں سمجھتے اور وہ ہمیشہ پنڈت جی اور شیخ صاحب کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔

"جہاں تک میرا تعلق ہے شیخ صاحب کی اگست ۱۹۵۳ء میں گرفتاری سے لے کر جنوری ۱۹۵۸ء میں ان کی رہائی تک اور اس رہائی سے لے کر ۱۱ر مارچ ۱۹۵۸ء میری اپنی گرفتاری تک میں ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہا کہ جس طرح بھی ہو ان دوستوں کی آپس میں ملاقات ہو جائے جن کے پاس کشمیر کے تعطل کی کلید ہے۔ اس سلسلہ میں ۱۱ر فروری ۱۹۵۸ء کو میں دہلی گیا جہاں میں نے بہت سے بزرگوں اور دوستوں سے ملاقاتیں کیں اور واپسی سے پہلے ۱۶ر فروری ۱۹۵۸ء کی شام کو خود پنڈت جی سے مل کر میں نے عرضداشت اُن کے سامنے پیش کی اور ۱۷ر فروری ۱۹۵۸ء کی صبح کو مرحوم مولانا ابوالکلام آزادؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ میں نئی دہلی سے بہت پُرامید واپس آیا تھا مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ دوسری قوتیں بھی مصروفِ کار ہیں۔

"میں ۱۹ر فروری ۱۹۵۸ء کو واپس سری نگر پہونچا اور ۲۱ر فروری ۱۹۵۸ء کو حکومت جموں و کشمیر نے راج باغ کے فرضی قصہ کی آڑ لے کر وادیٔ کشمیر کے طول و عرض میں سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاریاں شروع کر دیں ——— اس مرحلہ پر ان گرفتاریوں کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف حکومت کی اپوزیشن میں جو رہنما اور کارکن ہیں ان کو جیلوں میں بند کر دیا جائے مگر اس سے بھی بڑا مقصد یہ تھا کہ شیخ محمد عبداللہ کو اشتعال دلا کر ان کی گرفتاری کے لئے جواز پیدا کیا جائے تاکہ نہ وہ اپنی آواز عوام تک پہونچا سکیں اور نہ پنڈت جی سے ملنے پائیں چونکہ شیخ صاحب

نے تہیہ کر لیا تھا کہ نہ صرف مسئلہ کشمیر کو پُر امن طریقہ سے حل کرنا ہے بلکہ ریاست کے ماحول کو بھی ہر قیمت پر پُر امن رکھنا ہے اس لئے انہوں نے عوام کو تلقین کی کہ "وہ حکومت کی ان اشتعال انگیزیوں سے برافروختہ نہ ہوں اور صبر و سکون کے ساتھ مسئلہ کشمیر کو طے کرنے کا مقصد اپنے سامنے رکھیں اور اس کے لئے جس قسم کی فضا ضروری ہو برقرار رکھیں"۔ شیخ صاحب نے اس سلسلہ میں گلی گلی اور کوچے کوچے پھر کر عوام کو اپنا پیغام سُنایا۔ دن میں کئی بار دس دس جلسے بھی کئے اور ہر جگہ تین باتیں ہی کہیں ۱۔ امن قائم رکھو ۲۔ جو گرفتار ہوئے ہیں ان کے عیال و اطفال کی دیکھ بھال کرو ۳۔ چونکہ ان کو تعزیری مقدمات میں پھنسایا جا رہا ہے اس لئے ان کے مقدمات کی پیروی کے لئے روپیہ جمع کرو..........

"سو جیسے بھی اس مقدمہ میں ماخوذ کرنے کے لئے یہ جرائم کافی تھے مگر میں نے اس سلسلہ میں ایک اور بڑا گناہ کیا اور وہ یہ تھا کہ ہندوستان کے وزیرِ اعظم، ہوم منسٹر اور چیف جسٹس کو خطوط لکھ کر ان گرفتاریوں اور حوالاتوں میں گرفتار شدگان کے ساتھ ناروا سلوک اور علاوہ ازیں علاقوں میں جو مختلف قسم کا تشدد ہو رہا تھا اس کی طرف بھی توجہ دلائی اس کے ساتھ ہی میں نے ہند پارلیمنٹ کی تمام بڑی پارٹیوں کے لیڈروں کو خطوط لکھ کر ان حالات سے آگاہ کیا اور انہیں دعوت دی کہ وہ اس سارے معاملہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کے لئے کشمیر آئیں۔ نیز راج باغ کے سلسلہ میں تصویر کا جو اصلی رخ تھا اُسے میں نے مفصل بیانات کی شکل میں اخبارات تک پہونچایا۔

پنڈت کیشپ بندھو بھی شیخ محمد عبداللہ کے آزمودہ کار رفیقوں میں سے ایک ہیں اور ریاست کشمیر کے ممتاز لیڈروں میں ان کا شمار ہوتا ہے ۵۳ء میں اپنی نظربندی سے پہلے وہ دیہی ترقیاتی محکمہ کے ڈائرکٹر جنرل کے عہدہ پر فائز تھے ۱۹ ستمبر ۵۸ء کو انہوں نے جموں و کشمیر ہائی کورٹ میں ہیبیس کورپس Habeas Corpus درخواست دی جس میں دیگر امور کے علاوہ یہ تحریر کیا:۔

"بد قسمتی سے جن اسباب نے ہندوستان کے ساتھ کشمیر کے تعلقات کو متاثر کیا ان میں سے وہ ناخوشگوار تعلقات ہیں جو آج شیخ محمد عبداللہ اور

حکومتِ ہند کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اس لئے درخواست دہندہ نے ہندوستان کے ایک وفادار شہری کی حیثیت سے اپنا یہ فرضِ منصبی سمجھا کہ اپنی تمام کوششوں کا رُخ ان کشیدگیوں کو کم کرنے اور ان تعلقات کو ایک حد تک استوار کرنے کی جانب موڑ دے۔

"درخواست دہندہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی کوشش میں کچھ کامیابی نظر آنے لگی تھی چنانچہ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ شیخ صاحب نے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان تمام اتہامات کی تردید کی جو ہندوستانی پریس اور حکومت کشمیر کے سرکردہ ترجمان نے ان پر لگائے تھے۔

"اور کہ محولہ بالا کوشش کو آگے بڑھانے کے لئے درخواست دہندہ نے شیخ صاحب کی فوری خواہش کی تعمیل میں ان کے اور شریمتی وجیا لکشمی پنڈت ہائی کمشنر برائے ہند متعینہ لنڈن دونوں کے مابین ملاقات کا انتظام کرنا چاہا۔ اس سلسلہ میں درخواست دہندہ شریمتی پنڈت سے اپنی گرفتاری کے دو روز قبل ملا بھی تھا اور متذکرہ صدر ملاقات کا اہتمام کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ درخواست دہندہ کو اس کا یقین تھا کہ یہ ملاقات شیخ محمد عبداللہ اور حکومت کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کا پہلا زینہ ثابت ہوگی۔

"اور یہ کہ بخشی غلام محمد وزیر اعظم ریاستِ جموں و کشمیر نے درخواست دہندہ کے اس اقدام کو پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھا کہ شیخ محمد عبداللہ اور حکومتِ ہند خاص طور پر وزیر اعظم ہند کے درمیان از سر نو تعلقات اور بہتر مفاہمت ہو۔

"اور یہ کہ جب شریمتی وجیا لکشمی پنڈت کے ساتھ درخواست دہندہ کی ملاقات اور اس امر کا علم ریاستِ جموں و کشمیر کے وزیر اعظم کو ہوا کہ ایک ایسا عملی اسٹیج تیار کر لیا گیا ہے جس سے انجام کار باہمی رنجش اور شک و شبہ کے وہ بادل چھٹ جائیں گے جنہوں نے اپنا منحوس سایہ شیخ محمد عبداللہ اور حکومتِ ہند کے باہمی تعلقات پر ڈال رکھا ہے تو اُس نے اس خوش آئند کارروائی کو روکنے کے لئے شیخ محمد عبداللہ اور درخواست دہندہ کو بلا وجہ اور بے قصور گرفتار کر لیا.....“

تمام ہندستان کو اس کا یقین دلایا گیا کہ "شیخ صاحب کی آزادی کے باعث ریاست کا امن خطرے میں تھا اور متشددانہ ماحول پیدا ہو گیا تھا" مگر مستحق صد توصیف و تعریف ہیں کشمیر کے باشندے جو انتہائی اشتعال انگیزی اور ذلت آمیز برتاؤ کے باوجود اپنے آپ کو قابو میں رکھنے میں کامیاب ہوئے اور جنہوں نے تشدد کا سامنا پرسکون حوصلہ سے کیا۔ شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری اور دوبارہ نظربندی کے بعد ریاست میں جو ماحول پیدا ہوا اس کے متعلق بعض اخباری نامہ نگاروں نے جس رائے کا اظہار کیا اور وہ اخبارات میں شائع بھی ہوئی ذیل میں اس کے کچھ اقتباسات دئے جاتے ہیں۔

دہلی کے اخبار "الجمعیتہ" نے پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے حوالہ سے یہ خبر شائع کی۔

"پولیس امن وامان قائم رکھنے کے لئے شہر میں گشت لگا رہی ہے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا حالات معمول پر ہیں۔"

دہلی کے ایک دوسرے اخبار "ملاپ" نے لکھا

"سری نگر میں حالات اعتدال پر ہیں۔"

اسٹیٹسمین کا نامہ نگار مقیم سری نگر رقم طراز ہے

"وادی کشمیر میں اوائل مارچ سے پبلک جلسوں اور جلوسوں پر زیر دفعہ ۵۰ سیکیوریٹی رول جو پابندی لگائی گئی تھی آج اسے اٹھا لیا گیا ہے اب صرف شہر سری نگر اننت ناگ، بیج بیاڑہ، سوپور اور بارہ مولہ میں باقی رہے گی۔"

۴ مئی ۱۹۵۸ء کو ادارہ اقوام متحدہ میں حکومت پاکستان کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے ہندستان کے مستقل نمائندے مسٹر ایس۔ لال نے منجملہ دیگر امور کے یہ کہا

"پاکستان کی طرف سے پھیلائی گئی مخالفانہ اور امن شکن سرگرمیوں کے باوجود ریاست جموں وکشمیر کے حالات اعتدال پر ہیں۔ سیاحوں کا موسم شروع ہو گیا ہے اور سیکڑوں سیاح جن میں غیر ملکی بھی شامل ہیں۔ کشمیر جا رہے ہیں جشن کشمیر بھی حال ہی میں ۱۳ اور ۱۴ اپریل کو بڑی گرمجوشی سے منایا گیا۔ جس میں ہر مذہب اور فرقہ کے ہزاروں لوگوں کے علاوہ کچھ غیر ملکی سیاحوں نے بھی حصہ لیا"

ہفتہ وار "ہمدرد" سری نگر اپنی ۱۷ جون ۱۹۵۸ء کی اشاعت میں لکھتا ہے

"شیخ صاحب کی گرفتاری بلا وجہ تھی۔"

جموں و کشمیر کی حکومت نے چند ہندوستانی اخبار نویسوں کو جشن کشمیر کے موقعہ پر دعوت دی وہ اخبار نویس صادق صاحب سے بھی ملے جس نے شیخ صاحب کی گرفتاری کے متعلق ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس کے زاویۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا

"شیخ صاحب کی گرفتاری سے مسئلۂ کشمیر اور بھی پیچیدہ ہو گیا ہے خاص کر ایسے وقت جب کہ وہ عوام سے پُرامن رہنے کی اپیل کر رہے تھے انہوں نے ان پابندیوں کی خلاف ورزی نہ کی جو عوامی آزادی پر لگائی گئی تھیں اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہوں نے پنڈت نہرو کو خط لکھا جس میں ان کے بارہا کہے گئے پرانے موقف کے علاوہ یہ تین نکات قابلِ غور ہیں۔

(۱) ڈی یو این او کی فوج کو ریاست میں نہیں لانا چاہتے۔

(۲) مسئلۂ کشمیر کا حل پنڈت نہرو کے ہاتھ میں ہے۔

(۳) وہ حصولِ مقاصد کے لئے پُرامن ذرائع اختیار کریں گے۔

صادق صاحب جو ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس کے چیرمین بھی ہیں انہوں نے پنڈت جواہر لال نہرو وزیرِ اعظم کو ایک تار بھی دیا جس میں لکھا

"ہم شیخ عبداللہ کی گرفتاری کو بدقسمتی پر محمول کرتے ہیں۔ سیاسی حالات رُو بہ اصلاح تھے پُرامن اور معتدل حالات کی موجودگی میں یہ اقدام قطعاً غیر منصفانہ تھا اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور نہیں ہو سکتا کہ اشتعال انگیزی کے باعث یہاں کے عوام اور جو حکام اس کے ذمہ دار ہیں ان کے باہمی تعلقات خراب ہو جائیں۔ ہم بڑے دُکھ سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ حکومت کشمیر کے ان اقدامات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ کیشپ بندھو کی گرفتاری سے انتقامی جذبہ کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ ہم ایک ہی بار پھر آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے معاملات میں مداخلت کر کے اس دور دہشت انگیز کو ختم کیجئے اور حالات کو اعتدال پر لائیے اس سے آپ کشمیریوں کو مایوسی اور نا اُمیدی کے لاعلاج مرض سے نجات دیں گے۔"

یہ کتاب اسی شخصیت کی ان تقریروں، بیانوں اور گفتگوؤں کا مجموعہ ہے جو اس نے ہے ۳ ½ ماہ کی رہائی کے دوران انتہائی نازک حالات میں کیں۔ سرسری مطالعہ سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے

ان میں سے کوئی تقریر بھی ایسی نہیں جس میں پُرامن رہنے کی تاکید نہیں کی گئی۔
بہرکیف شیخ محمد عبداللہ ان کے ساتھی جو جیلوں میں قید ہیں اور کشمیری عوام سب کے ابتلا اور آزمائش کا یہ آٹھواں سوال ہے اس مختصر سے پیش لفظ میں اتنی گنجائش نہیں کہ ان کی تفصیلات بتائی جائیں۔ میں فاضل مرتب کے اس خیال کی ہم نوا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ سے ناظرین کو حق و صداقت تک پہونچنے میں مدد ملے گی۔

مقدّمہ

'نوائے کشمیر' شیخ محمد عبداللہ کی ان تقریروں، بیانوں اور خطوط و آراء کا مجموعہ ہے جن کا اظہار انہوں نے ۸ جنوری ۱۹۵۸ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۵۸ء تک کے عرصہ میں کیا دوسرے لفظوں میں ۵۳ ماہ کی طویل نظر بندی سے رہائی اور اسکے بعد دوبارہ نظر بندی کے درمیانی ۳½ ماہ کے دوران جب کہ کشمیر انتہائی نازک ہیجانی دَور سے گذر رہا تھا اور اس کے چالیس لاکھ باشندے بیم ورجا کی روح فرسا کشمکش میں مبتلا تھے۔ اس عظیم المرتبت قائد نے نہ صرف ان کے احساسات اور خیالات کی ترجمانی کی بلکہ ساتھ ہی حق قیادت بھی ادا کیا۔ یہ اوراق اسی ترجمانی اور ادائے فرض کے حامل ہیں ان کی ترتیب و تدوین کا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ ناظرین کرام کو حق و صداقت تک پہونچنے میں مدد دی جائے۔

یہ مجموعہ بہت پہلے چھپ جاتا مگر کُل امر مرھونٌ باَوقاتہٖ باوجود شدید احساس فرض کے بعض ناگزیر موانع درمیان میں حائل رہے جس کی وجہ سے اس کارِ اہم کو اس سے پہلے انجام نہ دیا جا سکا۔ اس خدائے ذوالجلال کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے تمام دشواریوں اور کٹھنائیوں سے آسانیوں اور کشادگیوں کی راہیں کھولیں اور مجھے اس کی توفیق اور ہمت دی۔

اس سے بڑھ کر کیا المیہ ہو سکتا ہے کہ ۸ اگست ۱۹۵۳ء کے وزیر اعظم کو رات کی تاریکی میں گرفتار کر کے ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو قید و بند میں ڈال دیا گیا اور وطن عزیز کا وہ عظیم فرزند جو ۸ اگست ۱۹۵۳ء تک دو قومی نظریہ کے خلاف نبرد آزما رہا۔ مفاد خصوصی رکھنے والی استحصالی طاقتوں کے ساتھ جس نے بڑی جراٴت اور دلیری سے ٹکر لی اور انہیں مغلوب کرنے میں کامیاب ہوا۔ بلا لحاظ مذہب و ملت عوام کی خدمت اور ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا جس کے مذہبی عقیدہ کا جزو رہا۔ اور ملک و قوم کو اغیار کی دستبرد سے بچانے کے لیے جس نے اپنی جانِ عزیز تک کی پرواہ نہ کی، مگر

شیر کشمیر اور مرتّب
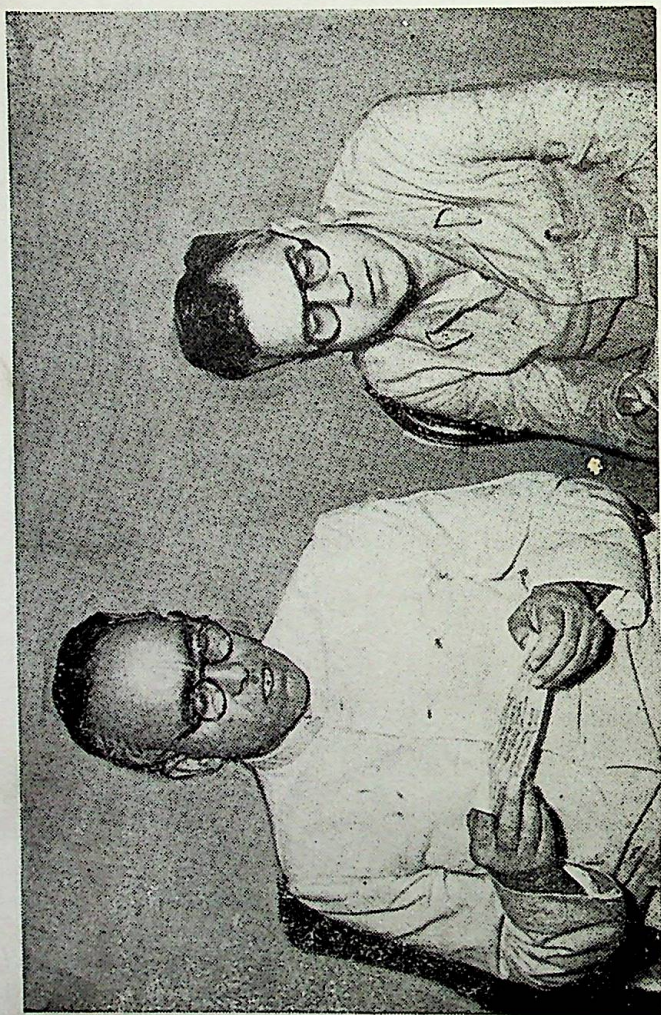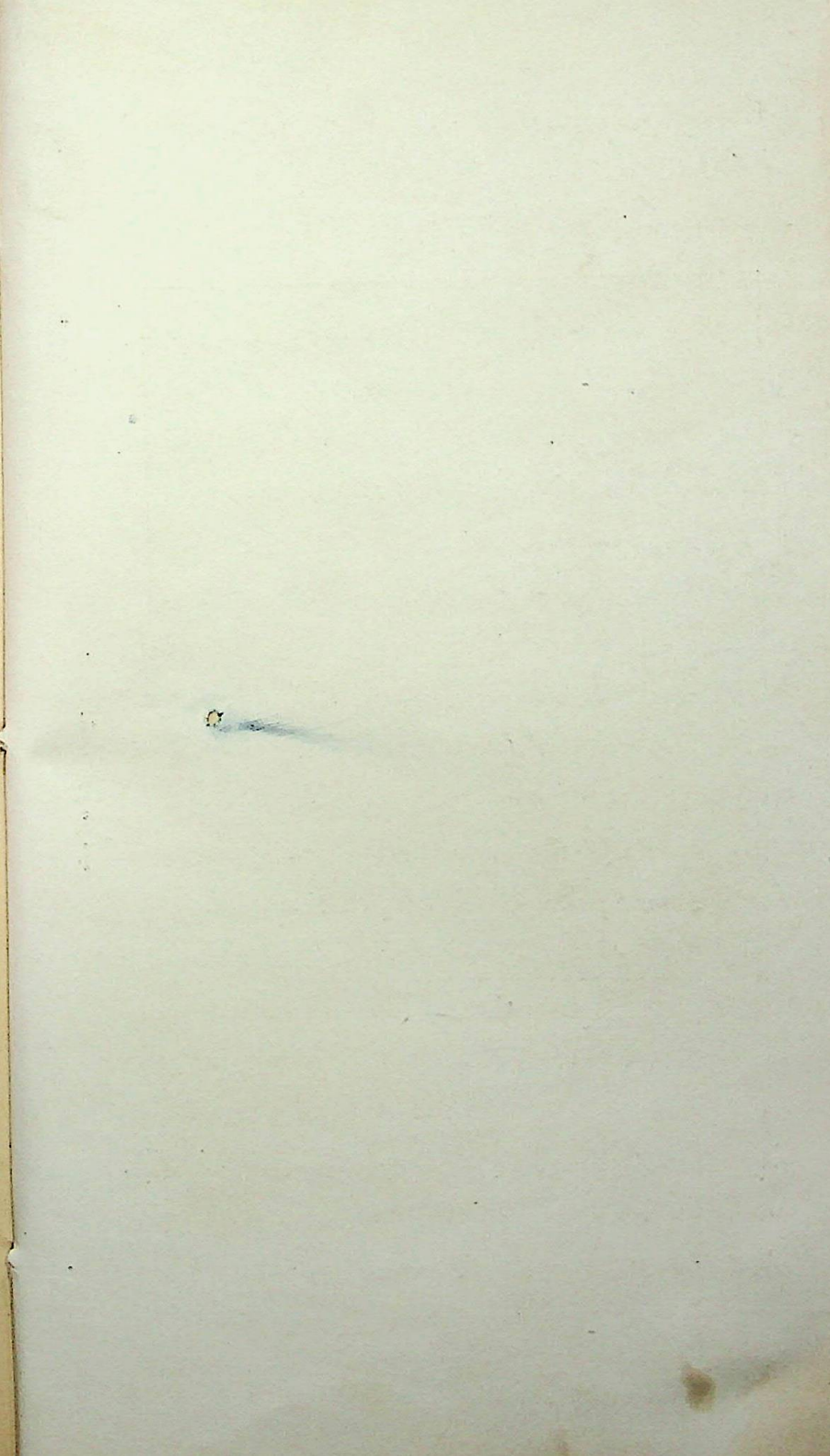
۹ اگست ۱۹۵۳ء کو اس پر یہ گھناؤنے الزامات لگائے گئے کہ وہ فرقہ پرست ہے ملک و قوم کا دشمن ہے اور غیر ملکوں کے ساتھ سازش کر رہا ہے۔ ۵۳ ماہ کی نظربندی کے بعد جب ۸ جنوری ۱۹۵۸ء کو اسے مجبوراً رہا کیا تو اس نے ان الزامات کی تردید تقریروں، بیانوں اور بعض خطوط کے ذریعہ کی۔ چنانچہ اس کی اشد ضرورت سمجھی گئی کہ ۳½ ماہ کے قریبی عرصہ کے اندر شیخ صاحب نے جن خیالات کا اظہار مختلف صورتوں میں کیا پوری صحت کے ساتھ اسے قلمبند کر دیا جائے ہو سکتا ہے کہ اس سے ایک بڑی حد تک ان غلط فہمیوں اور اتہام تراشیوں کا ازالہ ہو جائے اور حق و صداقت دنیا پر آشکار ہو جائے۔

اس مجموعہ کے مندرجات کے متعلق پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہر ممکن ذریعہ سے ان کی چھان بین کی گئی ان کا ماخذ وہ مصدقہ رپورٹیں ہیں جو یا تو مجھے براہ راست[1] وصول ہوتی رہیں یا ریاست جموں و کشمیر کے بعض مقامی اخبارات[2] میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں اس کے علاوہ میں نے بعض دوسرے ذرائع[3] بھی اختیار کئے اس کے برعکس شیخ صاحب کی تقریروں اور ان کے دورے کی رپورٹوں کے متعلق عام طور پر جو روش اختیار کی گئی وہ گمراہ کن تھی اور ایک سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق تھی یہاں تک کہ ایسے واقعات بھی رونما ہوئے کہ ابھی شیخ صاحب نے تقریر بھی نہیں کی مگر رپورٹ پہلے ہی روانہ کر دی گئی۔ چنانچہ اسلام آباد (اننت ناگ) کا واقعہ اس کا بیّن ثبوت ہے جب کہ پریس والوں کو دیکھا گیا کہ وہ شیخ صاحب کی تقریر کے دو گھنٹہ پہلے ۱۲ بجے دوپہر ہی کو اس کی رپورٹ روانہ کر رہے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ وہ جلسہ گاہ میں موجود بھی نہ تھے انہی حالات

۱؎ 'نئی روشنی' کلکتہ کا نامہ نگار خصوصی مقیم سری نگر۔

۲؎ 'اکالی پودھا' جموں۔ 'ہمدرد' سری نگر۔ 'دیش' جموں (۱۰ فروری ۱۹۵۸ء تک اس کے بعد ماسٹر روشن لال ایڈیٹر دیش گرفتار کر لئے گئے)

۳؎ مس مردولا سارا بھائی کے سرکلر از ۱۲ دسمبر ۱۹۵۷ء لغایت اپریل ۱۹۵۸ء کال فار امپارشل انکوائری اور شیخ صاحب کی بابت نظر بندی، کتابچہ از مس مردولا سارا بھائی، شیخ صاحب کے دفتر سے ارسال کردہ رپورٹیں۔ مولانا مسعودی کے ارسال کردہ خطوط اور رپورٹیں (۱۱ مارچ ۱۹۵۸ء تک اس کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا)

کے پیش نظر مولانا محمد سعید مسعودی سابق ممبر پارلیمنٹ ذیل کا بیان سری نگر سے جاری کرنے پر مجبور ہوئے۔

"آج کشمیر میں یہ عام شکایت ہے کہ ہندستانی پریس کا ایک بڑا حصہ دنیا کے سامنے شیخ محمد عبداللہ کی تقریریں صحیح طور پر پیش نہیں کرتا اور توڑ مروڑ کر اپنی مرضی اور اپنے خیالات کے مطابق پیش کرتا ہے مگر گزشتہ ہفتہ شیخ محمد عبداللہ کی رہائی کے وقت سے اس نے جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے وہ بے حد قابل اعتراض ہے یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ (۱۲ جنوری کو) اننت ناگ (شیر باغ) میں شیخ محمد عبداللہ نے جو تقریر کی جن اخبارات کا کوئی نمائندہ بھی جلسہ گاہ میں موجود نہیں تھا ان میں اس کی رپورٹ شائع ہوئی۔ اس رپورٹ کو سرکاری ایجنسی نے سری نگر میں بیٹھ کر گھڑا تھا اور پریس کے حوالے کر دیا تھا۔ پریس نے آنکھیں بند کر کے اسے صحیح مان لیا اور یہ جانتے ہوئے کہ سرکاری ایجنسی شیخ محمد عبداللہ کی تقریریں رنگ آمیزی سے پیش کرتی ہے۔ انہوں نے اسکی ترتیب دی ہوئی رپورٹ اپنے اخبارات کو بغرض اشاعت روانہ کر دی۔"

اخبار "اکالی یودھا" جموں کے ایڈیٹر اور ریاستی اکالی دل کے پریزیڈنٹ سردار سنت سنگھ تیغ نے بھی اپنے بیان میں اس کا حوالہ دیا

"یہ قابل غور بات ہے کہ اننت ناگ (شیر باغ) کے جلسہ میں ہندستان کے کسی اخبار کا رپورٹر موجود نہیں تھا تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندستانی پریس شیخ محمد عبداللہ کے خلاف کس وجہ سے جھوٹا پراپگنڈا کر رہا ہے ...... ہندستانی پریس سے میری یہ مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ حالات کے روبہ اصلاح ہونے میں مدد دے، نہ کہ ابتر بنانے کی کوشش کرے"

یہی نہیں بلکہ شیخ محمد عبداللہ نے ۱۷ جنوری ۱۹۵۸ء کو جو تقریر حضرت بل میں کی تھی جب اس کی صحیح رپورٹ مولانا محمد سعید مسعودی سابق ممبر پارلیمنٹ نے پریس کے نمائندوں کے پاس بھیجی تو بخشی غلام محمد کے بھائی بخشی عبدالرشید ایم۔ پی نے اسے راستہ ہی میں چھین لیا اور اخبار "اکالی یودھا" جموں کے ایڈیٹر سردار سنت سنگھ تیغ کو محض اس

'الزام' میں چلوایا گیا کہ وہ اپنے اخبار میں شیخ صاحب کی تقریروں کی صحیح رپورٹ شائع کرتے تھے نیز ماسٹر روشن لال ایڈیٹر "سچ" جموں کی بھی اسی لئے ۱۲ر فروری ۵۸ء کو خانہ تلاشی لی گئی اور بعد میں انہیں جیل میں نظر بند کر دیا گیا کہ وہ بھی اپنے اخبار میں صحیح رپورٹ چھاپتے تھے۔ سردار سنت سنگھ تیغ نے پریس بیان دیتے ہوئے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے

"۱۳ر جنوری ۵۸ء کو رات کے ۹ ½ بجے سرکاری غنڈوں نے لال چوک کے قریب مجھ پر حملہ کیا۔ یہ ان کا پانچواں حملہ تھا اور پہلے حملوں کی طرح یہ بھی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تھا۔ ۵۶ء کے موسم بہار میں بھی حکومت کے تنخواہ دار غنڈوں نے بمقام گلمرگ مجھ پر زبردست حملہ کیا تھا مگر موجودہ حملہ سب سے مہلک تھا۔ جس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دوست کے گھر سے رات کا کھانا کھا کر واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں لال چوک کے قریب پلاڈیم کے منیجر سردار گوربچن سنگھ سے میری ملاقات ہوئی ابھی ہم ایک دوسرے کو 'ست سری اکال' کہہ ہی رہے تھے کہ اچانک نیشنل کانفرنس کے ایک درجن سے زیادہ غنڈوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور کانگڑی سے مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا ایک ساتھی تیز دھار چاقو اپنے جیب سے نکال کر مجھ پر حملہ آور ہونے ہی والا تھا کہ سردار گوربچن سنگھ درمیان میں حائل ہو گئے اور اس طرح میری جان بچی"

جب ایسے حالات ہوں تو پھر اخبارات کے ایڈیٹروں اور عوام تک صحیح رپورٹ کیسے پہونچ سکتی ہے۔ واضح رہے کہ کشمیر میں یہ سب کچھ ایک ایسی شخصیت کی آواز کو دبانے کے لئے روا رکھا گیا جس کے متعلق گاندھی جی نے یکم نومبر ۴۷ء کو اپنی پرارتھنا میٹنگ میں اس وقت کہا تھا جب کہ ہندستان دو قومی نظریہ کی کشمکش میں بری طرح مبتلا تھا۔ حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا

"آپ اپنے ذہن میں کشمیر کا تصور کیجئے اور وہاں کے لوگوں کی حالت کا اندازہ لگائیے۔ میں جب کشمیر کو جاتے ہوئے ہوائی جہازوں کی آواز سنتا ہوں تو میرا دل وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ اور وہاں کے عوام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ شیخ محمد عبداللہ ہر ایک کے دوست ہیں اور وہ انسانوں کے

درمیاں بھید بھاؤ نہیں کرتے وہ جیسے مسلمانوں کے نمائندے ہیں ویسے ہی غیر مسلموں کے ہیں[۱]۔"

اور جب مرحوم نواب زادہ لیاقت علی خاں وزیر اعظم حکومتِ پاکستان نے اپنی ایک پریس کانفرنس میں شیخ محمد عبداللہ کے متعلق کچھ نازیبا الفاظ استعمال کئے تو پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان نے انہیں ناقابل برداشت سمجھتے ہوئے اپنے ۱۲ نومبر سنہ ۴۷ء کے جوابی تار میں لکھا تھا

"اپنی پریس کانفرنس میں آپ نے شیخ عبداللہ کے متعلق جو نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں مجھے اس کا بے حد صدمہ ہے اس لئے کہ میری نظر میں وہ ایک انتہائی درجہ راست باز اور محب وطن شخص ہے اور سب کو اس کا علم ہے کہ کشمیر میں ان کا کتنا بڑا اثر درسوخ ہے۔ تمام فرقوں علی الخصوص اور فطری طور پر مسلمانانِ کشمیر کی نگاہیں ان کی طرف لگی ہوئی ہیں انہوں نے بڑی دشوار اور کٹھن حالت کا مقابلہ غیر معمولی دلیری اور قابلیت سے کیا"[۲]

کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ایسی بلند شخصیت کو اس کی عدم موجودگی میں فرقہ پرست، غیر ملکوں سے سازش اور فتنہ و فساد برپا کرانے والا قرار دیا جائے حالانکہ اس کی کتابِ زندگی کے اوراق کھلے ہوئے ہیں اور ہر شخص بقائمی ہوش و حواس اس میں دیکھ سکتا ہے کہ جب سے شیخ محمد عبداللہ نے سیاسیات کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ وہ مسلسل فرقہ پرستی سے بالاتر رہے۔ شہنشاہیت اور مطلق العنانی کے خلاف ہمیشہ شمشیر برہنہ رہے اور عوام کو اپنی جد و جہد آزادی کے دوران ضبط و تحمل اور امن و آشتی کا پیغام دیتے رہے۔

چونکہ شیخ صاحب نظر بند تھے اور جیل میں اُن کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ اِن الزامات کی تردید کرتے اس لئے ۸ جنوری سنہ ۱۹۵۸ء کو جب انہیں رہا کیا گیا اور بقول اُن کے ایک چھوٹی جیل سے بڑی جیل میں داخل ہوئے تو سب سے پہلی فرصت میں انہوں نے اِن الزامات کی تردید کی اور رہائی کی اس قلیل مدت کے دوران

---

[۱] "مہاتما" از ڈی۔ جی تنڈولکر جلد ۸ صفحہ ۱۶۵

[۲] حکومتِ ہند کا "وائٹ پیپر آن کشمیر" ناشر انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ حکومتِ ہند

انہوں نے جتنی بھی تقریریں کیں عوام کو تاکید کی کہ وہ ہر حالت میں امن قائم رکھیں چنانچہ جیل سے باہر آنے کے پہلے بھی انہوں نے انسپکٹر جنرل پولیس ریاست جموں وکشمیر سے گفتگو کے دوران یہ کہا تھا

"کسی صورت میں بھی عوام کی طرف سے نقص امن کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم امن کے اصول پر کاربند رہے ہیں...... میری دلی خواہش ہے کہ امن وامان قائم رہے تاکہ مجروح اور زخمی دلوں کو سکون نصیب ہو" (صفحہ ۳۳)

رہائی کے بعد ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے اس کی مزید وضاحت کی

"اس امر کا بارہا اعلان کیا جا چکا ہے کہ کشمیر کے عوام اگرچہ غریب اور نادار ہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ ہوشمند ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی بہتری کس بات میں ہے۔ حکمران ٹولی کی اشتعال انگیزی کے باوجود ٹھنڈے دماغ سے کام لیتے ہیں جب ہمارا یہ ارادہ ہے تو ہندستان کے حاکموں کو بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ کشمیری عوام کی طرف سے بدامنی کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور ان کا ماضی اس کا شاہد عادل ہے ہماری یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ ماحول خوشگوار رہے اور کسی قسم کی بدامنی اور فساد نہ ہو" (صفحہ ۲۴۱)

رہائی کے وقت ہی سے شیخ عبداللہ کو اس کا بخوبی اندازہ تھا کہ حکومت کشمیر نے ان کے لئے ہر طرف جال پھیلا رکھا ہے اور وہ کسی نہ کسی بہانے انہیں دوبارہ گرفتار کر کے نظربند کر دے گی یا ان کے خلاف مقدمہ چلائے گی اور بے بنیاد الزامات کو ثابت کرنے کی کوشش کرے گی اس لئے انہوں نے اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ بدامنی کون پھیلاتا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟

"اس دنگا وفساد اور خوف ودہشت پھیلانے کا کیا مطلب؟ پہلے یہ خبریں آرہی تھیں کہ بدامنی پھیلانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ امن پسندوں پر امن شکنی کا الزام لگا کر انہیں گرفتار کرایا جائے" (صفحہ ۲۱۲)

شیخ محمد عبداللہ کے نزدیک کشمیر کا مسئلہ حل کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ امن قائم ہو چنانچہ ایک تقریر میں انہوں نے اس کا اظہار اس طرح کیا

"اس ملک کا مسئلہ ہر شخص اور ہر جماعت کا مسئلہ ہے اس لئے میری یہ کوشش ہے کہ کوئی ایسا حل نکال لیا جائے جس پر تمام رضامند ہوں، مگر اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ فضا پُر امن ہو"

(صفحہ ۲۰۱)

اس سلسلہ میں پنڈت نہرو اور ان کے رفقائے کار سے اپیل کرتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا

"میں پنڈت جواہر لال نہرو اور اُن کے ساتھیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ گاندھی جی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سچائی اور عدم تشدد سے کام لیں اور اپنی اخلاقی قوت سے کشمیریوں کے دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں...... ہم ہندستان کے دشمن نہیں اس وقت بھی ہم اسے اپنا دوست سمجھ رہے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہندستان سچائی کو اپنائے اور طاقت کے بجائے محبت اخلاص اور انصاف سے کام لے"

(صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱)

شیخ محمد عبداللہ نے اپنی دوبارہ گرفتاری کے وقت جو پیغام اپنے خاندان کے افراد کے ذریعہ عوام کو دیا وہ بھی ملاحظہ ہو

"ملک کی آزادی کے حصول اور عوام کے سود و بہبود کی خاطر دنیا کے عظیم رہنماؤں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں اس لئے آپ میری گرفتاری سے بے حوصلہ نہ ہوں۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ لوگوں کو جا کر میرا یہ پیغام دیں کہ وہ پر امن رہیں اور عدم تشدد کے حربہ سے ظلم و تشدد کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھیں............!"

(صفحہ ۲۶۹)

غیر ملکی طاقتوں سے سازش کے الزام کی تردید میں شیخ صاحب نے کہا کہ انہوں نے کوئی سازش نہیں کی بلکہ ان کے خلاف سازش کی گئی

"رنبیر سنگھ پورہ والی تقریر سے پہلے ہی میرے خلاف سازشیں

پیدا ہو رہی تھیں۔ میں نے اپنے گھر (کشمیر) میں کچھ باتیں کیں جنہیں ہندوستان کے
کچھ لوگ نہیں چاہتے تھے میں نے بلا معاوضہ زمینداری کا خاتمہ کیا، قرضہ
موروثی حکومت اور رہن وغیرہ کی (منسوخی) کے قوانین بنائے جس کی وجہ
سے میرے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں" (صفحہ نمبر ۳۷)

جن دوستوں نے شیخ صاحب کے خلاف سازش کی اور ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو
انہیں وزارت عظمیٰ سے الگ اور نظر بند کرایا ان کے بارے میں انہوں نے کہا

"میں نے اپنے دوستوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنا نہیں سیکھا ہے
اور نہ ہی دوستوں کے خلاف سازش اور غداری کی ہے۔" (صفحہ نمبر ۴۰)

"مجھے ان لوگوں نے جیل بھجوایا جن کو میں نے پالا تھا اور جن کا
یہ دعویٰ تھا کہ اگرچہ باقی مسلمانوں کے لئے بنائے اسلام صرف پانچ ارکان
ہیں مگر ان کے لئے چھ ارکان[۵] ہیں اور یہ چھٹا رکن "شیخ محمد عبداللہ کی قیادت
پر غیر متزلزل عقیدت ہے" (صفحہ نمبر ۶۳)

سازش کے الزام کی مزید تردید کرتے ہوئے انہوں نے مطالبہ کیا

"پریس سے مجھ پر یہ الزام لگوایا گیا کہ میں ہندوستان کے خلاف
بیرونی ممالک سے سازش کر رہا ہوں اور کشمیر کو آزاد رکھنے کے لئے میں نے
امریکہ سے سازباز کی تھی یا امریکی ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر ایڈلائی

۵ـ نیشنل کانفرنس کے بعض ارکان نے شیخ محمد عبداللہ کو بخشی غلام محمد اور ان کے
بھائیوں کی بے ضابطگیوں کی جانب بار بار توجہ دلائی اور اعلانیہ طور پر یہ بتایا کہ بخشی صاحب
اب شیخ صاحب کے ساتھی نہیں رہے بلکہ انہوں نے رشتہ کسی اور کے ساتھ استوار کر لیا
ہے۔ شیخ صاحب نے بخشی صاحب سے ان شکایتوں کے بارے میں دریافت کیا۔ بخشی
صاحب نے مجاہد منزل کی ایک خصوصی میٹنگ میں جو جولائی ۱۹۵۳ء کے آخری ہفتہ
میں منعقد ہوئی تھی اس کا جواب ان لفظوں میں دیا

"جناب قائد اعظم! آپ ہمارے لیڈر ہیں اور ہم آپ کے ادنیٰ خادم ہیں۔

(باقی آئندہ صفحہ کے فٹ نوٹ کی جگہ)

سٹیون سن سے اس وقت کچھ بات چیت کی تھی جب وہ کشمیر آئے تھے
مگر واضح رہے کہ ایڈلائی سٹیون سن سے میں اکیلا نہیں ملا تھا بلکہ میرے
ساتھ تین چار افسر بھی تھے اور پھر ملا بھی پنڈت جی کی ہدایت کے مطابق
تھا۔ ایڈلائی سٹیون سن ابھی زندہ ہیں ان سے بھی حقیقت حال معلوم
کی جا سکتی ہے اسی بنا پر میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس الزام کی تحقیقات
کرائی جائے اور اگر میں قصوروار نکلوں تو مجھے قرار واقعی سزا دی جائے
ورنہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے،، (صفحہ نمبر ۳۹)

سازش کا الزام لگانے والوں کو چیلنج کرتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا
"میرے خلاف سامراجی ملکوں کے ساتھ سازش کا الزام
لگانے والے پانچ سال تک گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختے چلاتے رہے اور
دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے رہے کہ عبداللہ نے امریکہ کے
ساتھ سازش کی ہے اور وہ کشمیر کو کوریا بنا کر یہاں قتل و غارت کا

(پچھلے صفحہ کے فٹ نوٹ کا بقیہ حصّہ)

میرے خلاف یونہی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں پھر بھی اپنی ذاتی وفاداری
کا یقین دلانے کے خیال سے میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اور میرا اکلوتا
بیٹا ہم دونوں آپ کے قدموں پر نچھاور ہونے کو تیار ہیں آپ حکم دے کر دیکھئے
(مولانا محمد سعید مسعودی سامنے بیٹھے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے) اگر مولانا
کفر کا فتویٰ نہ دیں تو میں یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ باقی مسلمانوں کے لئے
بنائے اسلام پانچ ارکان ہیں مگر میرے لئے چھ ارکان ہیں اور وہ چھٹا رکن شیر
کشمیر کی فرمانبرداری اور ذاتی وفاداری کا عقیدہ ہے اگر میں اس سے انکار کروں
تو مسلمان نہیں رہ سکتا اور اس کے بغیر میرا عقیدۂ ایمان مکمل نہیں ہوتا،،

مگر ابھی اس اعلان کو آٹھ نو دن ہی گزرے تھے کہ بخشی صاحب منحرف ہو گئے
اور ایک گہری سازش کے تحت انہوں نے اپنے قائد اعظم اور بنائے اسلام کے چھٹے رکن،
کو وزارت عظمیٰ سے الگ کر کے نظر بند کر دیا اور خود ان کی جگہ وزیر اعظم بن بیٹھے۔

میدان گرم کرنا چاہتا ہے تمام اختیارات رکھتے ہوئے بھی یہ لوگ مجھ پر لگائے گئے الزام کا ایک حرف بھی ثابت نہ کر سکے ہمارے صادق صاحب کا تو ہندوستان کے اخبارات کو بیان دیتے ہوئے گلا خشک ہو گیا تھا کہ کاغذات مرتب کئے جا رہے ہیں مگر بے نتیجہ اور کچھ روز بعد وہ خود بھی لاپتہ ہو گئے۔ میں آج بھی الزام ثابت ہونے پر ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں"

(صفحہ ۱۰۶)

شیخ محمد عبداللہ پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ وہ فرقہ پرست ہیں جس کا جواب انہوں نے رہائی کے بعد سب سے پہلی تقریر میں دیا جب کہ شیر باغ (اننت ناگ) میں انہوں نے ہندوؤں اور سکھوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا

"میرے ہندوؤں اور سکھ بھائیوں کے دلوں میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان سے یہ بھی کہا گیا کہ شیخ عبداللہ اور اس کی جماعت اس راہ راست سے منحرف ہو گئی ہے جس پر چل کر یہاں انسانی برادری کے محل کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا گیا تھا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسی راستہ پر چل رہا ہوں۔ انسانوں کی برادری کو کسی مصنوعی تقسیم سے الگ نہیں کیا جا سکتا مگر مسائل راہِ فرار اختیار کرنے سے بھی طے نہیں ہوا کرتے ۱۹۴۷ء کے خطرناک طوفان میں ہم جس جذبہ کے تحت کود پڑے تھے وہ انسانی برادری کا جذبہ تھا اور اس کا مقصد سوائے اس کے اور نہیں تھا کہ ہمارے ہندو اور سکھ بھائیوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے یہ ہمارا فرض تھا اور اب بھی ہمیں اس فرض کا ویسا ہی احساس ہے۔ اس سے کسی کی رضا جوئی یا خوشنودی مقصود نہیں تھی اور نہ کسی کو زیرِ احسان کرنا تھا ہم نے خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ اب بھی

آپ کا اور ہمارا خدا وہی ہے جو ۴۷ء میں تھا اس لئے
بدگمانی کو اپنے دل سے نکال دیجیے،،

(صفحہ ۵۲، ۵۳)

رعناواری کا علاقہ کشمیری پنڈتوں کی آبادی ہے۔ ۵ مارچ ۵۸ء کو
وہاں کے ایک بڑے جلسہ میں شیخ صاحب نے تقریر کی۔ حاضرین میں کشمیری پنڈت
بہ تعداد کثیر موجود تھے ان سے خطاب کرکے شیخ صاحب نے کہا

"کشمیر میں مسلمانوں کے بعد سب سے بڑی تعداد کشمیری پنڈت
بھائیوں کی ہے اور ان دونوں میں سوائے طریق عبادت اور مذہبی عقائد
کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ مذہب ہر ایک کا اپنا اپنا ہے اور ہر انسان
کو اس کا اختیار ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک کی جس طرح چاہے عبادت
کرے یا پوجا کرے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے لا اکراہ فی الدین یعنی
دین اور مذہب اختیار کرنے میں کسی پر کوئی جبر نہیں ..... یہاں کی
اکثریت اور اقلیت دونوں زندگی کے باقی شعبوں اور حلقوں میں
مشترک ہیں ان کی بود و باش مشترک ہے، پیشہ اور رسم و رواج ایک ہے
خوشی اور غمی ایک ہے۔ ان کی تاریخ بھی ایک ہے اور ان کا کلچر بھی ایک ہے
غرض ہماری ساری زندگی ایک خاندان کی سی ہے،،

(صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹)

فرقہ پرستی کے الزام کا مقصد کیا ہے؟ اس کی وضاحت انہوں نے ان الفاظ
میں کی

"فرقہ پرستی کا یہ الزام اس لئے گھڑا گیا ہے تاکہ ہندوستان اور دوسرے
ملکوں کی رائے عامہ کو میرے بارے میں تازہ دھوکا دیا جاسکے اور میری
مظلومیت کے ساتھ عوام کو جو قدرتی ہمدردی ہو سکتی ہے اس پر مخالفانہ اثر ڈالا جائے
فرقہ پرستی کے الزام کا دوسرا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجھے تہمت تراشیوں کے ذریعہ
فساد کا مجرم ٹھہرا کر خاموش رہنے پر مجبور کرنے کی لاحاصل سعی کر رہے ہیں" (صفحہ ۱۳۵)

۔شیخ صاحب نے اپنے گزشتہ کردار کا نقشہ ان الزامات کے جواب میں اس طرح کھینچا

"آپ ہمارے گزشتہ کردار سے بخوبی واقف ہیں مجھے اور میرے ساتھیوں کو آپ ۱۹۳۱ء سے جانتے ہیں آج میرے ہندو بھائیوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ شیخ عبداللہ تو تمہارا دشمن ہے وہ اس ملک کا سلطان بننا چاہتا ہے۔ میں آپ کو ۱۹۴۷ء کی گھڑی یاد دلاتا ہوں جب قبائلی اس ملک پر حملہ آور ہوئے تھے وہ کون تھا جس نے ملک کو منظم کیا اور ان کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا؟ وہ یہی شیخ عبداللہ اور اس کے ساتھی تھے جنہوں نے یہاں کے مسلمانوں کو ایک ایک ہندو مرد عورت اور بچے کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے اپنے سینوں پر گولیاں کھانے کے لئے تیار کیا اور انہوں نے اس امر کی تعمیل کر کے دنیا کو دکھا بھی دیا میرا جو کردار ۱۹۴۷ء میں تھا وہی اب بھی ہے"

(صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵۔)

قوم پروری کا ثبوت مانگنے والوں کو یہ مسکت جواب دیا

"مجھے اپنی قوم پروری اور انسانیت دوستی کا نیا ثبوت نہیں دینا جب یہاں آزمائش کا وقت آیا تھا اور ہمارے ہندو اور سکھ بھائی بہن زہر کی پڑیاں ہاتھوں میں لئے تیار بیٹھے تھے تاکہ اپنی عزت بچا سکیں تو حضرت محمد صلعم کا ایک ادنی اُمتی ہونے کی حیثیت سے میں نے مسلمانانِ کشمیر کو للکار کر کہا کہ وہ اپنے ہندو سکھ بھائی بہنوں کے جان ومال اور ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں اور تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ وہ وقت تھا جب قوم پرستی کے بڑے بڑے دعویدار مکانوں اور غاروں میں منہ چھپائے پڑے تھے اور جموں کے وہ لوگ جو آج مجھے قوم پرستی کا سبق پڑھانے نکلے ہیں، اپنے مسلمان بھائیوں کو تہ تیغ کر رہے تھے...... ہم نے اس وقت اقلیت کی حفاظت کی جب مجھ پر فرقہ پرستی

کا الزام لگانے والے لیڈر دُم دبا کر میدان سے بھاگ رہے تھے جموں میں بھیڑ بکریوں کی طرح مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے اور اِس وقت اپنی قوم پرستی کے زعم میں شیخ عبداللہ کو فرقہ پرست ٹھہراتے ہیں مگر اپنے گریبان میں منھ ڈال کر نہیں دیکھتے۔ یہ وہی قوم پرست ہیں جنہوں نے گاندھی جی کی شہادت پر مٹھائی تقسیم کی تھی اگر یہی قوم پرستی ہے تو میرا اسے دُور ہی سے سلام!

"یہ عجیب منطق ہے کہ جب یہاں اقلیت کا جان و مال خطرے میں تھا اور میں اس کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو گیا تو مجھے قوم پرست کہا گیا مگر جب اکثریت کے وجود کو خطرہ لاحق ہوا اور میں اسکی حفاظت کے لئے آگے بڑھا تو مجھ پر فرقہ پرست ہونے کی مہر لگا دی گئی"

(صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸)

آخر وہ کون سا مقصد ہے جس کی بنا پر شیخ محمد عبداللہ اور ان کے ساتھی موردِ الزام بنے ہوئے ہیں اور قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور ان کے ہمراہ کشمیری عوام بھی بڑے صبر و تحمل سے بے پناہ ظلم و ستم برداشت کر رہے ہیں۔ کیا ان کا کوئی ایسا مطالبہ ہے جو دنیا سے بالکل نرالا ہے یا کوئی ایسی خواہش ہے جو غیر فطری اور حق ناپسندانہ ہے۔ چنانچہ شیخ صاحب اس کی تشریح یوں کرتے ہیں

"ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ لوگوں کو حق دیا جائے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ اپنی مرضی سے کریں اگر پنڈت نہرو یا ان کے رفقائے کار سمجھ رہے ہیں کہ کشمیر میں رائے شماری سے ہندستان میں فرقہ وارانہ فساد برپا ہو جائے گا اور ۱۹۴۷ء کی فضا لوٹ آئے گی تو وہ کوئی اور حل بتائیں جو ہندستان، پاکستان بالخصوص کشمیر کو قابلِ قبول ہو اس لئے کہ بنیادی طور پر وہی فیصلہ درست ہو گا، جو سب کو تسلیم ہو اور سب کے لئے باعزت ہو، یہ کہنا کوئی بغاوت نہیں، کوئی جرم نہیں"

(صفحہ ۲۴۱)

مسئلۂ کشمیر کو حل کرنے کے بارے میں شیخ صاحب نے کہا

"اور مسئلۂ کشمیر کو ایسے طریقے سے حل کرے جو تمام فرقوں کے لئے باعزت اور قابلِ اطمینان ہو۔ ہم انسانیت کے دستار کو بلند کرنے کیلئے میدانِ عمل میں اُترے ہیں اس میں کسی فرقہ کو خصوصیت حاصل نہیں"

(صفحہ ۱۱۱)

"اسٹیٹس مین" نئی دہلی کے نامہ نگار خصوصی سے دورانِ گفتگو میں انہوں نے مزید وضاحت کی

"میں ہر تجویز پر غور کرنے کو تیار ہوں اس لئے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ کشمیر کے قضیہ کو ہندوستان، پاکستان اور کشمیر تینوں کے لئے تسلی بخش طور پر حل کیا جائے اس موضوع پر میں اپنا ذہن کھُلا رکھتا ہوں"

(صفحہ ۲۶۱)

اس سلسلہ میں شیخ صاحب نے ان وعدوں کی یاد دہانی بار بار کرائی جو کشمیری عوام سے وقتاً فوقتاً کئے گئے تھے

"کچھ لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ میں نے پنڈت نہرو سے ہاتھ ملایا تھا اور کچھ وعدے کئے تھے مگر انہیں توڑ ڈالا .... میں ان پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وعدہ وفائی کے متعلق انشاء اللہ احکاماتِ قرآنی کی تعمیل کروں گا"

(صفحہ ۱۰۹)

"میری یہ دلی خواہش ہے کہ کشمیری عوام کے ساتھ جو وعدے کئے گئے ہیں ان کو پورا کیا جائے ان وعدوں کو دُہرانا، ان کی یاد دہانی کرانا کوئی بغاوت یا غداری نہیں"

(صفحہ ۱۲۷)

"حکومتِ ہند نے وعدہ کیا تھا کہ کشمیر کے ساتھ انصاف ہی نہیں بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ میں دُکھ کے ساتھ کہتا ہوں کہ فیاضی تو کہاں انصاف بھی نہیں ملتا اس بے انصافی کے خلاف آواز اٹھانا ہمارا فرض ہے"

(صفحہ ۲۳۱)

"مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے ہندوستان کے ساتھ ریاست کے الحاق کی حمایت کی تھی اور اب اس وعدے سے پھر گیا ہوں میں ان الزاموں کی تردید زوردار الفاظ میں کرتا ہوں...... جب کہ وعدہ شکنی کے الزامات مجھ پر عائد کئے جا رہے ہیں مجھے یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ قبائلی حملے کے وقت سے لے کر ۵۳ء میں میری گرفتاری تک حکومت ہند کی طرف سے کئے گئے وعدوں اور یقین دہانیوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے ؟"

(صفحہ ۱۳۷)

"میں نے کسی بھی صورت میں ہندوستان کو دھوکا نہیں دیا بلکہ مجھے دھوکا دیا گیا ہے"

(صفحہ ۳۴)

جب بعض حلقوں میں یہ کہا گیا کہ شیخ صاحب بدل گئے ہیں اور اپنے مسلک پر قائم نہیں رہے تو انہوں نے اس کی پرزور تردید کرتے ہوئے کہا

"آپ کو ۴۷ء کی نازک گھڑی کی یاد دلاتا ہوں جب قبائلی اس ملک پر حملہ آور ہوئے تھے وہ کون تھا جس نے ملک کو منظم کیا اور ان کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا ؟ وہی شیخ عبداللہ تھا اور اس کے ساتھی تھے جنہوں نے یہاں کے مسلمانوں کو ایک ایک ہندو مرد عورت اور بچے کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اپنے سینوں پر گولیاں کھانے کے لئے تیار کیا اور انہوں نے اس کی عملاً تعمیل کر کے دنیا کو دکھا بھی دیا میرا جو کردار ۴۷ء میں تھا وہی اب بھی ہے اور یہی حال میرے ساتھیوں کا ہے"

(صفحہ ۲۱۵)

"میں ساری عمر جس مسلک پر تھا آج بھی اسی پر ہوں اور آئندہ رہوں گا۔ یہاں کے باشندوں کے ساتھ مل کر یہاں کی خوشحالی اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا ہمارا ایمان ہے"

(صفحہ ۲۱۵)

حقیقی سیکیولرزم کیا ہے ؟ اس کے بارے میں شیخ صاحب فرماتے ہیں

"حقیقی سیکیولرزم اکثریت اور اقلیت دونوں فرقوں کے واجب

حقوق کے تحفظ کا نام ہے یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ ریاست کے فرقہ اکثریت نے اقلیتوں کے جائز حقوق کی حفاظت کو کبھی فرقہ پرستی تصور نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ اس ریاست کی اقلیتیں بھی اکثریت کے جائز حقوق کے تحفظ کو فرقہ پرستی قرار دینے سے مجتنب رہیں گی (صفحہ ۱۳۷)

شیخ صاحب نے اس امر کی وضاحت کی کہ اہل کشمیر کو سرد جنگ میں مبتلا کیا گیا ہے، چنانچہ نمائندہ "سیج" جموں سے ملاقات کے دوران انہوں نے اس الزام کے جواب میں کہا کہ ہتھیار اکٹھے کیے جا رہے ہیں

"اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ محض دنیا کو میرے بارے میں بدظن کرنے کے لئے یہ پراپاگنڈا کیا جا رہا ہے اور یہ بھی میرے خلاف ایک طرح کی سرد جنگ ہے" (صفحہ ۲۵۳)

"ہمیں ایک سرد جنگ میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ مذبذب اور غیر یقینی حالات ہمارے چاروں طرف پیدا کر دئے گئے ہیں اس کا دائرہ ہم تک ہی محدود نہیں بلکہ ہندوپاکستان کے کروڑوں انسان بھی اسی عذاب میں ہیں" (صفحہ ۵۷)

"اور اس وقت جبکہ دنیا کی طاقتوں کے درمیان تناؤ اور کھچاؤ بڑھتا جا رہا ہے کشمیر میں ایسے حالات کا برقرار رہنا کتنی خطرناک بات ہے اگر یہ کھچاؤ اور تناؤ کسی وقت سرد جنگ سے گرم جنگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس کے ردِ عمل سے ہندستان اور پاکستان بھی نہیں بچ سکتے اور جب کہ مسلح فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوں تو پھر بھس میں ایک چنگاری ہی کافی ہوتی ہے" (صفحہ ۵۸)

پنڈت نہرو کی دوستی پر شیخ صاحب نے فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا

"پنڈت جواہر لال نہرو کی دوستی پر مجھے فخر ہے وہ ایک بلند شخصیت کے مالک ہیں میرا ان کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے اور اب بھی میرے دل میں ان کی ویسی ہی عزت ہے" (صفحہ ۵۴)

"اس لئے میں پنڈت جواہر لال نہرو سے انسانیت کے نام پر یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تباہ کن رجحان کو روکیں" (صفحہ ۱۹۸)

"پنڈت نہرو کشمیری عوام کو قریب سے جانتے ہیں اور انہیں شیخ عبداللہ کے متعلق بھی پوری پوری واقفیت ہے۔ کشمیری عوام مرنا قبول کریں گے مگر جبراً اپنے مطالبہ سے دستبردار نہ ہوں گے" (صفحہ ۲۴۲)

"میں پھر پنڈت جی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے سیاسی تدبر کو بروئے کار لائیں۔ ساری دنیا ان سے یہی توقع رکھتی ہے۔ جب پنڈت نہرو اپنے ناخنِ تدبیر سے دُنیا کے بڑے بڑے جھگڑوں کو حل کر سکتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں کشمیر کا جھگڑا ان کے لئے کیا مشکل ہے۔ اگر وہ کوشش کریں تو بہت جلد حل ہو جائے گا۔ ہمارا تمام تعاون ان کو حاصل ہوگا اور وہ ہمیں اپنے وعدوں میں سچا پائیں گے" (صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳)

میں نے پنڈت جی سے درخواست کی کہ وہ خود جج بنیں اگر میرا قصور ثابت ہو تو میں بخوشی سزا بھگتنے کو تیار ہوں" (صفحہ ۵۲)

شیخ صاحب نے ہندوستان دشمنی کے الزام کا مسکت جواب دیتے ہوئے کہا

"آپ مجھے ہندوستان کا دُشمن نہ سمجھیں اور ہندوستان اور پاکستان بننے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں" (صفحہ ۴۷)

شیخ صاحب نے سازش کی حقیقت کیوں بے نقاب کیا ہے

"مگر اس کی تہ میں کچھ اسباب تھے اور وہ یہ کہ مجھ پر سازش کا الزام لگا کر وہ اپنی سازش کو چھپانا چاہتے تھے" (صفحہ ۲۱۱)

شیخ صاحب نے قانون کا جتنا احترام کیا اتنا کون کر سکتا ہے۔ چنانچہ ۸ مارچ ۱۹۵۸ء کو جب تقریروں، جلسوں اور جلوسوں پر حکومت کشمیر نے پابندی لگا دی تو ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء کو جمعۃ الوداع کی مبارک تقریب پر انہوں نے کہا

"آپ کو اس کا علم ہے کہ حکومت کشمیر کی طرف سے جلسوں اور جلوسوں پر دفعہ نمبر ۵ نافذ کر کے پابندی لگا دی گئی ہے۔ اس لئے میں

اس جامع مسجد میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو قانون کے احترام کے منافی ہو"
(صفحہ ۲۵۶)

خطبہ کے اختتام پر انہوں نے حاضرین سے ان لفظوں میں اپیل کی

"آخر میں پھر آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ نہایت ہی پُرامن طریقہ سے اپنے گھروں کو جائیں ...... حکمران جماعت دفعہ ۵ کی آڑ میں امن شکنی کا ارادہ رکھتی ہے - اب آپ سب کا یہ فرض ہے کہ حکومت کو امن کے نام پر بدامنی پھیلانے کا موقع نہ دیں" (صفحہ ۲۶۰)

اپنی دوبارہ گرفتاری کے بارے میں شیخ صاحب نے کہا

"آج کل میری دوبارہ گرفتاری کا بہت چرچا ہو رہا ہے گزشتہ پانچ سال کی نظربندی سے کشمیر کا جھگڑا ختم نہ ہوا تو اب دوبارہ مجھے گرفتار کر کے نظربند کر دیا جائے تو کیا اس سے کشمیر کا جھگڑا ختم ہو جائے گا
(صفحہ ۲۳۹)

اس مقدمہ میں مندرجہ بالا اقتباسات بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کیے گئے ہیں - اب اس بات کو ناظرین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ وہ پوری کتاب کا مطالعہ کر کے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں - آخر میں سپاس ناگزاری ہوگی اگر میں ان دوستوں اور ہمدردوں کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس مجموعہ کی ترتیب و تدوین میں میرا ہاتھ بٹایا اگر میری یہ کوشش ناظرین کرام کو حق و صداقت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت اکارت نہیں گئی اور مجھے اس کامیابی پر بجا فخر ہوگا -

فگار

شیخ محمد عبداللہ کے سوانح حیات ایک نظر میں

سنہ ۱۹۰۵ء — ۵ دسمبر کو سری نگر سے چھ میل دور بمقام سورہ پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ محمد ابراہیم

سنہ ۱۱ء سے سنہ ۲۲ء تک گورنمنٹ پرائمری اور گورنمنٹ ہائی اسکول میں تعلیم پائی۔

سنہ ۲۴ء — ایس۔پی کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔

سنہ ۲۶ء — اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ ایس۔ سی کی تعلیم پائی۔

سنہ ۳۰ء — مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ ایس۔ سی کا امتحان امتیازی شان سے پاس کیا۔

سنہ ۳۰ء — واپسی کشمیر اور گورنمنٹ ہائی اسکول میں سائنس ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت۔

سنہ ۳۱ء — ملازمت سے مستعفی ہو کر سیاسی میدان میں قدم رکھا۔ ابتدائی تقریریں لاہور کے اخبارات "کشمیری مسلمان" اور "مظلوم کشمیر" میں شائع ہوئیں۔ یہ اخبارات منشی محمد دین فوق مرحوم نکالتے تھے۔ ان تقریروں میں انہوں نے شخصی راج اور غیر ملکی اقتدار کے خلاف آواز بلند کی۔

〃 — ۲۴ ستمبر کو پہلی بار گرفتاری۔ مہاراجہ نے مارشل لا جاری کر دیا مگر ریاستی عوام اور آل انڈیا احرار اور بعض کانگرسی لیڈروں کے دباؤ کے باعث ۸ روز کے بعد ہی شیخ صاحب کو رہا کرنا پڑا اور مارشل لا کی پابندی بھی اٹھالی گئی۔

سنہ ۳۲ء — پھر گرفتاری اور ایک ماہ جیل میں رہے۔ حکومت نے مارشل لا نافذ کر دیا۔

〃 — اکتوبر میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس قائم کی اور اس کے صدر منتخب ہوئے ریاست میں یہ پہلی سیاسی جماعت تھی اس کا پہلا سیشن ۱۵ اکتوبر کو سری نگر بلایا گیا۔

سنہ ۳۳ء — ۱½ ماہ جیل میں رہے۔

〃 — دوبارہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی صدارت کی۔

سنہ ۳۴ء — ریاست کی تاریخ میں پہلی بار قانون ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو شیخ صاحب کی جماعت کو اتنی زبردست کامیابی ہوئی کہ مخالف پارٹی کا ایک امیدوار بھی کامیاب نہ ہو سکا مگر، ۱۷ اکتوبر کو جب اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تو پہلے اجلاس ہی

کی کارروائی کا رنگ دیکھ کر شیخ صاحب مایوس ہو گئے کیونکہ عوامی مفاد کے کاموں کے لئے اسمبلی کے اس ڈھانچہ میں کچھ زیادہ گنجائش نہیں تھی۔

سنہ ۳۷ء لیجسلیٹو اسمبلی کے دوسرے انتخابات میں شیخ صاحب کی جماعت کے پہلے چناؤ کی طرح ۲۱ منتخب امیدواروں میں سے سب کے سب کامیاب ہوئے۔ یاد رہے کہ اس اسمبلی میں مہاراجہ کے نامزد ممبروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اور منتخبہ ممبران کم۔ پورا ہاؤس ۷۵ ممبروں پر مشتمل تھا۔ اور اسے پرجا سبھا کہتے تھے۔

سنہ ۳۸ء ۲۹ راگست کو پھر چھ ماہ قید۔ اس وقت ریاست کے وزیر اعظم آنجہانی سر گوپال سوامی آئنگر تھے۔

سنہ ۳۹ء ۱۱ رجون کو مسلم کانفرنس کی خاص میٹنگ میں اس کے دستور اساسی میں ایک بنیادی تبدیلی کی یعنی اُس کا نام بدل کر نیشنل کانفرنس رکھا اس طرح اس ادارے کے دروازے بلا امتیاز مذہب و ملت سب پر کھول دئے اور ریاست میں ایک سیکولر ادارہ قائم کیا۔

" جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے پہلے صدر منتخب ہوئے

" آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے لُدھیانہ سیشن میں شرکت کی جس کی صدارت کے فرائض پنڈت جواہر لال نہرو نے انجام دئے۔ شیخ صاحب نے پنڈت نہرو کے ساتھ ہندستان کی ریاستوں کے کروڑوں باشندوں کو غلامی کے بندھن اور مطلق العنان حکمرانوں کے چنگل سے نجات دلانے کی جد وجہد میں شاندار پارٹ ادا کیا۔

سنہ ۴۲ء کشمیری عوام نے شیخ صاحب کی قیادت میں "ہندستان چھوڑ دو" کی تحریک کا ساتھ دیا۔

سنہ ۴۳ء آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے تاریخی اجلاس میرپور کی صدارت کی۔

سنہ ۴۴ء آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ سری نگر کی صدارت کرتے ہوئے نیا کشمیر[۱] کے لائحہ عمل کی وضاحت کی اور بتایا کہ اس کا مقصد کشمیر میں ایک ایسی ذمہ دار حکومت کا قیام ہے جو جمہوری اصولوں پر مبنی ہو اور صحیح معنوں میں عوام کی نمائندہ ہو۔

" مسٹر محمد علی جناح کی کشمیر میں آمد اور شیخ صاحب سے ان کے مذاکرات مگر شیخ صاحب نے دو قومی نظریہ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔

---

[۱] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔ کتابچہ "نیا کشمیر" ناشر کشمیر انفرمیشن بیورو دہلی۔

۱۹۴۴ء — مہاراجہ نے مزید اصلاحات کے نام سے حکومت کے کابینہ میں دو عوامی منسٹر لینے کا اعلان کیا تو نیشنل کانفرنس نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے مرزا افضل بیگ کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے نامزد کیا اور انہیں اس بلی جلی (Diarchy) حکومت میں منسٹر بنا دیا گیا۔ اپنی منسٹری کے قلیل عرصہ میں بیگ صاحب نے بہت اصلاحاتی اقدامات کرنا چاہے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ شیخ صاحب کے ارشاد کے مطابق بانہال (ٹنل) سرنگ کی اسکیم تیار کی تاکہ برف باری کے ایام میں بھی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے اور اس طرح سال بھر سری نگر سے جموں تک کا راستہ کھلا رہے مگر مہاراجہ نے ان کی ایک بھی چلنے نہ دی جس کا نتیجہ آخر کار یہ نکلا کہ شیخ صاحب کے حکم کی تعمیل میں بیگ صاحب کیبنٹ سے مستعفی ہو گئے۔

۱۹۴۵ء — اگست کے مہینہ میں جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس سوپور کے سالانہ اجلاس میں کشمیر کے حق خود ارادیت کی اہم اور بنیادی قرارداد پاس کی۔ اس اجلاس میں پنڈت نہرو، مولانا آزاد[۲]، خان عبدالغفار خاں (سرحدی گاندھی) اور خان عبدالصمد خاں (بلوچستانی گاندھی) نے بھی شرکت کی اور مشہور احرار لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی اس وقت کشمیر میں موجود تھے۔ اس دوران میں کل ہند اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کی مجلس قائمہ (اسٹینڈنگ کمیٹی) کا اجلاس بھی سری نگر میں منعقد کرایا۔

" — پولٹیکل کانفرنس پشاور اور جمعیۃ علمائے ہند کی سالانہ کانفرنس سہارن پور میں شرکت کرکے تاریخی تقریریں کیں

۱۹۴۶ء — وائسرائے ہند نے والیانِ ریاست کے چیمبر میں جو تقریر کی اور والیانِ ریاست کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا شیخ صاحب نے آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس بلا کر اُن کے معاہداتی حقوق کے مطالبہ کی مخالفت میں قرارداد پاس کرائی۔

۱۹۴۶ء — مئی کے مہینہ میں "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ لگایا یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرکے آزاد کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اس تحریک کا مقصد

---

۱ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔

۴۶ء — یہ تھا کہ جب اختیارات ہندوستان کو منتقل کئے جائیں تو ریاستی عوام کے حق عود ارادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ریاستوں کے اختیارات ان کے سپرد کئے جائیں نہ کہ حکمرانوں کے سپرد!

" — کیبنٹ مشن جب انگلستان سے ہندوستان آیا اور اس کے بعد سری نگر پہونچا تو اسے تار دیا[1] جس میں اس کا اظہار کیا کہ اب کشمیری عوام کا مطالبہ ریاست میں صرف ذمہ دار حکومت کا قیام نہیں بلکہ شخصی حکومت کا بھی اس کے ساتھ ہی خاتمہ کرنا ہے۔

" — کیبنٹ مشن کو میمورنڈم[2] بھیجا۔

" — ۲۰ر مئی کی شام رنبیر پینل کوڈ کی دفعہ ۱۹۴ کے تحت گرفتاری اور نظربندی گرفتاری سری نگر سے کوئی ستر میل دور دہلی جاتے ہوئے گڑھی کے مقام پر ہوئی جب کہ شیخ صاحب گاندھی جی اور دوسرے بڑے قومی لیڈروں سے بات چیت کرنے کیلئے دہلی جا رہے تھے۔ ابھی نظربند ہی تھے کہ کل ہند اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے سیشن منعقدہ گوالیار کا انہیں صدر منتخب کر لیا گیا۔

" — ۱ر دسمبر کو لالہ برکت رائے سیشن جج کی عدالت میں بغاوت کے الزام میں مقدمہ کی سماعت۔ پیروی کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو کی روانگی مگر مہاراجہ نے پنڈت جی کے داخلۂ کشمیر پر بندش پابندی لگا دی اور کوہالہ پل پر انہیں گرفتار کر لیا۔ مسٹر آصف علی نے مقدمہ کی پیروی کی امدادی وکلاء میں ان کے ساتھ دیوان چمن لال اور شری بھگوان سہائے بھی تھے مگر سیشن جج نے زیر دفعہ ۱۲۴ (اے) رنبیر پینل کوڈ بغاوت کے جرم میں شیخ صاحب کو ۹ سال قید با مشقت اور ۱۵ سو روپیہ جرمانہ کی سزا[3] (بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ۹ ماہ مزید قید محض) کا حکم سنا دیا مگر ۲۹ر ستمبر ۴۷ء کو حکومت کشمیر شیخ صاحب کو رہا کرنے پر مجبور ہوئی۔

۴۷ء — ۲۵ر اکتوبر کے بعد جب قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کیا اور وہ یلغار کرتے ہوئے سری نگر کے مضافات تک پہونچ گئے تو مہاراجہ کشمیر نے بھاگ کر جموں میں پناہ لی مگر شیخ صاحب اپنے ساتھیوں سمیت ان کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ ہندوستان میں ہر طرف فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑک رہی تھی اور لوگ بڑی بے دردی سے ایک دوسرے

---

[1] و [2] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔

[3] "Kashmir on Trial" مطبوعہ لائن پریس لاہور

۱۹۴۷ء کا گلا کاٹ رہے تھے۔ مگر شیخ صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں وادیٔ کشمیر کے مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کے جان ومال اور ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا کر انہیں بچا لیا۔ شیخ صاحب کی اس شاندار کامیابی پر گاندھی جی اور دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں نے تحسین وآفرین کے پھول نچھاور کئے۔

〃 ۳۰ اکتوبر کو ہنگامی حالات میں ایمرجنسی حکومت کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

〃 کشمیر کا ہندوستان سے الحاق کرایا جسے حکومت ہند نے عارضی تسلیم کرتے ہوئے رائے شماری کی شرط لگا دی اور پنڈت نہرو نے بھی دہلی سے براڈکاسٹ کرتے ہوئے اس کی تائید کی۔

〃 ہنگامی اور خطرناک حالات میں ریاست بھر کے پے در پے دورے کئے خاص طور پر صوبہ جموں کے طول وعرض میں فرقہ وارانہ فساد کی آگ کو فرو کر کے امن وامان بحال کیا اور پناہ گزینوں کے مشترکہ امدادی کیمپوں کی نئے سرے سے تنظیم کی۔ یہ امدادی کیمپ بیگم شیخ محمد عبداللہ نے پہلے ہی قائم کر رکھے تھے جب کہ شیخ صاحب ابھی جیل میں تھے ان میں ہندو، سکھ اور مسلمان پناہ گزینوں کو ایک ساتھ رکھا جاتا۔ اغوا شدہ بچوں اور عورتوں کی بازیابی کا انتظام کیا اور اس کار خیر کو ہندوستان کی مایۂ ناز خاتون مردولا سارابھائی کی ہدایت کے مطابق چلایا — اور جو اسکول اور شفاخانے — اور دیگر سرکاری ادارے فسادات کے باعث بند ہو چکے تھے اُن کو دوبارہ جاری کیا۔

〃 فرقہ وارانہ فسادات کے باعث جب ریاست پٹیالہ میں کسی مسلمان کا گزر مشکل تھا اور قبائلی حملہ آوروں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی ؒ کے روضہ مبارک کو بھی مسمار کر دیا گیا ہے تو شیخ صاحب نے چودھری محمد شفیع کو سرہند شریف بھیجا تاکہ وہ موقع پر پہونچ کر اصل حال معلوم کریں چونکہ یہ درگاہ مسلمانان عالم کے لئے بالعموم اور مسلمانانِ ہند کے لئے بالخصوص روضہ شریف اجمیر کی طرح مرجع عقیدتمندی ہے اس لئے اس کی مزید شیخ صاحب نے محسوس کی۔ چودھری صاحب موصوف نے سرہند شریف پہونچ کر دیکھا کہ روضہ مبارک خدا کے فضل وکرم سے مصئون ومحفوظ ہے اور قبائلیوں کی

---

۱ ۲ کتاب ہذا کا صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹ ۳ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔

۱۹۴۷ء انواہ قطعاً بے بنیاد تھی۔ انہوں نے وہاں عرس کا انتظام کیا جس میں مقامی چند مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں نے ایک بڑی تعداد میں شرکت کی اس وقت ریاست پٹیالہ کے چیف منسٹر سردار گیان سنگھ راڑے والا تھے وہ بھی اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ حاضر درگاہ ہوئے اور یقین دلایا کہ روضہ مبارک اور دیگر مقام کی یقیناً حفاظت کی جائے گی اور مساجد کی بھی دیکھ بھال حکومت کرے گی۔ اس طرح اجمیر شریف میں بھی اپنے نمائندے بھیجے اور وہاں کے ہندوؤں نے بھی یقین دلایا۔

۱۹۴۸ء ۵ مارچ کو پورے اختیارات کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر کی وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوئے۔

〃 جموں وکشمیر آل انڈیا ریڈیو کی برانچ قائم کی۔

〃 قبائلیوں کے ساتھ عین جنگ کے دوران کشمیر یونیورسٹی قائم کی جس کی پہلی کنووکیشن ۲۰ نومبر سنہ ۵۰ء کو اس کی اول صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کنووکیشن ایڈریس پڑھا۔

〃 جناب مولوی محمد ابراہیم میوات (راجستان) کے کانگرسی لیڈر ایک وفد لے کر شیخ صاحب کے پاس نئی دہلی آئے اور ان کی درخواست پر مولانا محمد سعید مسعودی کو میوات کے دورہ پر بھیجا گیا۔

〃 شیخ صاحب خود بھی خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ[1]، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت باقی باللہؒ اور شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی کے روضہ ہائے مبارک کی دیکھ بھال کے لئے دہلی آتے رہے اور مقابر اور مساجد کی حفاظت اور مسلم عوام کے بچاؤ کے لئے انہوں نے حکومت ہند اور عوام سے درخواست کی چنانچہ شیخ صاحب کو اس کا یقین دلایا گیا کہ مسلمانوں کے روضہ ہائے مقدس، مقابر، مساجد اور گورستانوں کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی اور ان کو کوئی گزند اور نقصان نہیں پہونچنے دیا جائے گا اور

---

[1] گاندھی جی نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار شریف مہرولی دہلی کو اور مسلمانوں کو بچانے کے لئے یہاں برت رکھا تھا اور جب تمام مذاہب کے لیڈروں نے ان کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو ان کی مساجد، مقابر اور قبرستانوں کی اور ان کے تمام حقوق کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائیگی اور ان کو بچایا جائے گا تو انہوں نے برت توڑ دیا (گاندھی جی کی دہلی ڈائری) [2] ...

۱۹۴۸ء ان کے جملہ حقوق ادا ہوتے رہیں گے۔

" چودھری محمد شفیع کو خیر سگالی کے مشن پر حیدر آباد بھیجا جنہوں نے وہاں چھ ماہ قیام کیا اور ریاست حیدر آباد کے عوام میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور خوشگوار تعلقات استوار کرنے میں مدد دی اس کے علاوہ پنجاب اور اتر پردیش وغیرہ صوبوں میں جہاں کہیں فسادات رونما ہوئے اور اس کی اطلاع ملتی شیخ صاحب خود بھی وہاں پہونچتے اور مولانا سعید مسعودی اور مرزا افضل بیگ اور بعض دوسرے ساتھیوں کو خیر سگالی کے مشن پر بھیجتے۔ کشمیر کے ان قائدین نے شیخ صاحب کے ارشاد کے مطابق اتحاد و اتفاق کے لئے شاندار خدمات انجام دیں۔

" وزارتِ عظمیٰ کی عنان سنبھالتے ہی سب سے پہلے بیگار کا خاتمہ کیا، ملک کو مہنگائی اور قحط سے بچانے کے لئے غلّہ اور دیگر بنیادی ضروریاتِ زندگی کی تقسیم کا کام کو آپریٹو سوسائٹیوں کے سپرد کیا، ٹرانسپورٹ کو قومی ملکیت قرار دیا اور سری نگر کو بذریعہ سڑک پختہ پٹھانکوٹ سے ملایا کیونکہ ریاست سے ہندوستان جانے کے اور تمام راستے پاکستان کی اس وقت کی حکومت نے ہندوستان سے عارضی الحاق سے پہلے ہی بند کر دئے تھے۔

" ہندوستانی وفد کے ساتھ ادارہ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کے اجلاس منعقدہ نیویارک (امریکہ) میں شرکت کی اور اپنی تقریر میں اس کے سامنے ریاستِ کشمیر کے باشندوں کا زاویۂ نظر پیش کیا۔

۱۹۴۹ء ہندوستان کی مجلس دستور ساز کے ممبر بنائے گئے اور آئین ہند کی تدوین اور ترتیب میں نمایاں حصہ لیا۔

۱۹۵۰ء ۴۹ اور ۱۹۵۰ء ان دو سال کے دوران لکھنؤ یونیورسٹی، عثمانیہ یونیورسٹی اور بعض دوسری یونیورسٹیوں نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دیں۔

(پچھلے صفحہ کا ۲ فٹ نوٹ) شیخ صاحب نے ہمیشہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے آواز بلند کی اور اس میں کبھی مذہبی اور فرقہ وارانہ امتیاز نہ برتا مگر چونکہ مسلمان اکثر فرقہ وارانہ فسادات کا شکار ہوتے تھے اسلئے شیخ صاحب خصوصیت سے حکومت ہند اور ہندوستان کے عوام کو ادھر متوجہ کرتے تھے۔ اس کے باوجود ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ جاری رہا اور آجتک جاری ہے چنانچہ حیدر آباد، عادل آباد اور نظام آباد (آندھرا پردیش) بنگلور اور بیدر (میسور اسٹیٹ) اجمیر، کوٹہ، الور بھرت پور (راجستھان) بھوپال، سیہور (مدھیہ پردیش) میرٹھ، مظفر نگر، سہارنپور، لکھنؤ، شاہجہاں پور، آگرہ، اعظم گڑھ (اتر پردیش) اور بھاگل پور سیتا مڑھی، مظفر پور، آرہ اور گیا (بہار) کے فسادات اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

سنہ ۵۰ء راشٹریہ سویم سیوک سنگھ نے اپنی فرقہ دارانہ تحریک جس طرح ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چلا رکھی تھی اسی طرح اس نے ریاست کشمیر کو بھی اپنی جولانگاہ بنانا چاہا مگر شیخ صاحب سد سکندری کی طرح اس کی راہ میں حائل ہو گئے اور سنگھ اپنے منصوبوں میں ناکام رہا۔

" ۱۳ جولائی کو "بڑی زمینداریوں اور جاگیرداریوں کے خاتمہ کا قانون سنہ ۵۰ء" پاس کر کے جاگیرداری اور زمینداری کا خاتمہ کر دیا اور خود کاشت کرنے والوں کے لئے ۲۲ ایکڑ فی کس زمین کی حد مقرر کر دی۔ اس طرح جو لوگ زمینداروں اور جاگیرداروں کی زمینیں کاشت کرتے تھے وہ خود قانونی طور پر زمین کے مالک قرار پائے۔

" اسی طرح قانون منسوخی رہن بھی بنایا جس کے رو سے ساہوکار نے اگر اپنی واجب رقم جائداد رہونہ سے وصول کر لی ہے تو پھر وہ رہن کالعدم ہو جائے گا اور جائداد مالک کو واپس ملجائیگی اور قانون منسوخی قرضہ بنایا جس کے رُو سے سو روپیہ پر بلا قید میعاد پچاس روپیہ سود مقرر کیا یعنی جس شخص نے ایک سو روپیہ کسی کو قرض دیا تھا اور اس کی کوئی قید نہیں کہ کب دیا تھا اس مقررہ تاریخ سے پہلے اگر اس نے ایک سو پچاس روپیہ سے کم سود وصول کیا ہے تو اس کمی کو پورا کیا جائے اور اگر وہ اس سے زیادہ وصول کر چکا ہے تو زائد رقم مقروض کو واپس دے اس طرح تمام ریاستی کسانوں اور مزدوروں کو قرضہ اور سود در سود کے منافع کی لعنت سے نجات دلائی جس کے تلے وہ مدتوں سے دبے ہوئے تھے اور سود خور ڈھیلی سے جو بلی بنا رہے تھے۔ اس قانون کے رُو سے سود پر سود کوئی بھی نہیں لے سکتا سوائے اس کے جو حکومت نے مقرر کیا۔

" دیہات کے نمبرداروں، ذیلداروں اور دوسرے عہدیداروں کو پہلے حکومت کی جانب سے نامزد کیا جاتا تھا شیخ صاحب نے ان کے تقرر کا طریقہ بذریعہ انتخاب رائج کیا۔

" ۲۷ اکتوبر کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل میں کشمیر دستور ساز اسمبلی کو وجود میں لانے کا ریزولیوشن پاس کرایا اور کشمیر دستور ساز اسمبلی کے دائرہ عمل کی وضاحت کی۔

سنہ ۵۱ء کشمیر دستور ساز اسمبلی کے لئے ارکان کے نام بغرض انتخاب ریاستی عوام کے سامنے پیش کئے

۱ـ "Constituent Assembly for Jammu & Kashmir" کتابچہ ناشر پریس انفرمیشن بیورو جموں و کشمیر گورنمنٹ

۱۹۵۱ء جنہیں عوام نے متفقہ طور پر اسی طرح کامیاب کرایا جس طرح ۳۴ء اور ۳۷ء کے انتخابات میں پہلے کرا چکے تھے گویا کہ انتخاب میں وہی امیدوار کامیاب ہوتے جنہیں شیخ صاحب نامزد کرتے۔

۱۹۵۲ء مہاراجہ کشمیر کے موروثی حق کا خاتمہ کیا اور بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے چیئرمین ہونے کی حیثیت سے جب کمیٹی کی رپورٹ کشمیر دستور ساز اسمبلی میں پیش کی تو موروثی حق کے خاتمہ کی حمایت میں سیر حاصل تقریر[۱] کی

〃 بانہال سرنگ (ٹنل) کی اسکیم کے بعد سندھ ہائیڈرو پروجیکٹ کی جانب قدم اٹھایا

〃 ہندستان کی تقسیم اور قبائیلیوں کی غارتگری کے باعث ریاست کا تجارتی سلسلہ درہم برہم ہو گیا تھا چنانچہ اسے از سر نو ترتیب دیا اور ہندستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر میں کشمیری صنعت و حرفت اور دستکاری کو فروغ دینے کی اسکیم پر عملدرآمد کیا اور کئی مقامات پر امپوریم قائم کیے۔

〃 جولائی میں حکومت ہند کے ساتھ نیا معاہدہ کیا جو معاہدہ دہلی[۲] کے نام سے مشہور ہے اور اس کے نکات کی تشریح و وضاحت کرتے ہوئے ریاستی دستور ساز اسمبلی کے سامنے ۱۱ اگست کو تقریر[۳] کی۔

〃 صوبہ جموں کو ریاست کشمیر سے الگ رکھنے کے لیے پرجا پرشید نے تحریک شروع کر دی شیخ صاحب نے اپنے حسن تدبیر سے اس کی روک تھام کی اور جموں کے عوام کو اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا۔

〃 جموں کی طرح لداخ میں بھی علیحدگی پسندی کی تحریک کا آغاز ہوا اس کے لیے بھی شیخ صاحب نے انسدادی تدبیریں کیں اور عوام کو معاملہ کی نزاکت کا احساس دلایا۔ ہندستان کی فرقہ دار جماعتوں ہندو مہا سبھا، جن سنگھ اور رام راجیہ پرشید نے بھی جموں کی فرقہ دار جماعت پرجا پرشید کی تائید و حمایت میں ایجی ٹیشن شروع کر دی جس کا مقصد یہ تھا کہ

---

[۱] "Abolition of Hereditary Rule"
کتابچہ ناشر کشمیر انفرمیشن بیورو نئی دہلی۔ [۲] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں [۳] کتابچہ "انڈیا اور کشمیر" مطبوعہ وزارت اطلاعات و نشریات جموں و کشمیر حکومت صفحہ ۱۳

ریاست جموں وکشمیر کو ہندستان کے ساتھ قطعی طور پر ضم کر دینا چاہیے شیخ صاحب نے اس تحریک کو بھی رد کا اور پوری ریاست کو اس کے فرقہ وارانہ اثر سے محفوظ رکھا۔

۱۹۵۳ء ہندستان میں ہر طرف بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی اور اقلیتوں کے مصائب و آلام کی طرف خصوصی طور پر حکومت ہند کو توجہ دلائی۔

〃 جن سنگھ کے صدر ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کے ساتھ خط و کتابت[1] کے دوران شیخ صاحب نے کشمیری عوام کا زاویہ نظر اُن پر واضح کیا۔

〃 جموں وکشمیر کے بعض مقامات پر بعض ریاستی وزیروں[2] کے خلاف وعدہ خلافی اور بد انتظامی، رشوت خوری اور کنبہ پروری کی شکائتیں کی گئیں تو شیخ صاحب نے ان کے بارے میں تحقیقات کا وعدہ کیا نیز کنبہ پرور اور رشوت خور افسروں اور ان کی حمایت کرنے والے وزیروں کے خلاف بھی تحقیقات کا وعدہ کیا!

〃 جون کے مہینہ میں حکومت ہند اور پنڈت نہرو کے کہنے پر ایک اعلی سطح کمیٹی (High Level Committee) وجود میں لائی گئی یہ ضرورت اسلئے محسوس کی گئی کہ حکومتِ ہند اور حکومتِ پاکستان دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کی باہمی ملاقات اس موضوع پر کسی فیصلہ کُن بات چیت کرنے ہونے والی تھی اس لئے حکومتِ ہندوستان کی نے یہیں کہا کہ اس قسم کی کمیٹی بنائی جائے اور اس کے فیصلے سے اُسے مطلع کیا جائے چنانچہ ان آٹھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ ۱۔ شیخ محمد عبداللہ (چیئرمین) ۲۔ مولانا محمد سعید مسعودی۔ ۳۔ مرزا افضل بیگ۔ ۴۔ بخشی غلام محمد۔ ۵۔ پنڈت شام لال صراف۔ ۶۔ خواجہ غلام محمد صادق۔ ۷۔ لالہ گردھاری لال ڈوگرہ۔ ۸۔ سردار بدھ سنگھ۔ کمیٹی کی متعدد میٹنگیں ہوئیں اور آخر کار ایک قرارداد[3] متفقہ طور پر پاس کر کے حکومتِ ہند اور پنڈت جواہر لال نہرو کو بھیج گئی۔ اس فیصلہ پر بخشی غلام محمد

---

[1] "Integrate Kashmir" کتابچہ مشتمل پر مکرجی، نہرو اور شیخ عبداللہ خط و کتابت مطبوعہ پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ بھارتیہ جن سنگھ دہلی۔ [2] مولانا محمد سعید مسعودی کا نام خطوط محررہ ۶ راگست اور ۸ راگست ۱۹۵۳ء ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔ [3] کتاب ہذا کا صفحہ ۱۴۶ باب دسواں۔

۱۹۵۳ء نے بھی دستخط کیے۔ اور پرزور تائید و حمایت کی۔

" عیدالفطر کے موقعہ پر شیخ صاحب ایک تقریر براڈکاسٹ کرنے والے تھے جس کا مسودہ اردو زبان میں تیار کیا گیا تھا مگر قبل از وقت ہی ۸ اور ۹ اگست کی درمیانی شب کو ایک منظم سازش کے تحت غیر آئینی طور پر شیخ صاحب کو گرفتار کر کے نظربند کر دیا گیا۔ بعد میں ان پر غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ سازش کرنے کا بے بنیاد الزام لگایا جو کبھی شرمندۂ ثبوت نہ ہوا۔

۱۹۵۶ء نظربندی کے دوران جب ریاست جموں و کشمیر کی دستور ساز اسمبلی کا سیشن اس مقصد سے بلایا گیا کہ ریاست کا دستور پاس کیا جائے تو شیخ صاحب نے اسمبلی کے صدر خواجہ غلام صادق کو اگست کے مہینہ میں خط[1] لکھا جس میں اس امر کی وضاحت کی کہ ہاؤس کے لیڈر اور دوسرے ارکان اسمبلی کو اس طرح غیر آئینی طور پر نظربند کر کے ان کی غیر حاضری میں دستور ساز اسمبلی کا اجلاس بلانا اور اس میں دستور پاس کرنا کسی صورت سے بھی جائز نہیں اس لئے الگ ڈفلی نہ بجائی جائے بلکہ کوئی متفقہ اور متحدہ صورت اختیار کی جائے جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔

" ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ممبر ڈاکٹر سہرائن (جو اس وقت مرکزی حکومت کے وزیر تار و ڈاک ہیں۔) نے کُد سب جیل میں شیخ صاحب سے ملاقات کی۔

۱۹۵۸ء ملکی صورتِ حالات اور بین اقوامی دباؤ کے پیش نظر ۴½ سال کی طویل نظربندی سے شیخ صاحب کو ۸ جنوری کی شام کے ۵ بجے کُد سب جیل سے رہا گیا جب کہ کُد کا تمام علاقہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اور راستہ کے تمام پہاڑ برف پوش تھے۔

" شری اشوک مہتہ[2] ممبر پارلیمنٹ اور لیڈر پرجا سوشلسٹ پارٹی ۲۰ اپریل کو ان سے

---

[1] کتاب ہذا کا صفحہ ۱۳۲ مزید تفصیل کے لئے "شیخ صادق خط و کتابت" ناشر مردولا سارابھائی

[2] پرجا سوشلسٹ پارٹی کے مشہور لیڈر اور پارلیمنٹ کے ممبر شری اشوک مہتہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جن میں بمبئی کی مشہور اور سرگرم ممبر کارپوریشن محترمہ بہن واسنتی شران بھی شامل تھیں ۱۹۵۵ء کے اواخر میں کشمیر تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کریں۔ سری نگر کے لال چوک میں عین دوپہر کے وقت بخشی غلام محمد وزیر اعظم (آئندہ صفحہ کے فٹ نوٹ پر)

۱۹۵۸ء بات چیت کرنے کے لئے عازم سری نگر ہونے والے تھے کہ ۳½ ماہ کی رہائی کے بعد ۲۹ اپریل کو پھر شیخ صاحب کو انکے مکان سورہ سے آدھی رات کے وقت گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے کٹھوعہ جیل میں نظر بند رکھا گیا پھر اکتوبر میں انہیں بھی اس مقدمہ کے ملزموں کے زمرہ میں شامل کر لیا گیا جو ان کے دوسرے ساتھیوں کے خلاف حکومتِ کشمیر کا تختہ الٹنے کی سازش کے الزام میں چلایا جا رہا تھا اس مقدمہ کی سماعت جموں میں ایک اسپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں ہو رہی ہے۔

شیخ صاحب کی جو تقریریں، بیانات، پریس انٹرویو اور خطوط اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں ۸ جنوری ۱۹۵۸ء سے ۲۹ اپریل ۱۹۵۸ء تک ۳½ ماہ کے درمیانی عرصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ فٹ نوٹ) کشمیر کے بھائی اور نیشنل کانفرنس سری نگر کے صدر نے غنڈوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیا اور پولیس کی موجودگی میں یہ اصحاب ایک گھنٹہ تک غنڈوں کے نرغے میں رہے۔ اس غنڈہ گردی کے خلاف ہندوستان بھر میں احتجاج کیا گیا اور پرجا سوشلسٹ پارٹی کے صدر اچاریہ کرپلانی نے بھی پارلیمنٹ کے اندر اور باہر احتجاج کیا نیز شری لچھے پرکاش نرائن، شری ناتھ کرشن چودھری سابق چیف منسٹر اڑیسہ اور دوسرے سرگردہ لیڈروں نے اس کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اس واقعہ پر اظہار افسوس کیا۔

دوسرا باب

نظر بندی سے رہائی —

مس مردولا سارابھائی کے نام خط —

ایڈیٹر "سچ" کی رپورٹ —

ایرمنڈا میں آمد —

لارک پورہ میں تقریر —

دیالگام میں تقریر —

شیر باغ (اننت ناگ) میں تقریر —

عزتِ نفس کا مفہوم — سنہ ۵۳ء کے سانحہ کا ذکر — نظر بندی رحمت — ہندوؤں اور سکھوں سے خطاب — پنڈت نہرو کی دوستی — کشمیر کے باشندوں کا کیا قصور — سنہ ۴۷ء کا خون خرابہ — سب سے بڑا گناہ۔

دُوسرا بابْ

نظربندی سے رہائی —

۵۳ ماہ کی طویل نظربندی کے بعد جب شیخ محمد عبداللہ کو ۸ جنوری ۱۹۵۸ء کی شام کے ۵ بجے کدسب جیل سے رہا کیا گیا تو ان کے ہمراہ دو رفیق صوفی محمد اکبر اور اور خواجہ علی شاہ بھی تھے۔ شیخ صاحب کی رہائی کی خبر سارے مُلک میں آگ کی طرح پھیل گئی اور کشمیر کے لوگ ان کے استقبال کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ چونکہ شیخ محمد عبداللہ کی رہائی کے وقت یہ خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ فتنہ انگیز عناصر اُس امن فضا کو مکدر کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور اس کا تمام تر الزام شیخ محمد عبداللہ اور ان کے حامیوں پر لگائیں گے اس لئے شیخ محمد عبداللہ نے ۱۰ جنوری ۱۹۵۸ء کو کُد ڈاک بنگلہ ہی سے اس کی وضاحت کرنا مناسب سمجھی نیز کشمیری عوام کو بھی اس کی نزاکت سے آگاہ کرنا چاہا۔ یہ خط انھوں نے بہن مس مردولا سارابھائی کو لکھا تھا اور یہ درخواست کی تھی کہ اسے فوراً شائع کرا دیا جائے۔

مس مردولا سارابھائی کے نام خط —

"رہائی کے تھوڑی دیر پہلے مسٹر مہرہ انسپکٹر جنرل پولیس سے میری بات چیت ہوئی۔ میں نے اُن سے مناسب الفاظ میں کہا کہ کسی بھی صورت میں عام لوگوں کی طرف سے نقض امن کا اندیشہ نہیں ہو گا کیونکہ ہم ہمیشہ امن کے اصول پر کاربند رہے ہیں اس لئے انہیں مخالف جماعت کی منظم کوششوں سے ہشیار رہنا چاہئے اور ان کو ناکام بنانے کے لئے ضروری کارروائیوں پر عمل کرنا چاہئے۔

مجھے قطعی اطلاع ملی ہے کہ لوگوں کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کے لئے کرایہ کے ٹٹو غنڈوں اور سماج دشمن عناصر کو جمع کیا جارہا ہے اور وہ عملی طور پر میدان میں اتر بھی آئے ہیں چنانچہ ٹوڈہ ایسے دور دراز علاقہ میں عوام پر ظلم و ستم ڈھایا جارہا ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وادی میں کتنا خراب ماحول پیدا کر دیا گیا ہے۔

"میری دلی خواہش ہے کہ مکمل امن و امان قائم رہے تاکہ زخمی اور مجروح دلوں کو سکون نصیب ہو مگر جو اطلاعات میرے پاس پہونچ رہی ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہیں اور مفاد خصوصی رکھنے والوں کے ارادے کچھ اور ہی ہیں اور صورتِ حال اتنی نازک اور تکلیف دہ ہے کہ مختصراً بیان کرنا بھی طول عمل ہوگا تاہم ایک معمولی سا اشارہ بھی پورے طور پر واضح کرنے کے لئے کافی ہوگا کہ حالات کیا ہیں اور ماحول کو کس طرح مسموم بنایا جارہا ہے۔ آج صبح اخباری نمائندے مجھ سے ملے چونکہ ڈاک بنگلہ ایک عام جگہ ہے اور کسی شخص کو یہاں آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔ اس لئے اخباری نمائندوں نے مجھے گھیر لیا۔ میں نے ان کہا کہ میں نے کسی بھی صورت میں ہندوستان کو دھوکا نہیں دیا بلکہ مجھے دھوکا دیا گیا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے بعد اخباری نمائندوں نے میرے بارے میں کیا رائے قائم کی۔ میرا خیال ہے کہ اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے آپ براہ کرم پورا خیال رکھیں گے تاکہ کوئی غلط بیانی نہ ہو اس لئے کہ اس سے صورتِ حال اور بگڑ جائے گی"

ایڈیٹر "سچ" کی رپورٹ۔

۱۰ر جنوری ۵۸ء کو شیخ محمد عبداللہ ابھی کد ڈاک بنگلہ میں مقیم تھے کہ پریس کے نمائندے پہونچ گئے اور انہوں نے اُن کو گھیر لیا۔ ان میں "سچ" اخبار جموں کا ایڈیٹر بھی تھا۔ پریس کے نمائندوں سے شیخ صاحب کی جو گفتگو ہوئی اخبار "سچ" کے ایڈیٹر نے قلمبند کر کے اپنے اخبار کی ۱۱ر جنوری کی اشاعت میں اُسے شائع کیا ہے۔ ذیل میں اس کی نقل درج ہے۔

"وادی کشمیر میں جانے کے لئے میرے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام نہیں کیا گیا اور نہ ہی سری نگر اور دہلی میں اپنے دوستوں کو

ٹیلی فون کرنے کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ میری رہائی کی داستان بھی عجیب ہے۔ بدھ کی شام کو انسپکٹر جنرل پولیس آئے اور کہا کہ آپ کو کٹھوعہ جیل سے سری نگر تبدیل کیا جارہا ہے جہاں کسی کوٹھی میں نظر بند رکھا جائے گا اس کے جواب میں میں نے کہا کہ ایک قیدی کی حیثیت سے وادی کشمیر میں جانے کو تیار نہیں اور اگر مجھے جبراً لے جایا گیا تو وہاں پہونچنے سے پہلے ہی میں اپنی جان دے دوں گا پھر میری لاش آپ پنڈت نہرو کو بھیج دینا۔ اس پر مجھ سے یہ کہا گیا کہ مجھے صرف سری نگر تبدیل کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کے پس پردہ رہا کرنا ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ اس وقت ساڑھے پانچ بجے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت چل کر آدھی رات کو کشمیر میں داخل ہونے میں کیا بھید ہے، میرے ہمراہ سامان بھی ہے اور اس کے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام بھی ضروری ہے آدھی رات کے وقت گھر پہونچوں اور لوگ مجھ سے ملنے کو آئیں۔ میں نے بنگلے اور کوٹھیاں نہیں بنوائیں ہو سکتا ہے کہ عوام کے اژدہام سے وہ گر جائیں یا سردی میں پڑوسی عورتیں آئیں تو اس غنڈہ گردی کے دور دورہ میں ان میں سے کسی کی بے عزتی ہو جائے۔ میرے نزدیک اس وقت کی روانگی اچھی نہیں اگر ٹرانسپورٹ مہیا کر دیا جائے تو میں صبح سویرے روانہ ہو جاؤں گا، مگر بجائے اس کے مجھے تین سو روپیہ دے کر ڈاک بنگلہ میں چھوڑ دیا گیا۔ میں ٹرانسپورٹ کے انتظار میں ہوں جب اس کا کوئی انتظام ہوگا تو میں سری نگر روانہ ہو جاؤں گا۔ اگر حکومت نے مجھے ڈاک بنگلہ خالی کرنے کے لئے بھی کہا تو میرا کوئی دوست یہاں ہے نہیں اور نہ ہی یہاں کوئی مسجد ہے اگر مسجد میں جاؤں تو ممکن ہے چھوت چھات کے سبب مجھے وہاں بھی ٹھہرنے نہ دیا جائے مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک گوردوارہ ہے میں

وہاں چلا جاؤں گا مجھے یقین ہے کہ وہاں سے مجھے کوئی نہیں نکالے گا کیونکہ گورنمنٹ [illegible] میں جو بھی چلا جائے وہاں رہ سکتا ہے اور اُسے کھانے کو بھی مل جاتا ہے اور اگر پھر بھی [illegible] ہو تو نوکرے گر دیکھو رفیق کار جمع ہیں ان کو ساتھ لے کر ونوبا بھاوے کی طرح میں پیدل ہی چل پڑوں گا۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ "میں وہی شیخ عبداللہ ہوں جو ۱۹۴۷ء میں تھا جب کہ دوسری جگہوں پر لوگوں کو قتل کیا جا رہا تھا تو میں نے گاندھی جی کے آدرشوں کی پابندی کی اور اب بھی اس پر کاربند ہوں۔ مجھے ہندوستان میں گاندھی جی روشنی کی کرن دکھائی دیتے تھے اور وہی ایک شخصیت تھی جو سچائی اور اصولوں کے لئے زندہ رہی۔ ہندوستان ہی گاندھی ایسی شخصیت وجود میں لا سکا جو مسلمانوں کی خاطر جان قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہی۔ میں نے عوام سے اکثر یہ کہا کہ وہاں آپ کو دھوکا نہیں ہو سکتا اور ہندوستان اور پاکستان کا ہوّا باہمی خوف اور ڈر پر مبنی ہے ورنہ دونوں ۱۹۴۷ء میں ایک ہی تھے۔ مجھے اس ڈر اور خوف کو دُور کرنا تھا اس مقصد کے لئے جو عمارت میں بنا رہا تھا کچھ لوگ اس کو مسمار کرنے کے درپے تھے۔ میں جب ایک نظریاتی جنگ لڑ رہا تھا مگر اس کے مطابق مجھے مصالحہ ہی مہیّا نہ کیا گیا تو پھر میں اس مقصد میں کامیاب کیسے ہو سکتا تھا۔ میرے سامنے اب بھی وہی اصول ہیں اور میں ہندو، مسلم اور سکھ میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا۔

"جہاں تک پنڈت نہرو کا تعلق ہے آج بھی میرے دل میں اُن کا گہرا احترام ہے آخر میں اس بات کو کیونکر بھول سکتا ہوں کہ اُنہوں نے مجھ سے ہمیشہ محبت اور شفقت کا سلوک کیا ہے جیسے کہ میں اُن کے کنبے ہی کا فرد ہوں۔"

جب شیخ محمد عبداللہ سے دریافت کیا گیا کہ اُن کی گرفتاری کی کیا وجہ تھی تو انہوں نے فرمایا "میری گرفتاری کا سوال پنڈت جی سے کرنا چاہئے تھا نہ کہ مجھ سے۔ مجھے یقین ہے کہ صدر ریاست یا بخشی غلام محمد مجھے گرفتار نہیں کر سکتا تھا بلکہ کسی اور طاقت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ میں خود نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ کچھ اخبارات نے جو حقائق شائع کئے ہیں اُن کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ یہ منصوبہ مسٹر قدوائی، ڈاکٹر کاٹجو، پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ اور پنڈت جواہر لال جی نے بنایا تھا اخبارات میں یہ جو کچھ شائع ہوا اسکی کوئی تردید نہ کی گئی اور میں اس کا منتظر بھی رہا کہ شاید تردید کی جائے۔ جہاں تک پنڈت نہرو کا تعلق ہے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ پنڈت جی کو مجبور کیا گیا ہوگا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے پنڈت جی کو جیل سے بھی تار دیا تھا اور اُن سے دریافت کیا تھا کہ میری غلطیاں بتائیں۔ میں نے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ بحیثیت دو وزیر اعظموں کے میری اور پنڈت نہرو کی باہمی خط و کتابت جو ۹ اگست ۵۳ء سے قبل ہوئی تھی اسے شائع کیا جائے اس سے میری پالیسی کا پتہ چل سکتا ہے۔"

رنبیر سنگھ پورہ والی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا "میری رنبیر سنگھ پورہ والی تقریر سے پہلے ہی میرے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ میں نے اپنے گھر میں کچھ ایسی باتیں کیں جنہیں ہندستان کے کچھ لوگ نہیں چاہتے تھے۔ میں نے بلا معاوضہ زمینداری کا خاتمہ کیا، قرضہ، وراثتی حکومت اور رہن وغیرہ کے قوانین بنائے جس کی وجہ سے میرے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں۔ میں عوام کو اچھا ایڈمنسٹریشن دینا چاہتا تھا جس کے لئے میں کسی چپراسی یا کلرک کے خلاف کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ برائی تو

اُوپر سے شروع ہوئی ہے۔ میرے ایسے بھی ساتھی ہیں جنھوں نے لاکھوں روپے بنائے ہیں۔ میں نے مطالبہ کیا کہ ان کی تحقیقات کی جائے۔ مگر یہاں تو مرکزی سی۔ آئی۔ ڈی اور میرے افسروں کو بھی گمراہ کردیا گیا۔ بخشی کروڑوں روپیہ ہندستان سے لایا تھا۔ ہندستان کے معدودے چند اخباروں کو چھوڑ کر سارے پریس کو گمراہ کیا گیا۔ پریس سے مجھ پر یہ الزام لگوایا گیا کہ میں ہندستان کے خلاف بیرونی ممالک سے سازش کررہا ہوں اور کشمیر کو آزاد رکھنے کے لئے میں نے امریکہ سے ساز باز کی تھی یا امریکی ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر ایڈلائی سٹیون سن سے اس وقت کچھ بات چیت کی تھی جب وہ کشمیر آئے تھے مگر واضح رہے کہ ایڈلائی سٹیون سن سے میں اکیلا نہیں ملا تھا بلکہ میرے ساتھ میرے تین چار افسر بھی تھے اور پھر ملا بھی پنڈت جی کی ہدایت کے مطابق تھا۔ ایڈلائی سٹیون سن ابھی زندہ ہیں ان سے بھی حقیقت حال معلوم کی جاسکتی ہے اسی بنا پر میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اس الزام کی تحقیقات کرائی جائے اور اگر میں قصوروار نکلوں جو مجھے قرار واقعی سزا دی جائے ورنہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔

"مسئلہ کشمیر کا اصل حل ریاست کے عوام کے ہاتھوں میں ہے اور اس بارے میں لوگوں کی رائے ہی آخری چیز ہے اور ہر معاملہ میں عوام کی رائے ہی کو معیاری بات مانا جاتا ہے۔ چنانچہ جب رائے عامہ خلاف ہو تو حکومتیں بدل جاتی ہیں اگر فوج کی طاقت سے برطانوی سامراج کو ہندستان سے نکالنا چاہتے تو ہم شاید ابھی تک اس میں کامیاب نہ ہوتے۔ یہ رائے عامہ ہی تھی کہ وہ ہندستان چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے"۔ ہند کے ساتھ کشمیر کے الحاق کے متعلق شیخ محمد عبداللہ نے بتایا "جب ۱۹۴۷ء میں میں نے ہندستان سے الحاق کیا تھا تو وہ گاندھی جی کی تعلیمات اور ان کے پروگرام کے زیر اثر تھا اور مجھے یقین تھا کہ ہندستان میں مسلمانوں

کے ساتھ منصفانہ اور فیاضانہ سلوک روا رکھا جائے گا مگر بدقسمتی سے میں انہیں وہ حق نہ دلوا سکا۔ ہماری تحریک کی بنیاد ۱۹۳۱ء میں ملازمتوں میں فرقہ وارانہ تناسب کی بنیاد پر رکھی گئی تھی۔ مہاراجہ کے دوران حکومت میں ہمارا یہ مطالبہ تھا کہ فوج کی بھرتی میں مارشل اور نان مارشل کے سوال کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کو بھی فوج میں بھرتی ہونے کا موقعہ دیا جائے مگر حصولِ آزادی کے بعد جب ریاستی فوج پر بھی ہندستان کا کنٹرول ہو گیا تو ریاست میں فوج کی بھرتی کے لئے ایک خفیہ سرکلر جاری کیا گیا جس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کو بھرتی نہ کیا جائے۔ یہ چیز جموّں کے مقام پر اُس وقت کے وزیر دفاع مسٹر گوپال سوامی آئینگر کی توجہ میں لائی گئی مگر انہوں نے اس سرکلر کے اجراء سے انکار کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اس قسم کا سرکلر آئین ہند کی روح اور اس کے معانی کے خلاف ہے بخشی غلام محمد اور مولانا محمد سعید نے اس کی تصدیق کی۔ جب میں نے یہ پوچھا کہ ریاستی فوج پر کنٹرول کے بعد بھرتی کے دوران مختلف فرقوں کا کیا تناسب رہا تو اس کا کوئی جواب مسٹر آئینگر نے نہ دیا۔ اسی طرح جو محکمے بھی ہندستان نے اپنے ہاتھ میں لئے ان سب میں مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیا گیا یہاں تک کہ کشمیر کے غیر مسلموں کو ہندستان میں بھی بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا گیا۔ یہ باتیں میں نے حکومت ہند اور پنڈت نہرو کے سامنے رکھیں میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کو عوام کے سامنے لاؤں مگر میری ان شکایات پر کوئی توجہ نہ دی گئی اس لئے کہ پنڈت جی بھی میرے طریق کار سے متفق نہ تھے یہی وجہ تھی کہ اپنے طریق کار پر چلانے کے لئے انہوں نے بخشی غلام محمد کو موزوں سمجھا اور مجھے اس پر قربان کر دیا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان ساڑھے چار سال میں ہند سے کشمیر کا رشتہ مضبوط ہوا ہے۔ اگر ہندستان کو پانچ فیصد بھی اعتماد بڑھانے میں فائدہ ہوا ہے یا شری نہرو کے دیش (کشمیر) کے چالیس لاکھ لوگوں کا بھلا ہوا ہے تو

مجھے بلا شک جیل میں ڈال دیا جائے مجھے اس کا قطعاً گلہ نہیں اس لیے کہ میں نے اپنے دوستوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنا نہیں سیکھا ہے اور نہ ہی دوستوں کے خلاف سازش اور غداری کی ہے۔

"سالہ ۱۹۳۱ء میں ہم نے آزادی کی جدوجہد شروع کی تو لوگوں نے مجھے کٹر فرقہ پرست کہا لیکن ۱۹۴۷ء میں میں نے ثابت کر دیا کہ حقیقت اس کے برعکس ہے میں نے اپنے عمل سے اس پر مہر تصدیق بھی لگا دی۔ میرے لیے یہ بہت بڑا امتحان تھا اور میں اس میں کامیاب رہا اور اب بھی وقت آئے گا جب دوبارہ میں اس امتحان میں کامیاب نکلوں گا شیخ عبداللہ اپنے ضمیر کا سودا عہدوں اور روپیہ سے نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ فوجوں سے ڈرتا ہے۔ وہ صرف ایک خدا کے آگے جھک سکتا ہے۔ میرے لئے وزارت عظمیٰ ایک ذریعہ مقصد ہے نہ کہ بجائے خود ایک منزل۔ میں اپنے ملک میں ۱۹۴۷ء کو پھر دہرانے نہیں دوں گا۔"

اخباری نمائندوں کو مخاطب کر کے شیخ محمد عبداللہ نے مزید کہا "آپ مجھے ہندستان کا دشمن نہ سمجھیں اور ہندستان اور پاکستان کے بٹنے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ ریاست کا آخری حل عوام کی رائے ہی سے ہوگا اور میں اس موجودہ حکومت کو قانونی اور آئینی تسلیم نہیں کرتا۔

"ہندستان اور پاکستان کے درمیان باہمی رواداری کی ضرورت ہے تاکہ دونوں ملکوں کے لوگ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کا رتبہ پا سکیں اگر ہم جنگ کو خارج از امکان کر دیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسا نہ کریں اس کے لئے ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم پُر امن حل کو حقیقت بنا ڈالیں۔

"ہندستان، پاکستان یا جموں و کشمیر کے اندر جو لوگ کھینچا تانی اور کشیدگی کو بڑھا رہے ہیں وہ اپنے اپنے عوام کے دشمن ہیں۔ آپ کو یاد

ہوگا کہ کس طرح غیر آئینی اور غیر قانونی طور پر مجھے وزارت عظمیٰ سے الگ کیا گیا اور چند بیرونی طاقتوں سے ساز باز کرنے کا گھناؤنا الزام اکثر ہندستانیوں کی طرف سے لگایا گیا۔ اگر آج بھی میں اس الزام میں قصوروار ثابت ہوں تو ہندستان کے ایک ایک شہری سے معافی مانگنے کو تیار رہوں ورنہ برسر اقتدار لوگوں پر لازم آتا ہے کہ وہ اس کی تلافی کریں۔

"میں اس دوران میں لوگوں کی نبض شناسی کی کوشش کروں گا۔ میں ایک طویل مدت کے بعد ان سے مل رہا ہوں۔ جہاں تک ریاست کے نئے آئین کا تعلق ہے اسے تسلیم کرنے سے مجھے معذور رکھا جائے اس لئے کہ یہ آئین عوام پر ایک ایسی اسمبلی نے ٹھونسا ہے جس کے ممبروں کی اکثریت ۹ اگست ۵۳ء کی سازش کے بعد عوام کا اعتماد کھو بیٹھی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کی اچانک موت کی تحقیقات کرائی جائے تاکہ اصل مجرم لوگوں کے سامنے آجائیں۔ تعجب کی بات ہے کہ جن سنگھ اور پرجا پرشید والوں نے کیوں اپنے اس مطالبہ کو چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے میری رہائی کی مخالفت کیوں شروع کردی ہے۔ میری یہ انتہائی خواہش تھی کہ ڈاکٹر مکرجی کو دہلی بھیج دیا جائے مگر لا اینڈ آرڈر کی ذمہ داری میرے کندھوں پر نہ تھی اور جو لوگ اس کے ذمہ دار تھے وہ کسی سازش میں مصروف تھے اور ڈاکٹر صاحب کی موت سے قبل میری خواہش کے باوجود مجھے ان کی موت کے متعلق باخبر نہ رکھا گیا۔ صبح ۷ بجے دن کو یہ خبر مجھے دی گئی کہ وہ چل بسے ہیں۔"

۱۱ جنوری کو جب شیخ صاحب گلمرگ کی برف پوش چوٹیوں سے روانہ ہوئے تو ان کی آمد کی

خبر وادیٔ کشمیر کے طول وعرض میں پھیل گئی تھی اور کشمیریوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی، ایک نیا ولولہ اور ایک نیا جوش وخروش اُبھر آیا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی باغ میں خزاں اور سرما کی پائمالی کے بعد بہار آگئی ہے اور اس نے اس میں ایک تازہ روح پھونک دی ہے لوگ بے تابی کے ساتھ کسی کا انتظار کر رہے تھے اور اس کے خیر مقدم کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھے۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بچے سبھی کے دل میں ایک لگن تھی اور وہ اس میں مگن تھے۔

اپر منڈا میں آمد ــــــ

سری نگر اور اننت ناگ کے علاقہ کے سربرآوردہ اصحاب اور ہزاروں کی تعداد میں مرد اور عورتیں وادیٔ کشمیر کی کڑکڑاتی سردی میں اپر منڈا پہونچ گئے بانہال پار کر کے جب وادیٔ کشمیر میں داخل ہوتے ہیں تو یہ مقام پہاڑ کی اترائی کے نصف راستہ ہی میں آتا ہے اس شدت کی سردی میں لوگوں کے دل جوشِ عقیدت سے گرم تھے اور ان کے چہرے اندرونی مسرت سے تابناک۔ شیخ عبداللہ جیسے محبوب رہنما کو دیکھتے ہی ان کے منھ سے بے اختیار 'شیرِ کشمیر' زندہ باد، ہندو مسلم سکھ اتحاد زندہ باد، کے نعرے نکل گئے اور عورتیں گیت گانے لگیں۔ اپر منڈا سے شیخ عبداللہ ویری ناگ پہونچے یہ گاؤں بانہال پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور وادی کشمیر کا پہلا گاؤں ہے جو راستہ میں آتا ہے۔ شیخ صاحب نے اس مقام پر رات گزاری۔ دوسرے دن جب یہاں سے روانہ ہوئے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور یہ جلوس شاہ آباد پہونچا۔ یہاں سے شیخ صاحب کو پیدل چلنا پڑا اس لئے کہ مشتاقانِ دیدار کا بے پناہ ہجوم سڑک کے دورویہ کھڑا تھا، بچے خوشی سے ناچتے تھے اور مرد 'زندہ باد' کے نعروں سے اپنے خلوص ومحبت کا اظہار کرتے تھے اور شیخ صاحب کو ان کی تسلی اور دلدہی منظور تھی یہاں تک کہ شاہ آباد پہونچے اور پھر لارک پورہ جہاں مشتاقانِ دید کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی موجود تھی۔ شیخ صاحب کو دیکھتے ہی پوری فضا نعروں سے گونج اٹھی۔

اس والہانہ اور پرخلوص عقیدت کے نظارے سے کون تھا جس کا دل بھر نہ آتا شیخ صاحب کا دل بھی فرطِ جذبات سے اُمڈ آیا اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا

لارک پورہ میں تقریر

"بہت عرصہ تک مجھے آپ سے زبردستی دُور رکھا گیا اور یہ سرکاری آدمی کہتے تھے کہ لوگ مجھے بھول گئے ہیں مگر میرا دل نہیں مانتا تھا وہ کہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو بہت چاول دئیے ہیں میں کہتا تھا کہ ان کے چاول آپ کے دل و دماغ کو بدل نہیں سکتے۔ آج جو کچھ میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ان کی بات جھوٹی تھی اور میری سچی۔ خدا نے آج ہم سب کو پھر آپس میں ملایا ہے بھلا دلوں کے رشتۂ اتحاد و محبت کو بھی کوئی توڑ سکتا ہے۔ بلا شبہ اس رشتہ کو توڑنے کی انتہائی کوششیں کی گئیں۔ ڈرا اور خوف سے، فوج اور بندوق کے بل پر مگر بے سود۔ جو لوگ سچے اور نیک ہوتے ہیں وہ ماسوا اللہ سے نہیں ڈرتے تو پھر توپ و تفنگ کی حقیقت ان کی نگاہ میں کیا ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ جھوٹے اور بد ہوتے ہیں وہ ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔ آپ کو ڈرانے اور دھمکانے والے آخری گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ڈرپوک اور بزدل ہیں اور جھوٹ ان کی گھٹی میں پڑا ہے اس لئے ان کی پرواہ نہ کیجئے متقی اور پرہیزگار بنئے اور سچائی اور نیکی کو پیدا کیجئے تو آپ بھی ماسوا اللہ سے نہیں ڈریں گے اور محبت انسانی کا سمندر آپ کے سینوں میں موجیں مارتا دکھائی دے گا۔"

اس کے بعد شیخ صاحب نے بلند کردار بننے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا

"جس بلند کرداری کا نمونہ آپ نے پیش کیا ہے وہ کشمیر کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ آیندہ کا مورخ جب اس زمانہ کی تاریخ لکھے گا تو وہ یہ لکھنے پر مجبور ہو گا کہ کشمیریوں نے سونے چاندی کے بہتے ہوئے دریا کے کنارے ظلم و جبر کے پتھر اور جور و ستم کی لاٹھیاں کھائیں مگر دریا میں غوطہ لگا کر اپنے دین و

ایمان کی روشنی کو بجھا دینے سے انکار کر دیا۔"

اب ہجوم کی تعداد پہلے سے دگنی ہو گئی تھی یہاں تک کہ ڈرائیور کے لئے شیخ صاحب کی جیپ کو چلانا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ لوگوں نے جیپ کو اپنے ہاتھوں سے چلایا اور ڈرائیور نے انجن بند کر دیا۔ تمام راستہ ڈبوڑھیوں اور رنگین کپڑوں سے آراستہ پیراستہ تھا اور چاروں طرف گیت ہی گیت گائے جا رہے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وادی خود ایک مجسّم گیت بن گئی ہے۔ شیخ صاحب سب کو سلام کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے گئے۔ پانچ چھ میل تک لوگ ان کے ساتھ چلتے رہے آخر بڑی مشکل سے لوگوں نے ان کو رخصت کیا۔ یہاں سے آدھ گھنٹہ کے بعد شیخ صاحب دیالگام پہونچے وہاں بھی لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے اور دور دراز مقامات سے آئے تھے۔ ان کے جوش وخروش کا یہ حال تھا کہ ہر ایک شیخ صاحب کے دیدار سے فیضیاب ہونے میں دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک تھکا دینے والی نیند سے چونک کر اٹھ بیٹھا ہے اور اپنا گوہر مقصد پا کر زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے ؎

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

ان کے جذبۂ شوق واضطراب کو تسکین دینے کے لئے شیخ صاحب نے فرمایا

دیالگام میں تقریر

" صدیوں سے کشمیر کی روح انسان کے دستِ ظلم سے گریاں اور نالہ کناں رہی ہے انسان نے ہر بار یہ کوشش کی کہ اس کا گلا گھونٹ دے مگر وہ زندہ و پائندہ رہی اور ظالم انسان کو اپنے آغوشِ محبت میں لینے کے لئے بار بار لوٹ کر آتی رہی۔

پونے پانچ سال کے بعد:- " آج پونے پانچ سال کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ میرے جسم کو آپ سے جبراً الگ کر دیا گیا تھا اور اسے دور ایک مقام پر محبوس کر دیا گیا تھا مگر میری روح کو وہ آپ سے الگ نہ

کرسکے اور نہ اسے کہیں محبوس رکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے دماغ اور میری نگاہ کے سامنے ہمیشہ وادی کشمیر کا تصور رہا۔ اس عرصہ میں روح آزادی کو کچلنے کے لئے جو حربے اختیار کئے گئے آپ نے ان سب کو برداشت کیا اور محبت کی اس تڑپ اور رشتے کو آپ نے برقرار رکھا جسے قید و بند نہیں توڑ سکتے۔ مجھے تو ایک چھوٹی سی جیل میں ڈال دیا گیا مگر آپ ایک ایسی بڑی جیل میں اپنے ایام بسر کرتے رہے جہاں کی حالت کا نقشہ علامہ اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں کھینچا ہے ؎

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

"اب میں بھی آپ کے ساتھ اس بڑی جیل میں آیا ہوں۔

"سرکاری لوگوں نے آپ کے بارے میں میرے دل میں بڑی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جس طرح آپ کے دل میں میری طرف سے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ مجھ سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپ کو فراموش کر دیا ہے اور اب انہیں چار وقت کھانا ملتا ہے اور وہ اسی میں مگن ہیں میں نے یہ جواب دیا کہ محبت اور عقیدت چاولوں سے بھلائی نہیں جاسکتی اور نہ ہی توپ و تفنگ اسے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ آزادی انسان کا فطری حق ہے دوسرے عناصر کی طرح یہ بھی آزاد ہے۔ سورج کی شعاعوں، پانی کی موجوں اور ہوا کی لہروں کو دیکھئے کیسے آزادی کیساتھ دنیا میں ہر طرف رواں دواں ہیں تو کیا پھر یہ غیر فطری بات نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو آزادی سے محروم کرے اور اس کے درپئے آزار ہو ؎

قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

مگر آج وہ اور میں ——— ہم دونوں یہ دیکھ رہے ہیں کہ چاول ان کی مرضی کے مطابق اثر پیدا نہ کرسکے اور عوام کے جذبہ کو کچلنے میں حکومت کو کامیابی نہ ہوئی میرا دل یہ منظر دیکھ کر خوشی سے بلیوں اُچھل رہا ہے مگر ان کا سر ندامت کے بوجھ سے جھکا ہوا ہے۔ پونے پانچ سال تک جو جبر و تشدد کیا گیا اور طاقت کی جس طرح نمائش کی گئی ارباب اقتدار کا اس سے یہ مقصد تھا کہ کشمیری خائف اور مرعوب ہو جائیں گے

اور ان کے ہر حکم کو بلا چون وچرا مانیں گے مگر یہ ان کی بھول تھی حقیقی طاقت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور خدا اپنے بندوں کو جو طاقت دیتا ہے وہ عارضی ہوتی ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی آزمائش کرے کہ اس طاقت کو عوام کے سود و بہبود میں صرف کیا جاتا ہے یا اپنی نفس پرستی میں۔ یہ مال و دولت اور یہ اقتدار تو محض امانت ہیں اس لئے نہ ان پر کسی کو گھمنڈ کرنا چاہئے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ان کے بل بوتے پر لوگوں کو مرعوب اور مغلوب کرے گا۔ یہ خدا کے خلاف علانیہ بغاوت ہے انسان کو صرف اللہ کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہئے خواہ اس میں کتنی ہی زحمت کیوں نہ اٹھانی پڑے اور ظلم وستم سہنے پڑیں ؂

اس زیاں خانہ میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اور اس حقیقت کو بھی کبھی نہ بھولئے کہ ؂

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

بشارت کس کے لئے ہے:۔ شیخ صاحب نے قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کی اور ان کی تفسیر بھی بیان کی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

ترجمہ:۔ اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے اور نہ کہو ان لوگوں کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مرے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری ہے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہونچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں کہ ہم تو اللہ ہی

کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

حکمراں گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

"حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ ترقی کسے کہتے ہیں۔ ترقی کا صحیح مقصد تو یہ ہے کہ انسان کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں ودیعت کی ہیں وہ ان کا جائز استعمال کرے اس میں اتحاد نفس پیدا ہو اور وہ غفلت اور جہالت کی تاریکی سے باہر نکلے علاوہ ازیں اپنی بقا کے لئے جسمانی ضروریات بھی اسے میسّر ہوں لیکن گذشتہ پانچ سال میں آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ جو اقدام بھی کئے گئے ان کا نتیجہ کیا نکلا نہ آپ کی کوئی ذہنی اور دماغی ترقی ہوئی ہے اور نہ آپ جسمانی ضروریات پورا کرنے کے قابل ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ ہر قسم کی ترقی کے لئے خواہ وہ ذہنی ہو یا جسمانی امن اور آزادی ضروری ہے اور امن اور آزادی کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کی گرمی۔ سورج کی گرمی سے ہی چمن میں پھول کھلتے ہیں اور خشک جھاڑیاں سرسبز ہو جاتی ہیں۔ بدامنی اور غلامی گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے جس میں کتنا بھی ہاتھ پیر مارئیے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

"انسان کے دل میں ایمان کی حرارت ہونی چاہئے اور یہی وہ حرارت ہے جو ہر قسم کی ناجائز اور ناپاک خواہشات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ اس ایمان کا دارومدار مال و دولت پر نہیں ہے حکومت پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر ہے اور اسی پر بھروسہ رکھنے سے انسان دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اپنے نفس پر قابو پا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ انسان آزاد رہے وہ صرف اس ہستی مطلق کو مالک سمجھے اسی صورت سے انسانوں کے اندر مساوات اور محبت کا جذبہ پیدا ہوگا اور ان کو آزادی اور امن کی دولت میسّر آئے گی۔

قانونِ الٰہی اٹل ہے:۔ "کوئی شخص لاکھ کوشش کرے اور کوئی حکومت اپنی پوری طاقت اور اپنے جملہ جائز و ناجائز وسائل کام میں لائے اس قانونِ الٰہی کو جھٹلا نہیں سکتا یاد رکھئے کہ عوام کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر ان کا کوئی لیڈر یا رہبر غلطی کرے تو وہ اسے ٹوک دیں اس لئے کہ کسی ایک انسان کی رائے

عقلِ کل نہیں ہو سکتی اس لئے اگر میں سیدھی راہ سے بھٹک جاؤں تو میرے معاملہ میں بھی آپ اپنے حق کو استعمال میں لا سکتے ہیں یعنی مجھے سیدھی راہ دکھا سکتے ہیں۔ اگر کسی امر میں ایسا اختلاف ہو جائے کہ آپس میں طے پانے کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو پھر معلوم ہے مسلمانوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ حکم ہے کہ فیصلہ کے لئے کوئی معیار قائم کیجئے چنانچہ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید ہی معیار فرقان ہے یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے کی واحد کسوٹی ہے اگر ہم قرآن مجید کا مطالعہ اس کے مطلب اور مفہوم کو سمجھ کر کریں تو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی تمیز ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے گی۔ کسی غیر اللہ طاقت سے مرعوب ہو کر حق و باطل میں تمیز نہیں کی جا سکتی اس لئے کسی کا رعب اور ڈر اپنے اوپر مسلّط نہ کرو تاکہ آزادی سے حق و باطل میں تمیز کر سکو۔ اس طرح ہندوؤں کے لئے بھی نڈر اور بے خوف رہنے کا معیار ہے اور ان کی مذہبی کتابوں نے اس کی تلقین کی ہے اگر وہ بھی اپنی مذہبی کتابوں کو سوچ سمجھ کر پڑھیں تو اس مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس طرح ہم سب کی پریشانیاں دُور ہو جائیں گی اور ہم نہ امن و آزادی سے محروم رہیں گے اور نہ فوج اور پولیس ہمیں ڈرا دھمکا سکے گی۔

سب سے بڑی پریشانی:۔ "اس وقت ہماری سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ اس ملک کے مستقبل کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہو سکا۔ کچھ لوگ محض طاقت کے بل پر اپنی مرضی ہم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں اس سے پہلے بھی قبائلی حملہ کے وقت ہم پر ایک فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش کی گئی تھی اور آج بھی طاقت کے علاوہ مال و دولت کے زور سے بھی چند لوگ اپنا فیصلہ ٹھونس رہے ہیں۔ ان کی یہ حرکت نہ صرف عظمتِ انسانی کی توہین ہے بلکہ امن و آزادی کے پیدائشی حق سے بھی عوام کو محروم کرنا ہے اس لئے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ یہاں کے مستقبل کے فیصلہ کرنے کا حق صرف یہاں کے عوام کو ہے اور ان پر کوئی فیصلہ طاقت سے ٹھونسا نہیں جا سکتا۔ ہم کشمیر کے لئے ایک مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے ان غیر یقینی حالات کو ختم کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنا ہو گی اور تخریبی طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہو گا"۔

کیا کرنا چاہیئے:۔ "ہمیں ریاست جموں و کشمیر کے لوگوں کے لئے حق خود ارادیت حاصل کرنا ہے اور اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ بلند کردار اور استقامت پسند رہیں۔ جو لوگ اپنی زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ناچ نغمہ شراب و کباب میں دن گزاریں وہ ایسا مقام حاصل نہیں کر سکتے وہ تو فوج اور پولیس کے ذریعہ اپنا اقتدار قائم رکھ کر نفسانی خواہشات پورا کرنا چاہتے ہیں۔ جسم جب عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے تو روح ختم ہو جاتی ہے آج کشمیر کی روح زخمی ہے اس لئے کہ اس کے حکمران جسمانی عیش و عشرت ہی کو اپنی زندگی کا منتہا سمجھ بیٹھے ہیں۔ آیئے اس روح کو زندہ کریں اس ملک کے فیصلہ کا آپ کو حق ہے اور آپ ہی اس کا فیصلہ کریں گے اور کسی کو اس کا حق نہیں۔ دنیا میں اس وقت جمہوریت کا دَور دَورہ ہے اور افراد کو یہ حق مل رہا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق، اپنی متفقہ رائے سے اپنے ملک کی قسمت کو جمہوری سانچہ میں ڈھالیں ایسے جمہوری سانچہ میں جو قوم کی ترقی اور خوشحالی کا ضامن اور اس کے حال اور مستقبل کو خوش آئند بنانے کا باعث ہو۔ کشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں کو اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے دل میں بھی جمہوری تقاضوں کی ویسی ہی تڑپ ہے جیسی کہ دُنیا کی دوسری قوموں کے اندر ہے اور اگر وہ آزادی کی فضا میں دم لے سکتی ہیں تو آپ کیوں نہیں لے سکتے اور آپ کو اس سے محروم کرنے والا کون ہے۔ آپ کو صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا جس کا ثبوت آپ دُنیا کے سامنے پیش کر چکے ہیں مگر ابھی منزل دُور ہے راستہ میں کئی مرحلے اور درپیش ہیں آپ کو ان سے بھی پامردی اور ہمت سے گذرنا ہوگا۔ خدا آپ کی مدد کرے گا۔

ہمتِ مرداں مددِ خدا"

شیر باغ (اننت ناگ) میں تقریر۔

دیالگام سے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر شیخ صاحب کے ہمراہ چل پڑا اور ان کی جیپ وہ اپنے ہاتھوں سے چلاتے رہے یہاں تک کہ اسلام آباد (اننت ناگ) کے مشہور شیر باغ میں (یہ باغ شیخ صاحب کے شیر کشمیر لقب کی مناسبت سے شیر باغ کہلاتا ہے) لاکھوں انسانوں نے فلک شگاف نعروں سے اپنے محبوب لیڈر کا خیر مقدم کیا۔ شیخ صاحب نے تلاوت قرآن مجید کے بعد فرمایا۔

عزّت نفس کا مفہوم :۔ "گذشتہ پانچ سال کے دوران کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد خیال کیا گیا تھا کہ عوام جس مقصد کے لئے گذشتہ ۲۲ سال سے ہمارے ساتھ مصروف جدوجہد رہے ہیں اسے چھوڑ کر مجھے اور میرے ساتھیوں کی عقیدت کو بھی بھول جائیں گے۔ ہمیں بھی جیل میں بند کر کے یہی کہا گیا تھا مگر ہم نے توان کو یہ جواب دیا تھا کہ عوام کے ساتھ ہمارا رشتہ خالص محبت کا ہے اسے نہ تو روپوں سے توڑا جا سکتا ہے اور نہ فوج اور پولیس کی طاقت سے۔ عوام کی رہنمائی کرنے والوں کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے وہی عزت دینے والا ہے اور سچی عزت وہ ہے جس کا مظاہرہ اپنے بھائی محبت اور عقیدت سے کریں اور روپیہ پیسہ اور مال و دولت سے نہیں، عزّت کی ابتدا خود انسان کے اپنے دل سے ہوتی ہے اور اسے عزّت نفس کہتے ہیں جو شخص اپنے اندر انسانیت کو بیدار کرتا ہے اور اسکی عزّت کرتا ہے وہی دوسروں کی عزت کر سکتا ہے اور وہی دوسروں کی نظروں میں معزز بھی ہوتا ہے پس پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کیجئے اس لئے کہ اسی سے انسانیت کی اعلیٰ منزلیں طے ہوتی ہیں۔ ایسی عزت کی کیا حقیقت جس کی نمائش اخباروں میں اپنے فوٹو چھپوا کر کی جائے یا اپنی تعریف و توصیف میں پراپاگنڈا کرایا جائے۔ پولیس اور غنڈوں کے سہارے قائم رہنے میں کون سی عزّت ہے۔"

سنہ ۵۳ء کے سانحہ کا ذکر :۔ سنہ ۵۳ء کے سانحہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔
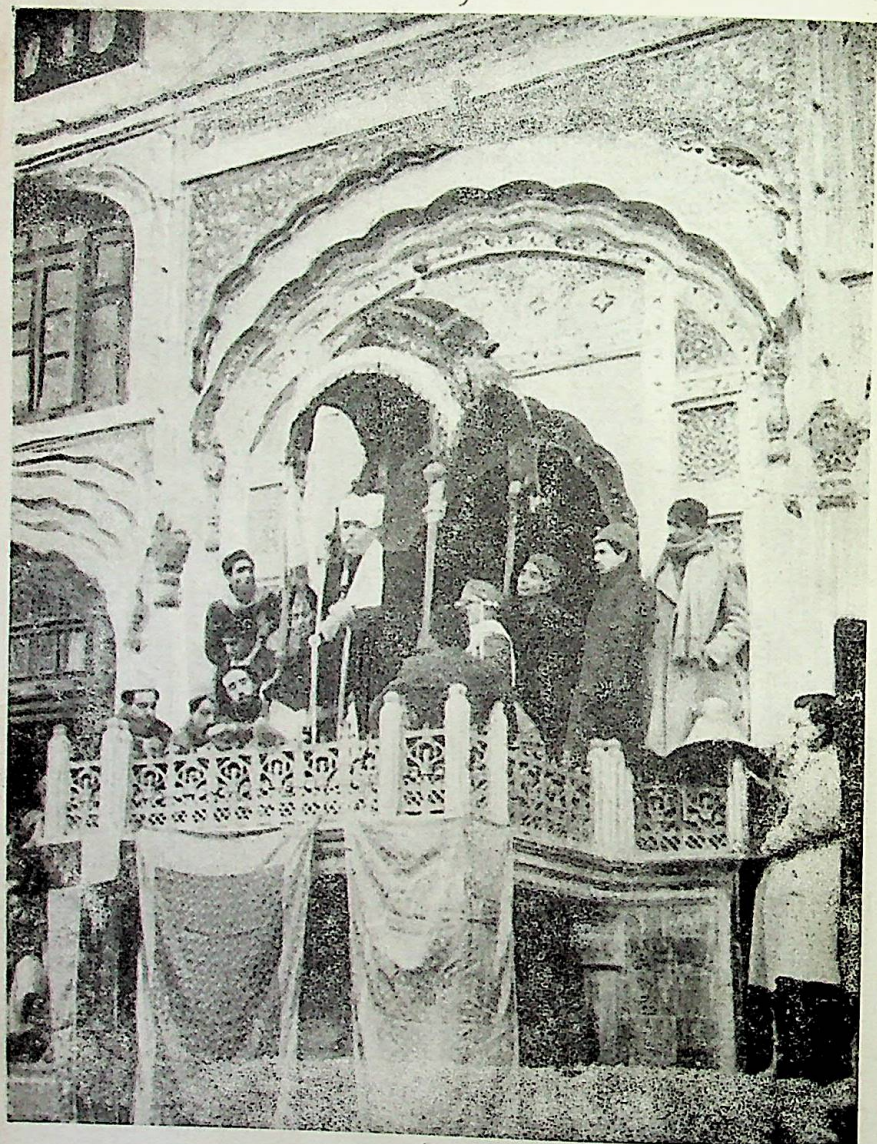
رسم دستار بندی کے بعد شیخ صاحب خانقاہ معلی میں تقریر کررہے ہیں

(اوپر) رہائی کے بعد اسلام آباد میں شیر کشمیر کا خیر مقدم،

(نیچے) شیر باغ اسلام آباد میں ایک بے پناہ اجتماع سے خطاب
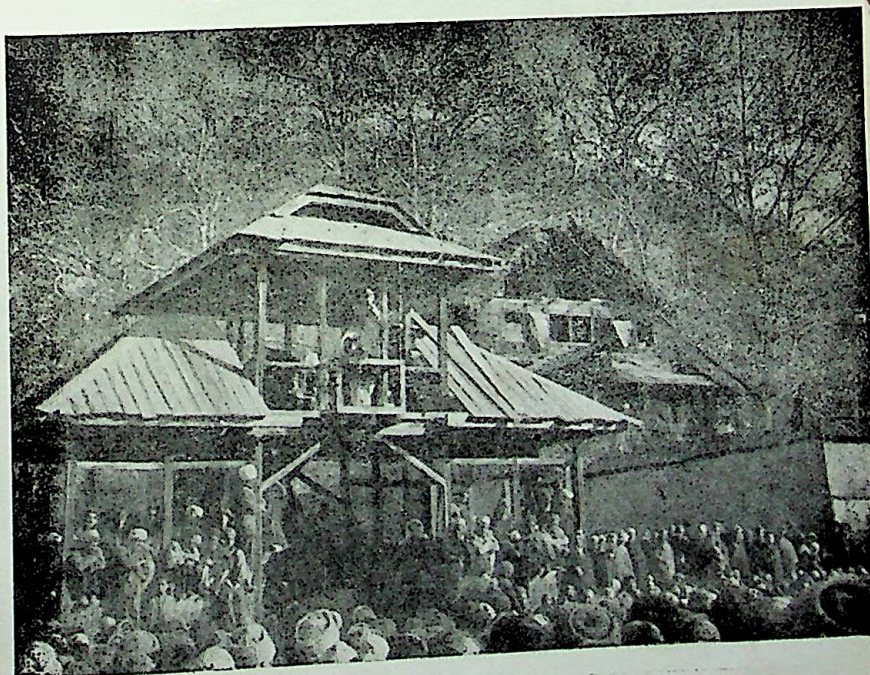
"وہ سانحہ ایک سیلاب تھا جس سے یہاں کے اخلاق کے بگاڑ، تشدّد، جھوٹ اور نفرت کا آغاز ہوا تھا اور آج تک یہ کوششیں جاری ہیں کہ عوام کے اخلاق کو کس طرح بگاڑا جائے اور ان کے اندر جھوٹ اور نفرت کیونکر پیدا کی جائے اس مقصد کے لئے رات دن تشدد بھی کیا جاتا ہے اور مکر و فریب کے جال بچھائے جاتے ہیں یاد رکھئے جب گمراہی اور ضلالت عام ہو جاتی ہے تو خدا کی غیرت جوش میں آجاتی ہے اور کوئی ایسا طوفان برپا ہو جاتا ہے جس سے گندگی اور نجاست خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو اس کا شکوہ ہے کہ چند انسانوں نے ہمارے اخلاق اور زندگی کی قدروں کو بگاڑ دیا ہے ان کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور ظاہر کی آنکھ کی بجائے دل کی آنکھ سے دیکھیں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائے گی اور وہ حقیقت کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس دنیا و مافیہا کا مالک اور ہمارا بادشاہ صرف ایک ہے اور وہ خدا ہے اسی کی بندگی اور عبادت سب پر فرض ہے اسی کی محبّت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہے اور غیر اللہ کے ساتھ محبت کرنا اپنے دل میں دوسرے خداؤں کو بسانا ہے اور وہ دوسرے خدا کون ہیں؟ نفس کا خدا، حرص و طمع کا خدا، مال و دولت کا خدا۔ جو شخص اپنے دل میں صرف اللہ کی محبت رکھتا ہے وہ اس کی مخلوق یعنی بنی نوع انسان کے ساتھ محبت کرتا ہے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔

نظر بندی رحمت:۔ "میری نظر بندی میرے لئے رحمت ثابت ہوئی اس لئے کہ قید و بند کی حالت میں میں نے اپنے نفس کا جائزہ لیا اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر گہری نظر ڈالی اور اللہ تعالےٰ سے عفو و درگذر کی التجا کی جسے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا۔ صداقت خدا کی صفات میں سے ہے اس لئے جو صداقت پرست ہے وہی خدا پرست ہے مگر ان باتوں پر یقین کامل ہی ضروری نہیں بلکہ عمل بھی ضروری ہے۔ خدا پرستی کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی کو اس یقین کامل کے مطابق بنائیں عمل کا درجہ بہت بڑا ہے اسی سے زندگی جنت بھی بنتی ہے اور جہنم بھی۔ چنانچہ اقبالؒ نے کہا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ؛ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

"عمل کی روشنی ہی میں انسان منزلِ مقصود کو پاتا ہے۔ جب خدا ایک ہے صداقت بھی ایک ہی ہے تو پھر اس کی مخلوق انسان کی نظر میں ایک ہی ہونی چاہیے اور اس کا دل بھی ایک ہونا چاہیے۔ سچ اور جھوٹ کی آمیزش سے دوئی پیدا ہوتی ہے اور جب کسی شخص کے گفتار اور کردار میں فرق اور تضاد پایا جائے تو یہی دوئی کا ثبوت ہے اس لئے اگر آپ حق و صداقت پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایک ہے تو دوئی کی عادت ترک کیجئے اور میری بات کو حق کی کسوٹی پر پرکھئے میں نے کبھی آپ سے کسی چیز کا طمع و لالچ نہیں کیا۔ مجھے اگر کسی بات کی آپ سے خواہش ہے تو وہ یہ کہ میں جو کچھ بھی کہتا ہوں اُسے حق کی کسوٹی پر پرکھئے۔ میرے دل میں کسی کے لئے بھی نفرت اور دشمنی نہیں۔ میں اپنی خدمات کا صلہ نہیں چاہتا پس آپ بھی اپنے دل میں کسی سے نفرت و کدورت نہ رکھیں اور ہر ایک کی اصلاح کی کوشش کریں۔"

ہندوؤں اور سکھوں سے خطاب:۔ جلسہ میں جو ہزاروں ہندو اور سکھ موجود تھے ان کو مخاطب کر کے شیخ صاحب نے کہا

"میرے ہندو اور سکھ بھائیوں کے دلوں میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ ان سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ اور اس کی جماعت اس راہ راست سے منحرف ہو گئی ہے جس پر چل کر انہوں نے یہاں انسانی برادری کے محل کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسی راستہ پر چل رہا ہوں۔ انسانوں کی برادری کو کسی مصنوعی تقسیم سے الگ نہیں کیا جا سکتا مگر مسائل راہِ فرار اختیار کرنے سے بھی طے نہیں ہوا کرتے ۱۹۴۷ء کے خطرناک طوفان میں ہم سب جس جذبہ کے تحت کُودے تھے وہ انسانی برادری کا ہی جذبہ تھا اور اس کا مقصد سوائے اس کے اور نہیں تھا کہ ہمارے ہندو اور سکھ بھائیوں کی عزت و آبرو اور ان کا جان و مال محفوظ رہے۔ یہ ہمارا فرض تھا جسے ادا کیا گیا اور اب بھی ہمیں اس فرض کا ویسا ہی احساس ہے۔ اس سے کسی کی رضا جوئی یا خوشنودی مقصود نہیں تھی اور نہ کسی کو زیرِ احسان کرنا تھا۔ ہم نے خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ اب بھی آپ کا اور ہمارا خدا وہی ہے جو ۱۹۴۷ء میں تھا اس لئے اس بدگمانی کو

اپنے دلوں سے نکال دیجئے کہ ہم اپنے مسلک پر قائم نہیں رہے آپ کی مجبوریوں کا ہمیں بخوبی احساس ہے مگر میں آپ سے مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ ظلم وستم کا اثر پورے ملک پر ہوتا ہے کوئی اس کی زد سے بچ نہیں سکتا خواہ ہندو ہو یا سکھ یا مسلمان یا کوئی اور۔ نہ آپ اس سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہم۔ اگر آج ایک جماعت کو تختۂ مشق ستم بنایا جارہا ہے تو کل دوسری جماعت کی باری لازمی ہے۔ ہماری زندگی کی ناؤ تو ایک ہی رُخ کو بہہ رہی ہے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ظلم وتشدد کے سیلاب میں ایک ڈوبے اور دوسرا بچ جائے اس لئے میرے خیال میں دوسروں پر ظلم وستم ہوتے دیکھ کر کسی کو بھی خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ سب کو مل کر احتجاج کرنا چاہئے اور حق وانصاف کا مطالبہ کرنا چاہئے میں ہندو اور سکھ بھائیوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک میں حق وانصاف کے مطالبہ میں ہمارا ساتھ دیں اور عظمتِ انسانی کو بحال کریں مجھے گلہ ہے کہ میرے ہندو اور سکھ بھائی اس میں شریک نہیں ہوتے مجھے اُن چند بھائیوں سے گلہ ہے جنہوں نے محض اقتدار اور مال و دولت کے حصول کی خاطر اس بھائی چارے کی عمارت کو پاش پاش کردیا جو کشمیر کا طرۂ امتیاز رہا وہ وحشیوں کی طرح ظلم وستم پر اتر آئے اور انسان کو انسان سے جدا کرنے پر تل گئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن کی مذمت کیجئے یا اُن سے انتقام لینے کا خیال اپنے دل میں رکھئے۔ ہمارے کرم اور ہمارے اعمال خود سزا وجزا کا موجب ہیں۔ جنہوں نے یہاں کے سینکڑوں مردوں اور عورتوں بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا خدا انہیں اس کی سزا دے گا مگر ستم تو یہ ہے کہ ایسے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے ریاست کے عوام کو ہندوستان کے عوام کا ایک حصّہ بنایا ہے یہ خود ڈاکو، لٹیرے اور قاتل ہیں تو پھر عوام ان کے پابند کیسے ہوں۔ کشمیریوں کی عزت وآبرو اور جان ومال کے محافظ ڈاکو نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایسی حکومت جو فوج، سی۔ آر۔ پی، اور خفیہ پولیس کے سہارے قائم ہو۔ یاد رکھئے ظالم اور وحشی کے نزدیک ہندو، سکھ اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں وہ سب کی آبروریزی کرے گا اور سب کو لوٹے کھسوٹے گا اگر یقین نہ آئے تو میں آپ کی توجہ جموں کی طرف مبذول کرتا ہوں جہاں

ہندوؤں ہی کی غالب اکثریت ہے مگر ظلم وستم، لاقانونی اور غنڈہ گردی کے ہاتھوں وہاں کے ہندو بھی پریشان ہیں۔ اور اس کے شاکی ہیں اگر میری بات کا یقین نہ آئے تو جموں میں جاکر مشاہدہ کیجئے اس لئے ہم سب کا متفقہ مطالبہ یہ ہونا چاہئے کہ ملک میں انصاف کی حکمرانی ہو اور حق پرستی کا راج ہو۔

پنڈت نہرو کی دوستی :- "پنڈت جواہر لال نہرو کی دوستی پر مجھے فخر ہے وہ ایک بلند شخصیت کے مالک ہیں میرا ان کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے اور اب بھی میرے دل میں ان کی ویسی ہی عزت ہے۔ میں تو یہ سمجھتا رہا ہوں کہ وہ نہ صرف میرے بلکہ یہاں کے باشندوں کے دوست ہیں اس لئے مجھے انتہائی صدمہ ہوتا ہے جب کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی تو تیر برسائے۔ مقابل میں اگر کوئی دشمن ہو تو اس کے تیروں اور پتھروں کی پروا نہیں ہوتی مگر دوست پھول بھی مارے تو انسان زخمی اور گھائل ہو جاتا ہے۔ میں نے ان سے بار بار کہا کہ آپ ہمارے متعلق بہتان تراشی پر کیوں خاموش ہیں۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ ہمیں تو جیل خانوں میں بند کر دیا گیا اور ہمارے مخالفوں کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ ہمارے خلاف جس قدر بھی گند اُچھال سکتے ہیں اُچھالیں۔ منظم طور پر غلط پراپگنڈا کریں اور سارے ہندستان میں ہمارے خلاف نفرت وحقارت پھیلائیں مگر ہمارے لئے کوئی موقعہ نہ ہو کہ ہم اپنی طرف سے کوئی صفائی پیش کر سکیں۔ میں نے پنڈت جی سے درخواست کی کہ وہ خود جج بنیں اگر میرا قصور ثابت ہو تو میں بخوشی سزا بھگتنے کو تیار ہوں اور اگر کسی کی یکطرفہ رائے کی بنا پر ہمیں قصوروار ٹھہرایا ہی جائے تو یہاں کے عوام نے کون سا قصور کیا تھا کہ ان پر گولیاں برسائی گئیں اور ان کو تختۂ مشقِ ستم بنایا گیا۔ پنڈت جی کو ادھر ایک بار نہیں کئی بار متوجہ کیا گیا مگر بدقسمتی سے وہ چپ سادھے رہے۔ ان کی اس چُپ کا کیا مطلب سمجھا جائے پنڈت جی کی دیرینہ دوستی کا احترام کرتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انسانیت کی اس پامالی میں کسی کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے ہم ریاستی عوام کے حقوق کو قربان نہیں کر سکتے۔ ہم کسی شخص یا کسی جماعت کے وقتی مفاد اور مصلحت کی بنا پر ریاستی

عوام کو اُن کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کر سکتے اور نہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ سکتے ہیں۔

کشمیر کے باشندوں کا کیا قصور:۔ "آخر اس ملک کے بدنصیب باشندوں کا کیا قصور ہے ہندستان کی تقسیم کانگریس اور مسلم لیگ کے باہمی سمجھوتہ سے ہوئی تھی کشمیر کے باشندے اس کے لئے بے قرار تھے کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد عنان حکومت ان کے ہاتھ آئے اور وہ اس کے جانشیں بنیں مگر ایسا نہ ہوا ہندستان تقسیم ہوا انگریز نے ہندستان کے اندر ایک اور ہندستان بھی بنا رکھا تھا اور وہ راجوں مہاراجوں اور نوابوں کی ریاستیں تھیں جو اس کے سامراج کا ستون تھیں وہ انگریزی راج ہی کی سرپرستی میں قائم تھیں جب انگریز کا راج ختم ہوا تو ان ریاستوں کے مستقبل کا سوال درپیش ہوا۔ وائسرائے نے اِن والیانِ ریاست سے کہا کہ میری نئی حکومت[1] اب ان کی سرپرستی کرنے سے قاصر ہے اس لئے ان کو چاہئے کہ ہندستان اور پاکستان میں کسی ایک مملکت کے ساتھ اپنی ریاست کا الحاق کرلیں مگر الحاق کی شرط یہ لگادی کہ ریاستی عوام کی خواہشات پر اس کا تمام تر انحصار ہوگا نیز ریاست کی جغرافیائی حیثیت اور باشندوں کے ثقافتی تعلقات کا بھی خیال رکھا جائے۔ ۳ جون[2] سنہ ۴۷ء کو اس امر کا اعلان کیا گیا اور کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے الحاق کے سلسلہ میں ان امور کو تسلیم کرلیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ تذبذب میں پڑ گئے اور کسی نتیجہ پر نہ پہونچ سکے آخر اس نے پاکستان کے ساتھ جوں کا توں[3] معاہدہ (Stand still Agreement) کرلیا۔ حکومت پاکستان اور مہاراجہ کے درمیان ستمبر اور اکتوبر سنہ ۴۷ء کے دوران خط و کتابت کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا میں اس کی تفصیلات میں اس وقت جانا نہیں چاہتا۔ آپ کو علم ہے کہ اکتوبر سنہ ۴۷ء میں اندرونی انتشار کے ساتھ ہی قبائلی حملہ ہوا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ طاقت

۱، ۲، ۳ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں

کے زور سے ریاست کا الحاق کرلیا جائے مہاراجہ کشمیر نے حکومتِ ہند سے امداد طلب کی جو اُسے اس شرط پر دی گئی کہ خطرہ ٹل جانے کے بعد اسکی تصدیق ریاستی عوام سے کرائی جائے پنڈت جی نے فوجی امداد کے کچھ دن بعد ہی اس امر کا اعلان کیا اور خود بھی کشمیر آکر سری نگر کے لال چوک[1] میں یہ کہا کہ وہ کشمیریوں کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے جونہی فوج کی ضرورت نہیں رہے گی اسے واپس ہندوستان بلا لیا جائے گا اور الحاق کا فیصلہ عوام ہی اپنی مرضی سے کریں گے۔ قبائلی حملہ کے ساتھ ہی حکومت ہند اور حکومتِ پاکستان کے مابین مذاکرات ہوئے تھے جن میں دونوں حکومتوں نے اس پر اتفاق کیا تھا کہ کشمیر کا قضیہ عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے چنانچہ حکومت ہند نے اس کی ابتدا کی اور وہ اس قضیہ کو حفاظتی کونسل میں لے گئی وہاں پر بھی دونوں[2] نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا کہ قضیہ کا منصفانہ حل یہی ہے کہ ریاستی عوام کو ان کا بنیادی حق خود ارادیت دیا جائے اور ان کی آزاد رائے سے الحاق کا فیصلہ ہو۔ قطع نظر اس کے پنڈت جواہر لال نہرو نے بار بار ریاستی عوام کو اس کا یقین دلایا اور پارلیمنٹ[3] کے اندر اور باہر ہر جگہ اس یقین دہانی کو دہرایا اور کشمیریوں کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانے کا وعدہ کیا۔ بڑے ادب کے ساتھ میں پنڈت نہرو سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی یقین دہانیوں اور وعدوں کا کیا ہوا۔ کیا کشمیریوں کی مجبوری سے فائدہ نہ اُٹھایا گیا۔ ریاست کے باشندوں کو جبر قدرتی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اس کے باعث وہ سخت پریشان اور غیر مطمئن ہیں ان کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ہر موقعہ پرست نے لوٹ کھسوٹ اور استحصال کرلیا۔ زبردستوں نے ہماری بے بسی سے فائدہ اٹھا کر ہمیں بنیادی حقوق محروم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہمیں ایک سرد جنگ میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ مذبذب اور غیر یقینی حالات ہمارے چاروں طرف پیدا کر دیئے۔

---

[1]، [2]، [3] پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کے وضاحتی بیان کا ضمیمہ کتاب ہذا کا چھٹا باب۔

گئے ہیں۔ اس کا دائرہ ہم تک ہی محدود نہیں بلکہ ہندو پاکستان کے کروڑوں انسان بھی اسی عذاب میں ہیں اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس تباہ کن جھگڑے کا جلد سے جلد فیصلہ کیا جائے۔ یہ فیصلہ دہلی یا کراچی میں نہیں ہو سکتا یہ فیصلہ کشمیر کے چالیس لاکھ باشندے کریں گے۔ یہاں کے ہندو، مسلمان، سکھ سبھی اس فیصلہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ یہاں کے باشندوں نے بھائی چارے کی شاندار روایتیں قائم کی ہیں۔ اور یہ سب پُرامن حل کے متمنی ہیں۔ چند خود غرض لوگوں نے ۱۹۵۳ء میں سازش کر کے حکومت کا تختہ اُلٹ دیا تھا۔ وادی کشمیر کے ہزاروں باشندوں کو جیل بھیج دیا گیا اور سینکڑوں کو قتل کر کے یہ اعلان کر دیا کہ ریاست کا الحاق طے ہو گیا اس طرح انھوں نے تمام دنیا کی رائے کو چیلنج کیا۔ ساڑھے چار سال سے وہی مار دھاڑ اور پکڑ دھکڑ جاری ہے اور ریاست کا کوئی باشندہ اپنے کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کا صدمہ ہے کہ خوف اور بددلی عوام کے دل و دماغ پر مسلّط کر دی گئی جس کے نتیجہ میں انہیں حکومت ہند پر بھی اعتماد نہیں رہا۔ اب آپ ہی دیکھئے کہ جب بے اعتمادی کی یہ حالت ہو کہ وہ چاروں طرف سے محیط ہو تو پھر الحاق کا جھگڑا ایسی فضا میں کیسے اطمینان سے طے پا سکتا ہے جھگڑا تو سب کے باہمی اعتماد و رضامندی سے طے ہو گا مگر باہمی رضامندی کیلئے باہمی اعتماد ضروری ہے اور باہمی اعتماد کے لئے ذہنوں کا خوف و ہراس سے خالی ہونا ضروری ہے اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ ہندو بھائی مسلمانوں کی ذہنی پریشانی کا احساس کرتے اور مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کی مشکلات کا اندازہ کرتے تو ایک دوسرے کو سمجھنے ہی سے دوستی کی بنیاد استوار ہوتی اسی لئے ہم نے اس کی کوشش کی تھی کہ یہاں کی سیاست میں مذہبی عقائد کے اختلاف کو دخل نہ ہو مگر ہماری کوشش کو بار آور نہ ہونے دیا گیا اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ یہاں کی سیکولر خصوصیت ہی ان لوگوں نے ختم کر دی جو حکومت ہند کے قریبی دائرہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ قائم کر رہے ہیں ان لوگوں نے مذہبی جنونوں کے آگے ہتھیار ڈال دئے اور غرض پرست عناصر کی خوشنودی

کے لئے کشمیر کی روح کو کچل ڈالا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہند پارلیمنٹ میں شری اشوک مہتہ نے کہا تھا "کشمیر کی روح کا گلا گھونٹا جا رہا ہے"۔ اس پر ایک ایسی ٹولی کو مسلط کر دیا گیا ہے جو لوٹ کھسوٹ کی رٹ لگا کر اپنے زمانِ عیش و عشرت کو لمبا کر رہی ہے۔

۱۹۴۷ء کا خون خرابہ:- ۱۹۴۷ء میں جو خون خرابہ ہوا تھا اسے لوگ بھول جانا چاہتے ہیں مگر کشمیر کے جھگڑے کی آڑ میں جو نفرت و حقارت کی آگ بھڑکائی جا رہی ہے اور جذبات کو جس طرح برانگیختہ کیا جا رہا ہے وہ اس کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے ہمارے اس چھوٹے سے ملک کے اندر حد بندی لائن قائم کر کے اس کے دونوں طرف لاتعداد مسلح فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی ہیں اور اس وقت جبکہ دنیا کی طاقتوں کے درمیان تناؤ اور کھچاؤ بڑھتا جا رہا ہے کشمیر میں ایسی حالت کا برقرار رہنا کتنی خطرناک بات ہے اگر یہ تناؤ اور کھچاؤ کسی وقت سرد جنگ سے گرم جنگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس کے ردِ عمل سے ہندوستان اور پاکستان بھی نہیں بچ سکتے اور جب کہ مسلح فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوں تو پھر پھوس میں ایک چنگاری ہی کافی ہوتی ہے۔ دوسرے ان فوجوں کی وجہ سے ہمارے کمزور اور امن پسند ملک کے باشندے دو حصوں میں بٹ گئے ہیں اور اللہ کو یہ بات بھی پسند نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ انسانوں کو بانٹ لینا اور ان کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اللہ کو ناپسند ہے جب انسانی ہوس ایسا کرتی ہے تو خونریزی ہی اس حماقت کا خاتمہ کرتی ہے اللہ انسان پر ظلم نہیں کرتا مگر انسان خود ہوا و حرص کے ذریعہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ ان حماقتوں سے باز رکھنے کے لئے کیا کوئی جنگِ عظیم ہی ناگزیر ہے جب ایک انسان دوسرے کا گلا کاٹنے پر مجبور ہو۔

سب سے بڑا گناہ:- "یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ نوعِ انسانی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ محض اپنی ہوسناکیوں کو پورا کرنے کے لئے انسانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا کیا جائے اور ان کے اندر نفرت و حقارت کے جذبات بھڑکائے جائیں مگر یاد رکھئے کہ یہ طریق کار جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور جنگ

کا نتیجہ ہمہ گیر تباہی اور بربادی! اس تباہ کن انجام سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم قبل از وقت ہی سوچیں سمجھیں۔ حکمران ٹولی نے اس کا آغاز کیا تھا اور ملک کے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کے لئے ایک ناقابل برداشت صورت حال پیدا کر دی ہے ہم سب کو اکھٹے ہو کر اس کی روک تھام کا انتظام کرنا ہے ورنہ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

"آیئے ہم ایک دوسرے کے دُکھ درد کو سُنیں۔ اس گھناؤنے ماحول کو بدلیں اس کی جگہ پُر امن فضا پیدا کریں ایسی فضا جو دوستی اور محبّت کی ہو تاکہ ہمارے تمام مسائل اس میں حل ہو سکیں اور ہماری تمام مشکلات اس میں دور ہوں اللہ ہم سب کو نیکی اور محبّت کی راہ پر قائم رکھے۔؎

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اُٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں

"ساڑھے چار سال کی طویل جدائی کے بعد جس تپاک سے آپ نے مجھے اپنے آغوشِ عقیدت و محبت میں لیا ہے میں اس کے لئے آپ کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ مجھے ہمت و توفیق دے کہ میں آپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکوں اور میری بھی یہ دلی تمنّا ہے کہ میری بقیہ زندگی اسی میں صرف ہو اور جب آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے ملک و قوم کی خدمت ہی میرا محبوب مشغلہ رہا ہے اور اس میں میں نے کبھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ نے بھی ہر مرحلہ اور ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور نہ صرف اپنی عقیدتمندی اور اپنے تعاون سے میری حوصلہ افزائی کی بلکہ جانی اور مالی قربانیاں دے کر ملک کو آزادی کی منزل کے زیادہ قریب پہونچایا۔ آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں اس کی حیثیت فیصلہ کُن ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ہم اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرا کے رہیں گے۔ ایسا فیصلہ جو کشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں کے لئے قابل قبول ہو۔"

تیسرا باب

سری نگر میں آمد

۱۲ر جنوری ۱۹۴۸ء کی شام کے ۵ ½ بجے شیخ محمد عبداللہ سری نگر پہونچے تو شہر کی آرائش و زیبائش قابل دید تھی۔ قدم قدم پر محرابیں اور شاندار دروازے بنائے گئے تھے اور دکانوں اور مکانوں کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب کھلی جیپ میں سوار تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ڈھائی درجن جیپیں اور ویگنیں تھیں ۴ ½ سال کی طویل مدت کے بعد عوام اپنے محبوب لیڈر کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے اُچھل رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے۔ ہر طرف 'شیرِ کشمیر زندہ باد'، 'ہندو مسلم اتحاد زندہ باد' کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ سری نگر شہر کے تمام باشندے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے ہیں ہزاروں روپیہ کی آتشبازی اور گولے چھوڑے گئے یہ جلوس آہستہ آہستہ بازاروں میں سے گزرتا ہوا خانقاہ معلی پہونچا جہاں شیخ محمد عبداللہ نے لاکھوں ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی۔

آثار شریف حضرت بل میں پہلی تقریر

"۱۳ر جنوری ۱۹۵۸ء کو تقریباً ایک لاکھ کے مجمع کے سامنے شیخ محمد عبداللہ نے نظر بندی کے بعد پہلی مرتبہ حضرت بل میں تقریر کی وہ ٹھیک تین بجے تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ حاضرین کے چہروں پر خوشی کی چمک اور آنکھوں میں تاثر کے آنسو تھے۔ نعت شریف اور درود خوانی کے بعد انہوں نے ذیل کے اشعار پڑھے ؎

حرم کی راہ نہ لے گر نہیں ترے سر میں ؛ جنونِ بادیہ پیمائی و جفا طلبی
کسی کے آگے نہ خم ہو سکی مری گردن ؛ کسی جگہ مری آواز آج تک نہ دبی
یہ فیض سب ہے اُسی ذات کا کہ جس کا لقب ؛ ہے مکی و مدنی، ہاشمی و مطلبی

اسی کے فیض سے ذرّے بھی برق پارے ہیں
اسی کے نور سے سرشار چاند تارے ہیں

اسلاف کی تقلید:۔ "آج خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کا یوم وفات ہے۔ ہمیں لازم ہے کہ اُن کی تقلید کریں اور اپنے اندر وہی اوصاف و کردار پیدا کریں۔ مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اسلاف عظّام کے نقشِ قدم پر چلیں۔ خاص کر حضرت محمد صلعم اور صحابہ کبارؓ کی پاک زندگیوں کو اپنے سامنے رکھیں اور اس سے سبق حاصل کریں جو قوم اپنے بزرگوں کے حالات سے بے خبر رہے وہ ترقی نہیں کرسکتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کی تقریب پر آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ وہ پہلے شخص تھے جو رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لائے تھے جب دشمنوں کے غلبہ کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو مکہ چھوڑ دینے کی ہدایت کی تو یہ صدیق اکبرؓ ہی تھے جنہوں نے حقِ رفاقت ادا کیا۔ غار ثور کی پناہ کے دوران جب دشمنوں کا وہاں سے گزر ہوا تو خلیفہ اوّل صدیق اکبرؓ کے دل میں خوف پیدا ہوا اور کہا کہ دشمن آگیا ہے اور ہم صرف دو تن ہیں جس کے جواب میں حضرت محمدؐ نے فرمایا۔ "ڈرنے کی بات نہیں۔ ہم اکیلے نہیں ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔" حضور صلعم کی رحلت کے بعد تمام مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ اوّل چُنا۔ جب آپ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو ملک کے اندر پریشانی اور انتشار کے آثار موجود تھے آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں مسیلمہ کذّاب اور بعض دوسرے لوگوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا چنانچہ مسیلمہ کذّاب نے حضور صلعم کو اس مضمون کا ایک خط بھی لکھا تھا کہ عرب کا نصف حصّہ آپ سنبھالیں اور نصف میرا سمجھیں۔ رسول اللہ صلعم کی آواز حق و صداقت کی تھی اور ہوسِ ملک گیری ان کے دل میں نہیں تھی ان کا پیغام بنی نوع انسان کے لئے تھا، وہ انسانوں کے دلوں کو ملانے آئے تھے نہ کہ ملک کو بانٹنے کے لئے۔ اس لئے ان کاذبوں کے وعدے اور شعبدہ بازوں کے تمام کھیل بے کار گئے۔"

حال کے واقعات:۔ حال کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے

شیخ صاحب نے فرمایا "اس صدی میں جبکہ دنیا نے کافی ترقی کرلی ہے آج کے مسیلمۂ کذاب نصف حصہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ یہ سارے کا سارا کھانا چاہتے ہیں۔
آنحضرت صلعم کی رحلت کے وقت عرب میں جن قبائل نے ابھی اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا وہ مرتد ہو گئے تھے، کچھ لوگوں نے شرعی احکام سے انکار کیا اور زکوٰۃ دینا نہ چاہا جو لوگ جھوٹے وعدے کرتے تھے انہوں نے بھی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کو اپنی کھینچنا شروع کیا اور اپنے پروگرام بنانے کے لئے جماعتیں منظم کیں۔ انسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے چنانچہ اس وقت بھی اسی فطری کمزوری سے فائدہ اٹھایا گیا اور آج بھی اُٹھایا جا رہا ہے اگر ہم قرآن شریف کا مطالعہ کرتے رہیں تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ افسوس کہ ہم نے اس خدائی ضابطہ قانون کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ قرآن شریف کیا ہے اور حضرت محمد صلعم کی تعلیم کیا ہے۔ یاد رکھئے قرآن کریم مکمل ضابطہ حیات ہے اور اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے تو ہمیں پھر پریشانی اور تکلیف کا سامنا نہیں ہوگا اور نہ ہم گمراہ ہوں گے۔

اپنوں کے تیر:- "اگر کسی دشمن کے ہاتھوں یہ تکلیف مجھے پہونچی تو رنج نہ ہوتا مگر یہ تیر تو اپنوں ہی نے چلائے تھے اس لئے رنج پہونچا مجھے ان لوگوں نے جیل بھجوایا جن کو میں نے پالا تھا۔ اور جن کا یہ دعویٰ تھا کہ اگرچہ باقی مسلمانوں کے لئے بنائے اسلام صرف پانچ ارکان ہیں مگر ان کے لئے چھ ارکان ہیں اور یہ چھٹا رکن "شیخ محمد عبداللہ کی قیادت پر غیر متزلزل عقیدت ہے"۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دل میں ان کے متعلق یہ تمنا تھی کہ وہ ترقی کریں۔ افسوس اس کا بھی ہے کہ اس کام میں صرف یہی دوست شامل نہ تھے بلکہ دنیا کا یہ خیال بھی ہے کہ میرے محترم دوست پنڈت نہرو کو بھی انہوں نے اپنا معاون بنا لیا حالانکہ ہم دونوں نے انگریز کے زمانہ میں مشترکہ طور پر آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کی تھی۔ میرے ان کے تعلقات ایک کنبہ کے افراد کے سے تھے۔ انہوں نے تحریک کے دوران ہماری مدد کی اور ہمارے لئے تکالیف بھی اٹھائیں اس لئے میرے دل میں پنڈت جی کا بے حد احترام ہے اور ان کے لئے میں ہر قسم کی قربانی دینے کو

تیار ہوں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آج پنڈت جی کے نام سے اور ان کے عہدِ حکومت ہی میں ہندستانی فوج۔ سی۔ آر۔ پی، ملیشیا اور بے پناہ روپیہ اور اخبارات کشمیر کے مسلمانوں کی مخالفت میں استعمال کئے جارہے ہیں اور ان لوگوں کو تباہ و برباد کیا جارہا ہے جو ان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے جیل خانے میں مجھے بھی واقعات اذیت دیتے رہے مگر قرآن مجید میرے پاس تھا میں جب اس کی تلاوت کرتا اور ساتھ ہی تفسیر بھی دیکھتا تو تمام رنج و غم اور مایوسیاں دور ہو جاتیں۔ اگر آپ بھی قرآن مجید کو اپنے سامنے رکھیں تو تمام رنج و غم اور خوف و ہراس دور ہو جائے گا۔

"جب کبھی میں اس پر غور کرتا ہوں کہ یہ تکلیف کیوں مجھے ایسے دوستوں کے ہاتھوں ہوئی ہے خاص طور پر ان کے ہاتھوں جنہیں میں نے پالا پوسا تو مجھے محسوس ہوا کہ شاید مجھ ہی میں کچھ خامیاں ہوں اور باری تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے جائزہ لینے کا موقع بہم پہونچایا اور مجھے مغفرت طلب کرنے کی مہلت دی۔ ایک شمع کی روشنی جتنی زیادہ تیز ہوتی ہے اتنا ہی وہ اندھیرا دور کرتی ہے بشرطیکہ شمع خود جلے اور اس کی روشنی زیادہ سے زیادہ تیز ہو۔ ایک سچے مسلمان کے دل میں ہر وقت خدا کا خوف رہنا چاہئے اور نماز کا پابند رہ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

ترجمہ:- [سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا، بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا مالک روزِ جزا کا تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ بتلا ہم کو راہ سیدھی ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔]

پڑھے اور سبحان ربی الاعلیٰ پکارے۔ جب ہم میں یہ اوصاف نہیں اور ہم شمع کی طرح جلنے کو تیار نہیں اور زیادہ سے زیادہ تیز روشنی سے ہم اپنے گرد و پیش کے اندھیرے کو دور نہیں کرسکتے

تو پھر مصائب و آلام پر قابو پانا کیسے ممکن ہے۔ جیل جا کر مجھے اس کا احساس ہوا کہ مجھ میں کیا کیا خامیاں اور کوتاہیاں ہیں؟"

عملی زندگی پر زور دیتے ہوئے فرمایا

جناب پیر دستگیرؒ کے حضور میں :- "جناب پیر دستگیرؒ کے حضور میں ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ یہ بچہ کھانڈ کھاتا ہے اسے منع فرمایئے آپ نے اس سے فرمایا کہ کل اسے پھر لاؤ۔ وہ عورت دوسرے دن پھر اس بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو حضور نے بچےّ کو نصیحت کی کہ بچےّ کھانڈ مت کھاؤ۔ عورت نے عرض کیا کہ حضور یہ بات تو آپ کل بھی فرما سکتے تھے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ کل میں نے خود کھانڈ کھائی تھی اس لئے بچےّ کو کیسے منع کرتا اور میری نصیحت کا اس پر کیا اثر ہوتا۔ چار سال جیل خانے میں رہ کر میں نے اپنے نفس کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ اگر مجھ میں کوتاہیاں نہ ہوتیں تو شاید ان دوستوں کے دلوں میں بھی غلط خیالات پیدا نہ ہوتے اور ۹ اگست ۵۳ء کو جو کچھ ہوا اس کے نتیجہ میں شاید میری ہی خامیوں کے باعث قوم کو طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانا پڑیں اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنی فروگزاشتوں کی مغفرت چاہی اس سلسلہ میں قرآن مجید نے میری رہنمائی کی اگر آپ بھی اس کی ہدایت پر عمل کریں تو کبھی پریشانی لاحق نہ ہوگی۔"

ظالموں کو معاف کرنے کے متعلق شیخ صاحب نے فرمایا

ظالموں کو معافی :- "صدیق اکبرؓ نے بیس سال رسول اللہ صلعم کی صحبت میں گزارے اس عرصہ میں وہ حضور صلعم کی تعلیم کا ایک نمونہ بن گئے جب رسول اللہ صلعم کو دشمنوں نے تکلیفیں پہونچائیں اور ان پر سنگ باری کی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ان دشمنوں کے حق میں دعائے بد کیجئے حضور صلعم نے اس کے جواب میں فرمایا اے خدا ان کو ہدایت دے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔ آؤ ہم بھی آج ظالموں کو معاف کردیں اور ان کے حق میں ہدایت کی دعا کریں یہی رسول اللہ صلعم کی سچی تعلیم ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے

زمانے میں اور خلیفۂ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے عہدِ خلافت میں جھوٹے مدعیوں کی ایک بھی نہ چلی۔"

قوم پر آزمائشوں کی تشریح کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

قوم پر آزمائشیں:۔ "حضرت محمد صلعم نے جب پرچم توحید بلند کیا تو ہر قسم کی تکلیفات اور موانعات کے مقابلہ میں ان کا قدم آگے ہی کو بڑھتا۔ اس زمانہ میں آپ کو اُن تکلیفوں کا اندازہ نہیں۔ آنحضرت صلعم نے برملا کہہ دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں صداقت کے مقام سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اس کے برعکس شعبدہ باز تھے کہ اسی طرح اپنی چالیں چلتے رہے جس طرح کہ آجکل چلی جارہی ہیں اور اپنے شیشے میں اتارنے کے لئے نئے نئے کھیل کھیلے جارہے ہیں، انگریزی ٹیبو کو لاکر نچوایا جاتا ہے۔ پہلوانوں کے دنگل ہوتے ہیں اور جشن کشمیر کے نام سے رقص و نغمہ کا انتظام کیا جاتا ہے غرض خلاف شرع محمدیؐ و احکام خدا بانوں پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح کشمیری عوام کی توجہ اصل مقصد سے ہٹائی جائے۔

"علاوہ ازیں دیگر مشکلات و مصائب کی صورت میں خدا نے بھی آپ کو آزمائشوں میں ڈالا اور اس آیت قرآنی کے مطابق وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

ترجمہ:۔ اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے۔

غرض خوف، ڈر، پھلوں کے نقصان اور جانی و مالی زیان سے آپ کا امتحان لیا یہ کوئی نئی بات نہیں ہر زمانے میں اللہ کے نیک بندوں پر ایسا وقت آیا ہے مگر وہ صبر و استقلال کے ساتھ رہے اور ایسی آزمائشوں میں پورے اترے آپ کو بھی لازم ہے کہ سچا مسلمان ہونے کا ثبوت دیں اگر آپ صدق دل سے کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور اس پر یقین کامل رکھتے ہیں تو باطل کی ان تمام طاقتوں کی پروا کئے بغیر آگے بڑھئے، خوف و ہراس دل میں نہ لائیے اور

نقصان کی فکر نہ کیجئے۔

گذشتہ چار سال کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا

گذشتہ چار سال کے واقعات:۔ "تم سے کہا گیا کہ شیخ محمد عبداللہ تم سے آلو کھانے کو کہتا تھا مگر ہم تمہیں پیٹ بھر کر کھلائیں گے اور جتنا چاہو گے کھاؤ گے اور بچے پیدا کرو گے۔" مگر معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کیوں کہا گیا یہ سب کچھ تمہاری عزت، آبرو اور آزادی کی سودا بازی کرتے ہوئے کہا گیا اور اس کے عوض تمہیں چند سیر چاول دے گئے میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے تمہارے خون میں اگر کچھ بھی تڑپ باقی ہے تو اُس پرندے کی طرح زندگی بسر کرو جو قفس کی اسیری پر آزادی کو ترجیح دیتا ہے حالانکہ قفس میں ہر قسم کی خوراک ملتی ہے مگر اس کے بجائے وہ آزادی کی ریت ہی قبول کرتا ہے اگر تمہارے دل میں اس جذبہ کی ایک رمق بھی باقی ہے اور تمہارے خون میں حرارت اور تپش کا شائبہ بھی ہے تو آزادی کو کسی قیمت پر بھی فروخت نہ ہونے دو۔ موجودہ حکمران ٹولی نے ہندوستان جا کر کہا کہ کشمیریوں کو سیاست سے کیا سروکار وہ تو صرف پیٹ بھرنا جانتے ہیں اگر ان کے لئے چاول سپلائی کر دیا جائے تو جیسے چلاؤ وہ چلیں گے۔ جب مجھے ان باتوں کی اطلاع ملتی تھی تو ایسے لوگوں کی کوتہ اندیشیوں پر مجھے ہنسی آتی اس لئے کہ میری نگاہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات پر تھی، جس کا ارشاد یہ ہے کہ جو لوگ دھوکا اور فریب دے کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں بالآخر خود ہی مبتلائے فریب ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں اور جو جال وہ دوسروں کے لئے بچھاتے ہیں اس میں خود ہی پھنس جاتے ہیں خدا تعالیٰ سمیع و بصیر ہے وہ دلوں کا مالک ہے اور انسان کی پوشیدہ حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے اس کے مطابق اسے سزا و جزا دیتا ہے۔ ایک عورت ایسی ہوتی ہے جو اپنی عزت و آبرو فروخت کر کے زندگی بسر کرتی ہے اور اس کے مقابل ایک دوسری عورت ہے جو اپنی عزت و آبرو کو برقرار رکھتے ہوئے

محنت مزدوری کرتی ہے اور اپنا پیٹ پالتی ہے یہی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو دنیاوی آرام و آسائش کی خاطر اپنی عزت و آبرو بیچ دیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے ان کو دنیاوی آسائشیں حاصل ہو جائیں مگر اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کی عزت و آبرو اور آزادی باقی نہیں رہتی۔

عوام کے سینوں میں گولیاں:۔ "۹ اگست ۱۹۵۳ء کے واقعہ میں کافی لوگ مارے گئے انہیں اس کا کیا علم تھا کہ وہ انہی لوگوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے جنہیں وہ کبھی زندہ باد کہہ چکے ہیں۔ یاد رکھئے! یہی آزمائش اور انصاف کا وقت ہوتا ہے اور جب کبھی ایسا وقت آئے تو صبر و استقلال سے کام لیجئے خداوند تعالےٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ جو بندے اس کی آزمائشوں میں مستقل مزاج رہتے ہیں ان کے لئے ابدی راحت ہے۔ ایماندار وہ ہیں جو خدا کے حکم کی تعمیل میں ہر بڑی سے بڑی مصیبت کو برداشت کرتے ہیں مگر سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے اور تحریص و ترغیب سے گمراہ نہیں ہوتے یہی وہ مومن بندے ہیں جو خدا کی نظروں میں عزیز ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت کے دوران جب مرتدین کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور لوگوں نے شرعی احکام کی تعمیل اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اُن کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رضؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضؓ نے اس سے اتفاق نہ کیا اس پر خلیفہ اوّل رضؓ نے کہا کہ اگر کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا تو میں خدا کے لئے جنگ جاری رکھوں گا خواہ مجھے اکیلے لڑائی کرنا پڑے اس لئے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور میں اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ اگر آپ لوگوں میں بھی خلیفہ اوّل رضؓ جیسا پختہ عقیدہ ہے تو خوف و ہراس آپ کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتے ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہمارے لئے باعثِ رحمت تھا اس لئے کہ ہمیں اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے جائزہ لینے کا موقعہ میسر آیا اللہ تعالےٰ نیکی کی جزا نیکی دیتا ہے اور بدی کی سزا بدی مگر اس میں وقت لگتا ہے قوم اعلیٰ کردار کی مالک ہونی چاہیے اگر عوام [illegible] تو کسی تحریک کی ناکامی

ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ہر تحریک کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھا جا سکتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہونچنے میں کوئی چیز سدِ راہ نہیں ہوتی۔

سیاسی تحریک کا مقصد: — آج سے ستائیس ۲۷ سال پہلے ایک تحریک شروع کی گئی تھی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اس ملک کی قسمت کے فیصلہ کا حق یہاں کے عوام کو ہے نہ کہ ایک واحد شخص کو جو اس ملک کا مہاراجہ تھا۔ ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کے وقت یہی نعرہ بلند کیا گیا تھا اور جو حق صدیوں سے چھن گیا تھا اُس کی بازیابی کے لئے نیشنل کانفرنس جد وجہد کرتی رہی یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں جب حکومتِ برطانیہ[۱] نے ہندوستان کو دو مملکتوں — ہند و پاکستان کی صورت میں آزادی دی تو ریاستِ کشمیر کا یہ حق تسلیم کیا گیا کہ وہ ان دو مملکتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرلے یا آزاد رہے اور دونوں مملکتوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے۔ ہندوستان کی تمام ریاستوں کے لئے یہ اصول تسلیم کر لیا گیا کہ جہاں مسلمان حکمران ہو اور رعایا کی غالب اکثریت ہندو ہوں یا جہاں ہندو حکمران ہو اور رعایا کی غالب اکثریت مسلمان ہوں الحاق کا مسئلہ حکمرانوں کی مرضی سے طے نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس ریاست کے عوام کی مرضی سے ہوگا۔ ہم لوگ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ۱۹۴۷ء میں قبائلیوں کا حملہ ہوا اور انہوں نے اندھا دھند لوٹ مار شروع کر دی اس وقت ہم نے اپنا یہ فرض سمجھا کہ سب سے پہلے ملک کو بچائیں چنانچہ ہم نے ہندوستان سے امداد مانگی پنڈت نہرو کے ساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات تھے اور اب بھی ہیں اور جو ہمیں امداد دی گئی اس کے باعث ہیں ان کا بے حد شکرگزار ہوں۔ ہم نے جب حکومت ہند سے فوجی امداد مانگی تھی تو اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ فوجی امداد آئینی تعلق پیدا کرنے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے اور جب الحاق کا سوال درپیش ہوا تو حکومتِ ہند نے شرط[۲] رکھ دی کہ الحاق اسی صورت میں قابلِ قبول ہوگا جب ریاست میں امن امان بحال ہونے کے بعد کشمیری عوام اسکی تائید و تصدیق کریں گے۔ اندریں حالات سردست الحاق عارضی ہوگا۔

۱، ۲ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔

رائے شماری :- "یہ وعدہ پورا کرنے کے بارے میں پنڈت نہرو، سردار پٹیل آنجہانی اور ہندوستان کے دوسرے چوٹی کے رہنماؤں نے ہندوستانی پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر سیکڑوں تقریریں کیں اور حفاظتی کونسل نے بھی اس کا اعتراف کر لیا کہ کشمیر کے مسئلہ کا حل کشمیری عوام کے ہاتھوں میں ہے یہ تمام تقریریں ریکارڈ میں موجود ہیں۔ ہم چند آدمی اس کا فیصلہ نہیں دے سکتے یہ حق کشمیر کے چالیس لاکھ مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو دیا گیا۔ پاکستان اور ہندوستان دونوں اس اصول پر حفاظتی کونسل میں بھی اتفاق رائے کر چکے ہیں اور عوام کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا انہوں نے اقرار کر لیا ہے پنڈت جی سے جب کبھی میں نے کہا کہ اس عارضی الحاق کو قطعی اور دائمی صورت دیدیجئے تو انہوں نے سخت ناراضی میں کہا کہ ہم نے اہل کشمیر کو وعدہ دیا ہے کہ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ ان کی رائے سے ہوگا تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی رائے معلوم کئے بغیر اسے قطعی صورت دے دوں کیا اس طرح آپ ہندوستان کو اور مجھے ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اب جب کہ ہندوستان نے رائے شماری کرانے سے انکار کر دیا ہے اور دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ کشمیر پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی ہے اسلئے اس نے کشمیر ہڑپ کر لیا ہے یہ سن کر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ ہماری تحریک کا بنیادی اصول تو یہی رہا ہے کہ عوام اپنی قسمت کا خود فیصلہ کریں اور یہی اصول ہمارے اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے درمیان مشترک رہا ہے اسی بنا پر میں نے عوام سے متعدد بار کہا کہ حقیقی طاقت کے وہی مالک ہیں اس بنیادی اصول کے لئے سنہ ۳۱ء سے ہم نے جدوجہد جاری رکھی ہے آج میں کس طرح اس سے دستبردار ہو جاؤں جس شخص کی نظر آخرت پر ہو اور جس کا عقیدہ ہو کہ زندگی چند روزہ ہے وہ اپنے سچے مسلک کو کیسے چھوڑ سکتا ہے ایک مومن کی نظر ہمیشہ آخرت پر ہوتی ہے۔ میں نے لوگوں کے سامنے جو اصول رکھا اور جس پر چل کر سنہ ۳۱ء سے ہزاروں لوگ شہید ہوئے اسے چھوڑ کر میں عوام کو کیسے دھوکا دوں۔

سچائی کا دامن :- "مجھے سنہ ۳۱ء کے ان شہیدوں کی بات یاد آتی ہے

جنہوں نے اپنا دم توڑنے سے پہلے مجھ سے یہ کہا تھا " ہم نے اپنا فرض ادا کیا اب آپ کو اپنا فرض ادا کرنا ہے " ۱۹۵۳ء میں اس سانحہ سے پہلے میں نے اپنی تقریروں میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تمہارا ایمان خریدنے کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جائے گا۔ تم کو سبز باغ دکھائے جائیں گے اور عیش و آرام کی زندگی گزارنے کے لئے ساز و سامان مہیّا کیا جائے گا غرض ان تمام ہتھکنڈوں سے تمہارا حق خود ارادیت چھیننے کی کوشش کی جائے گی چنانچہ آزمائش کا وقت آیا ایک طرف اقتدار اور حکومت تھی اور دوسری طرف جیل کی مصیبتیں اور تکلیفیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس شخص نے سچائی کا دامن تھام لیا اس نے سب نعمتیں پالیں۔ خدا ہی بہتر رزاق ہے اور وہی مددگار ہے "

بچّوں کے ساتھ ناروا سلوک اور سختیوں کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب آبدیدہ ہو گئے اور جذبات کی رقّت کے باعث ان کی آواز گلوگیر ہو گئی چنانچہ دھیمی آواز میں کہنے لگے۔

" بچّوں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا اور شفقت پدری کے باعث میں بھی اس سے متاثر ہوا مگر فوراً ہی مجھے قرآنی ہدایات یاد آگئیں اور میں نے بچوں کو یہ ہدایت کی کہ فرض کرو تمہارا باپ انتقال کر جاتا تو تم کیا کرتے انہوں نے جواب میں کہا کہ خدا سے مدد مانگتے تو میں نے ان کو نصیحت کی کہ اس وقت بھی خدا کو یاد کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

" میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح میری نماز میرا اٹھنا، میرا بیٹھنا، جینا، مرنا سب خدا اور اس کے بندوں کے لئے ہے اور میرے سامنے اُسوہ ہے حضرت امام حسینؑ کا جنہوں نے کربلا کے میدان میں جان کی قربانی دی مگر حق و صداقت کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ ایک طرف ہمارے اسلاف کا یہ کردار تھا اور دوسری طرف باطل کی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں جنہیں یہ بھروسہ ہے کہ ان کے پاس فوج ہے، طاقت ہے

اور روپیہ ہے اور اس کے بَل پر وہ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن وہ بھول گئے ہیں کہ ان سے بالاتر بھی کوئی طاقت ہے جس کے سامنے یہ تمام چیزیں ہیچ ہیں آپ اسی برتر و بالا طاقت پر بھروسہ رکھئے جسے خدا کہتے ہیں اور وہی آپ کا واحد کارساز ہے جس شخص کو اس پر بھروسہ ہو وہ سچائی کو کبھی ترک نہیں کرے گا۔

فیصلہ عوام کریں گے :۔ "ہم اسی سچائی کے راستہ پر گامزن تھے کہ ہمارے بعض ساتھیوں میں ذاتی کمزوریاں پیدا ہو گئیں ان پانچ سال میں جو کچھ ہوا اس سے غالباً آپ کے دل میں ان دوستوں کی طرف سے نفرت کے جذبات اُبھر آئے ہوں گے آپ کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ خدا کے محبّ صادق کے دل میں کسی کی طرف سے نفرت نہیں ہونی چاہیئے ہمارے پاس ان کے لئے یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو ہدایت دے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو دُور کرے۔

"میں نے بلاشبہ کٹھن راہ اختیار کی ہے میرے بعض ساتھیوں نے اس سے ناجائز فائدہ اُٹھایا اور انہوں نے ایسی حرکتیں کیں جس کے نتائج ۹، اگست ۵۳ء سے قوم برداشت کر رہی ہے انہوں نے اعلان کیا کہ "کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ہو چکا ہے اور اسمبلی نے بھی اس پر مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اب اس الحاق کو خدا بھی نہیں توڑ سکتا۔" مگر میں کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ دھوکا اور طاقت کے بَل پر کرایا گیا ہے۔ اسمبلی کے کچھ ممبروں کو گرفتار کر کے باقی ممبروں میں خوف وہراس پھیلایا اور اس طرح فیصلہ کر لیا اسے عوام کا فیصلہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر خاص طور پر کرشنا مینن پر افسوس ہے جو بار بار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سچائی کے راستہ پر ہیں اور گاندھی جی کے اصولوں پر کاربند ہیں اور جو مشعل گاندھی جی نے جلائی تھی اُسے روشن رکھنے کے خواہاں ہیں۔ مگر جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے وہ ان اصولوں پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ کو سچ قرار دے رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ الحاق کا فیصلہ عوام نے کیا ہے اس لئے کوئی مزید

کارروائی کرنے کی ضرورت نہیں یہی وہ لوگ ہیں جو گاندھی جی کے ساتھ سخت بے انصافی برت رہے ہیں۔ اگر یہ فیصلہ عوام نے کیا ہے تو پھر اُن کو اذیت کیوں دی جارہی ہے، ان کو ستایا اور دبایا کیوں جاتا ہے۔ دیالگام، وَدرو، شاہ آباد، بیجبارہ، پان پور وغیرہ میں پولیس نے کیوں دہشت پھیلا رکھی ہے۔

جدوجہد جاری رہے گی:۔ "اس متبرک زیارت گاہ کے سامنے کھڑے ہوکر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک اس اصول کو کہ سرداری عوام کا حق ہے، تسلیم نہیں کرلیا جائے گا میں اور میرے ساتھی جدوجہد جاری رکھیں گے یہ ملک کرشنا مینن کا نہیں ہے۔ روس، امریکہ، پاکستان یا ہندستان کا نہیں تو پھر کس کا ہے؟ کشمیر کے لاکھوں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کا ہے، مگر اس کے باوجود اس ملک کا فیصلہ نہ بخشی غلام محمد کرسکتا ہے نہ شیخ محمد عبداللہ نہ مولوی محمد سعید، نہ مرزا افضل بیگ، نہ صادق صاحب۔ یہ سب کشمیری قوم کے افراد ہیں اور ان کی الگ الگ حیثیت ایک ایک فرد کی ہے اور جس طرح ہر فرد ایک ووٹ کا مالک ہوتا ہے یہ بھی ایک ایک ووٹ کے مالک ہیں اس لئے اس ملک کا فیصلہ کشمیر کے ۴۰ لاکھ مردوں، عورتوں کی رائے سے ہو اور یہ سب کا مشترکہ فیصلہ ہوگا اور اسی کو آئینی طریقہ بھی کہتے ہیں اکثریت کا فیصلہ ہی سارے ملک کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ یہی ایک بنیادی اصول ہے جو میرا واحد نصب العین ہے اور جس پر ریاست کشمیر کے قضیہ کا قطعی طور پر انحصار ہے اور میری زندگی بھی اسی اصول کی بنا پر ملک کی زندگی اور اس کی بقا سے وابستہ ہے۔

پاکستان اور ہندستان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں:۔ "ہم کسی سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ پاکستان ہو یا ہندستان ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ ہماری دشمنی نہیں اور نہ ہونی چاہیئے یہ دونوں ملک ہمارے قریبی دوست اور ہمسائے ہیں اور ہم ان دونوں کی دوستی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے جب امریکہ مشرق میں اپنے

دوست تلاش کر رہا ہے اور روس مغرب میں اسی جستجو میں لگا ہوا ہے تو پاکستان اور ہندوستان تو آپس میں قریب تر ہیں اور ان کی باہمی دوستی مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے ناگزیر ہے۔ کشمیر کا جھگڑا نہ نعرہ بازی سے طے ہوگا اور نہ تقریروں سے اور نہ طاقت سے اگر طاقت سے کوئی مسئلہ حل ہوتا تو پھر انگریز ہندوستان کو چھوڑ کر کیوں جاتے اس کے لئے انصاف پسندانہ رویہ درکار ہے۔

دلوں کا الحاق:۔ "الحاق وہی ہوگا جو لوگ دل سے کریں گے اور لوگوں کے دلوں کو صرف محبّت، انصاف اور سچائی سے جیتا جا سکتا ہے وہ چاول سے نہیں۔ سی۔آر۔پی سے نہیں، گولیوں سے نہیں اور جھوٹ اور پیس برگیڈ سے نہیں جیتے جا سکتے۔ موجودہ حکمران ٹولی نے ظلم و تشدد سے جو ماحول پیدا کیا ہے اس میں دلوں کا الحاق ناپید ہے۔ شیخ عبداللہ کو کرسی کی خواہش نہ تھی اور نہ ہے۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت ہند اور نہرو جی اس قماش کے لوگوں کی پشت پناہی کرتے ہیں جو کشمیری عوام کے اندر نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کرنے کا باعث ہیں اور یہ راستہ جو اختیار کیا گیا ہے بالکل غلط ہے اس سے عوام کے دلوں میں محبت کے وہ جذبات پیدا نہیں ہو سکتے جن کی کشمیر میں خوشگوار ماحول کے لئے سخت ضرورت ہے۔

نہرو جی سے درخواست:۔ "مجھے پنڈت نہرو کا احترام ہے، مگر میں اس کے لئے اصول اور سچائی نہیں چھوڑ سکتا۔ جھوٹ بولوں اور دھوکا دوں کیوں؟ سرداری عوام کا حق ہے اس کی تعلیم نہرو جی نے ہمیں دی ہے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنے کا یہ طریقہ غلط ہے جو اختیار کیا گیا ہے۔ مجھ پر عائد کئے گئے الزامات کی تحقیقات کیوں نہ کی جائے تاکہ وہ پایۂ ثبوت کو پہونچیں۔ میں پنڈت نہرو سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ۹ ؍اگست ۱۹۵۳ء کو وہ کون سا مقصد تھا جس کے پیش نظر مسلمانوں کو مظالم کا شکار بنایا گیا۔ نہرو جی سے درخواست کی گئی کہ مجھ پر عائد کردہ الزامات کی تحقیقات کی جائے۔ میں آج بھی اسی درخواست کو دُہراتا ہوں اگر وہ الزامات درست ثابت ہوں تو

میں نہ صرف ہندستان کے تمام باشندوں کے گھر گھر جا کر ان سے معافی مانگوں گا بلکہ مجھے دنیا میں زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہوگا۔ مگر افسوس کہ ایک چور کو تو عدالت میں صفائی کا موقعہ دیا جاتا ہے اور مجھے نہیں دیا گیا۔ حالانکہ میں نے کئی بار اس کی جانب توجہ بھی دلائی کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے، مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی اس کے برعکس میرے دوستوں اور ہندستانی عوام کے دلوں اور دماغوں میں غلط فہمیاں ڈالی گئیں اور میرے خلاف یہاں تک کہا گیا کہ میں نے ملک سے غداری کی ہے اور اس کی پیٹھ پر چھرا گھونپا ہے۔ میرے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ میں نے بیرونی ممالک سے سازش کی ہے اگر بخشی غلام محمد کہتا تو مجھے رنج نہ ہوتا اس لئے کہ ذاتی لالچ کی وجہ سے اسے تو یہ کہنا ہی تھا مگر تعجب ہے کہ کرشنا مینن نے بھی اسی الزام کو دُہرایا باوجودیکہ میں نے متعدد بار اس کے ثبوت کا مطالبہ کیا مگر کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ شیخ عبداللہ پر عائد کئے گئے الزام کو ثابت کرتا۔ میں اب بھی اپنے اسی مطالبہ کو دُہراتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی اسے ثابت کردے تو میں گولی کا نشانہ بننے کو ہر وقت تیار ہوں۔ بشرطیکہ مجھے اپنی صفائی اور اظہارِ حقیقت کا بھی موقعہ دیا جائے۔ یاد رہے کہ مجھے گاندھی جی ایسی عظیم شخصیت کے ساتھ کام کرنے کا فخر حاصل رہا ہے اور میں سچائی کے اصولوں کو دنیا میں عام کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے بڑھ کر ستم کیا ہوگا کہ مجھے بھی نہ چھوڑا گیا اور چار پانچ سال تک بلاقصور اور بے گناہ نظر بند رکھا گیا۔ میں نے انصاف کے نام پر بار بار یہ مطالبہ کیا کہ میرا قصور بتایا جائے مگر بھگوت گیتا کے ان ماننے والوں میں سے کسی انصاف پسند نے یہ نہ سوچا کہ کرشن جی مہاراج نے انہیں جو سبق دیا تھا کہ سچائی کے جھنڈے بلند رکھنے کے لئے اپنے عزیز و اقارب تک قربان کردو۔ کیا شیخ عبداللہ کے معاملہ میں اس حقیقت کو انہوں نے روا رکھا اور جس صداقت کا وہ مدعی ہے اس کی تائید و حمایت میں اپنی آواز بلند کی! ہندستان میں آج بھی ایسے لاکھوں آدمی موجود ہیں جنہیں مجھ سے محبت ہے اور ہم کشمیریوں کی مظلومیت کا اُنہیں دل سے اعتراف ہے، مگر ان کے لبوں پر مُہر خاموشی لگی ہوئی ہے۔ ان میں سے بعضوں کو گمراہ کرنے کی بے حد کوششیں کی گئی ہیں۔ میں کرشنا مینن سے دریافت کرتا

چاہتا ہوں کہ انہوں نے کس بنا پر یہ کہا کہ شیخ عبداللہ نے بیرونی ممالک سے سازش کی تھی۔ اس غلط بیانی کا مجھے حد سے زیادہ رنج ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ انہیں خط لکھوں مگر بعد میں ارادہ بدل دیا اس لئے کہ مجھے اس وقت کا انتظار ہے جبکہ میری صداقت خود بخود دنیا پر آشکار ہو جائے۔ یاد رکھئے خدا کی سرکار میں دیر ہو سکتی ہے مگر اندھیر نہیں۔

عزت و آبرو محفوظ نہیں:۔ دُنیا کا ہر انصاف پسند یہ چاہتا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل ہو کیونکہ یہ کشمیر، ہندوستان اور پاکستان تینوں کو اندر ہی اندر گھُن کی طرح کھائے جا رہا ہے۔ میں یہ بھی علی الاعلان کہتا ہوں کہ ہماری عزت و آبرو اس وقت تک محفوظ نہیں جب تک قضیۂ کشمیر کا اطمینان بخش فیصلہ نہ ہو۔ میرے نزدیک اس کے صرف دو راستے ہیں ایک جنگ کا اور دوسرا دوستی کا۔ جنگ کا راستہ کسی ایک کو بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ رہا دوستی کا تو اُسے بھی تقریروں سے طے نہیں کیا جا سکتا اور ہندوستان ہو یا پاکستان کسی ایک ملک میں بیٹھ کر بھی اسے نپٹایا نہیں جا سکتا اس لئے اس کی واحد صورت سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ کشمیری عوام سے رائے لی جائے اور اس کی خاطر جتنی زحمتیں اور صعوبتیں ہمیں برداشت کرنا پڑیں ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ اس مقصد کے لئے ۱۹۳۱ء میں ہم نے ایک تحریک شروع کی تھی جو ابتدائی چند سال مسلم کانفرنس اور بعد میں نیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام جاری رہی۔ ابھی ہمارے بہت سے دوست جیلوں میں بند ہیں آپ ان کے لئے صبر و استقامت اور جو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے خدا تعالیٰ اسے شرفِ قبول بخشے گا۔

نمازِ جمعہ کے بعد آثارِ شریف حضرت بل میں تقریر۔

۱۷ جنوری ۱۹۶۸ء کو عوام کے مجمعِ عظیم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا "بزرگو، بھائیو اور بہنو! ساڑھے چار سال کے بعد آج ۱۷ جنوری کو میں آپ سے مل رہا ہوں۔ ویری ناگ اور دیگر مقامات پر لوگوں نے میرا خیر مقدم کرنا چاہا مگر برسرِ اقتدار ٹولی نے بیکار مزاحمت کی۔ خیر مقدمی اجتماعات ہوئے اور بڑے عدیم النظیر ہوئے اگرچہ عوام کو خائف و ہراساں کیا گیا مگر انہوں نے سی۔ آر۔ پی اور پیس برگیڈ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ وقتی طور پر وہ روپوش ہو گئے مگر میری آمد کی خبر پاتے ہی باہر نکل آئے اس موقعہ پر حکومت کے ایجنٹ اور کارندے غائب ہو گئے بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے عوام کو پیٹا اور لوٹا۔

آزمائش:۔ آپ نے کہا کہ "جب انسان دنیاوی کاروبار میں ملوّث ہوتا ہے تو فرعون کی طرح سب کچھ بھول جاتا ہے اور اپنی طاقت، دولت اور دوسرے ذرائع سے کام لے کر دوسروں کو غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایسے افراد کو خدا کی ہستی اور اس کی طاقت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ حکمران ٹولی نے عوام کو اپنا طرفدار بنانے کی جتنی بھی کوششیں کیں تمام ناکام ہوئیں اس موقعہ پر باری تعالیٰ نے آپ کو مختلف امتحانوں اور آزمائشوں میں ڈالا مگر مقامِ شکر ہے کہ آپ نے ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو بطیبِ خاطر برداشت کیا اور ان میں پورے اُترے حالانکہ ہر طرف مکر و فریب کے جال بچھا دیے گئے تھے اس وقت ہم میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا جو ان اوچھے ہتھیاروں کا مقابلہ کرتا اور گندے اور غلط پراپاگنڈے کا جواب دیتا اس لئے کہ جیلوں میں بند تھے تو پھر وہ کون سی قوت تھی جس نے آپ کو احساس دلایا کہ یہ سب غلط ہے اور ایک سازش کے تحت عمل میں آ رہا ہے یاد رکھئے وہ قوتِ خداوندی تھی جس نے آپ کے اندر یہ احساس پیدا کیا اور اسی ... مخالفوں کے تمام ہتھکنڈوں کو بے ... کے رکھ دیا اس لئے کہ آپ کے مخالفوں کے پاس سچائی نہ تھی اور اس آ...

الحقّ وذہق ... بل کان زہوقاً کے مفہوم

خدا کی قوت جھوٹ کی عمارت کو رفتہ رفتہ منہدم کرتی ہے۔
اس دوران میں سوائے خدا کی جانب رجوع کرنے کے میرا کوئی کام نہ تھا چنانچہ میں نے اس کی طرف رجوع کیا۔

اخبارات سے شکایت:۔ "رہائی کے بعد میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ بہت سے دلخراش واقعات سننے میں آئے میں نے کچھ تقریریں کیں اور اخباری نمائندوں کو بیانات بھی دئے جن کے ذریعہ حالات حاضرہ کی وضاحت کی مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان تقریروں اور بیانوں کو توڑ مروڑ کر غلط رنگ میں پیش کیا گیا تاکہ میری جدوجہد کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جائیں یہ طریقہ سب اخباروں نے اختیار کیا بلکہ ان کے ایک بڑے حصّہ نے تو اسے اپنا لیا اور کشمیر کے متعلق انہوں نے سچائی اور انصاف کا خون کیا۔ ساڑھے چار سال کی نظربندی کے دوران بھی ان اخباروں نے میرے خلاف خوب پراپگنڈا کیا اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر صحافتی بددیانتی کا ثبوت دیا اس سے ہندوستان کا کیا فائدہ ہوا بلکہ اس کو نقصان ہوا اس کا لاکھوں روپیہ برباد گیا۔ اخبار نویسوں کو خوب کھلایا پلایا جا رہا ہے اور میرے خلاف اُکسایا جا رہا ہے میں ان اخبار نویسوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اُن کے اس طرز عمل سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا اور میں برابر اپنے مسلک پر قائم رہوں گا۔

جھگڑے کی بنیاد:۔ "جھگڑے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انگریز کے چلے جانے سے ہندوستان آزاد ہوا اور ہندوستان اور پاکستان کی صورت میں ہندوستان کو آزادی ملی ہندوستان میں چھ سو کے قریب دیسی ریاستیں تھیں ان کو یہ حق دیا گیا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان دونوں میں سے جس کسی کے ساتھ الحاق کرنا چاہیں کر سکتی ہیں یا خود مختار رہ کر دونوں کے ساتھ دوستی قائم رکھیں۔ کئی ریاستوں نے ہندوستان کے ساتھ الحاق کیا اور کئی ریاستیں پاکستان

ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں

میں شامل ہو گئیں۔ کشمیر نے ابھی اپنے مستقبل کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ڈوگرہ فوج نے پونچھ کے مختلف علاقوں پر مظالم اور مار دھاڑ شروع کر دی اس کے نتیجہ میں قبائلیوں نے ریاست پر حملہ کر دیا اور یہاں کے لوگ ہراساں و پریشان ہو گئے اس موقعہ پر ہندوستان سے امداد کی درخواست کی گئی تاکہ ریاست کے لوگ محفوظ ہو جائیں اور ان کی عزت بچ جائے۔

الحاق کے لئے رائے عامہ کی شرط:۔ "کشمیر نے کسی ایک کے ساتھ شمولیت کا ابھی فیصلہ نہیں کیا تھا اس لئے امداد کے لئے قانونی جواز تلاش کیا گیا چنانچہ مہاراجہ[1] نے الحاق کے لئے درخواست کی جسے اس شرط پر قبول کیا گیا کہ یہ الحاق عارضی ہو گا اور ریاست میں امن و امان بحال ہونے پر عوام سے اس کی تصدیق کرائی جائے گی اس کے بعد اسے حتمی سمجھا جائے گا۔ اس مفہوم کا ایک خط بھی ریاستی حکومت کو حکومتِ ہند کی طرف سے ملا۔ الحاق کے مسودہ پر دستخط ہوتے کے ساتھ ہی ہندوستان نے ریاست میں فوج بھیج دی اور یہاں جنگ چھڑ گئی اس کے فوراً بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا ریڈیو[2] سے تقریر نشر کی جس میں الحاق کو عارضی قرار دے کر رائے عامہ کی اس شرط کو دہرایا۔ لال چوک[3] میں بھی ان الفاظ کا اعادہ کیا گیا آپ نے کہا تھا کہ اسی یقین دہانی پر یہاں ہندوستانی فوج آئی ہے کہ امن قائم ہونے ہی عوام کو حق ہو گا کہ وہ آزادانہ طور پر اپنی قسمت اور مستقبل کا فیصلہ کریں اور آج ہمارا یہی موقف ہے۔

سلامتی کونسل کی تجاویز:۔ "اس کے بعد یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں لے جایا گیا۔ بحث و تمحیص کے بعد وہاں پاکستان اور ہندوستان دونوں نے بہ اصول[4] تسلیم کر لیا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے اس بین الاقوامی ادارہ[5] کی نگرانی میں آزادی کے ساتھ وہاں کے لوگوں کی رائے معلوم کر لی جائے گی۔

---

[1] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں [2]، [3]، [4] پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہذا کا باب چھٹا۔

ریاست کے چالیس لاکھ عوام جن میں مسلمان، ہندو اور سکھ سبھی شامل ہیں مل کر اس کا فیصلہ کریں گے۔ اس بارے میں تفصیلات کے طے نہ ہونے اور فوجوں کے اخراج پر اختلاف کے باعث رائے شماری کا معاملہ تاخیر میں پڑ گیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو رائے شماری کا یہ نعرہ کوئی نیا نہیں۔ آج اگر شیخ عبداللہ یہی کہہ رہا ہے کہ ریاست کے مستقبل کے بارے میں ان وعدوں کو پورا کیا جائے تو کون سا گناہ ہے۔ پنڈت جی اور ہندوستان کے دوسرے رہنما بھی تو بار بار دُہرا چکے ہیں مگر میرے کہنے پر بعض لوگ رنجیدہ کیوں ہیں اور اخبارات سٹ پٹاتے کیوں ہیں۔

کشمیر کا مسئلہ:۔ "میں یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ کشمیر کا فیصلہ کرنے کے جملہ اختیارات عوام کو حاصل ہیں اور اس بات کو سب تسلیم کر چکے ہیں اور جب تک دنیا کے مسلّمہ طریقوں سے عوام کو الحاق اور دوسرے مسائل پر اظہار رائے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ کشمیر کا مسئلہ جوں کا توں معلق رہے گا اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشمکش کا موجب بننے کے علاوہ حالات کی یہ غیر یقینی صورت کشمیر کو ترقی کی سنجیدہ اور مستحکم لائینوں پر چلنے نہیں دے گی۔

تحریک حریت کا مقصد:۔ "ہماری تحریک کا مقصد یہی رہا ہے کہ سرداری عوام کا حق ہے اور کسی فرد واحد کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ وہ ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرے اور اُسے اپنی مرضی کے تابع رکھے سنہ ۴۶ء میں "کشمیر چھوڑدو" کی تحریک اسی اصول کے پیشِ نظر جاری ہوئی تھی اس وقت مجھے ۹ سال کی سزا ہوئی تھی پنڈت جواہر لال نہرو اور مرحوم آصف علی نے اس موقعہ پر نہ صرف قانونی امداد فرمائی بلکہ پنڈت جی نے تو اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے بھی پیش کر دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ سرداری عوام کا حق ہے اور مہاراجہ کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ وہ کشمیری عوام کو اس سے محروم کر دے۔

اسمبلی اور اس کے فیصلے:۔ "جن لوگوں کے مفاد کو اِن حقائق کے اظہار سے نقصان پہونچتا ہے۔ وہ یہ بات اچھال رہے ہیں کہ میں ہی دستور ساز اسمبلی کا بانی مبانی تھا اس میں جو افتتاحی تقریر میں نے کی تھی اس میں الحاق کے لئے تین راستو

کا تذکرہ کیا تھا اور ہندوستان کے ساتھ الحاق پر زور دیا تھا اس کے علاوہ کہا جا رہا ہے کہ میں نے ہی دہلی ایگریمینٹ کیا تھا۔ میں ان ذمہ داریوں کو مانتا ہوں مگر میں اپنے ہندوستانی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ ۹ راگست ۵۳ء کو مجھے اور میرے ساتھیوں کو کیوں گرفتار کیا گیا اور بے قصور کشمیری عوام کے خون کے ساتھ کیوں ہولی کھیلی گئی اور جب سے آج تک ظلم وستم کا وہ بازار کیوں گرم ہے۔
۹ راگست ۵۳ء تک جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری سے مجھے انکار نہیں ان امور کے متعلق اس وقت کسی کے ساتھ بحث میں پڑنے کی مجھے ضرورت نہیں صرف چند واقعات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

"اسمبلی کو وجود میں لانا اور اس کا آئین وضع کرنا یہ کوئی ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال کی بات نہیں ان دونوں کے درمیان پانچ سال سے زیادہ مدت حائل ہے اور ان پانچ سال کے دوران ایسے واقعات رونما ہوئے جن کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسمبلی ابتداءً ۵۱ء میں بنی تھی مگر ۵۳ء میں جو واقعات پیش آئے ان سے وہ عوام کا اعتماد کھو بیٹھی اور اس کے ارکان کی اکثریت رعب اور دباؤ میں آکر صرف ذاتی نمائندہ ہو کر رہ گئی اور بس۔ یہ ہے وہ اسمبلی جس کے ارکان سے آئین پر دستخط کرائے گئے۔

۹ راگست ۵۳ء کی سازش:- "۹ راگست ۵۳ء کی سازش اور اس کے بعد مسلسل ظلم وتشدد کے باعث جب اسمبلی اور عوام کے درمیان کوئی رابطہ ہی نہ رہا تو ۵۷ء کو اسمبلی کے نام سے جو کچھ بھی کیا گیا اس کی حیثیت اور اہمیت کیا رہ گئی اور حکومت ہند[۲] نے تو پہلے ہی اس کا اعلان کر دیا تھا کہ کشمیر دستور ساز اسمبلی کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق ہے مگر الحاق کے بارے میں اس کا کوئی فیصلہ قطعی متصور نہیں ہوگا اور حکومتِ ہند اس کی پابند نہ ہوگی اور حکومتِ ہند ان اقرارناموں پر برابر قائم ہے جو اس نے ریاست کے بارے میں

۱۔ ضمیمہ کتاب ہٰذا باب دسواں ۲۔ پریس کے نام شیخ عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہٰذا کا چھٹا باب۔

حفاظتی کونسل میں کئے ہیں[1]۔ بنز پنڈت جی[2] اور ہندستان کے دوسرے چوٹی کے رہنما بار ہا اس امر کی وضاحت پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر کر چکے ہیں۔ ہندستان اور پاکستان کے وزراء اعظم[3] نے تو میری گرفتاری کے دو ہفتہ بعد ہی اسے از سر نو دُہرایا کہ غیر جانبدار اقوام کی نگرانی میں عوام سے حاصل کی گئی رائے کو ہی کشمیر کا آخری فیصلہ سمجھا جائے گا۔ بخشی غلام محمد نے میری ۱۹۵۱ء کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے ہی الحاق کو آخری حیثیت دی تھی مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میری گرفتاری سے چند روز پہلے اور میری گرفتاری کے بعد بھی بخشی صاحب رائے شماری کو واحد حل سمجھتے تھے[4] کیونکہ ۱۹۵۳ء تک جماعتی فیصلہ تھا چنانچہ میری گرفتاری سے پہلے جولائی ۱۹۵۳ء میں نیشنل کانفرنس کے ہائی کمانڈ کی جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں بخشی صاحب نے جو موقف اختیار کیا تھا وہ قابلِ غور ہے حکومتِ ہند کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ ہم مسئلہ کشمیر کا کوئی قابلِ قبول حل سوچ لیں چنانچہ مولانا محمد سعید مسعودی، مرزا افضل بیگ، بخشی غلام محمد، شری گردھاری لال ڈوگرہ، شری شام لال صراف، خواجہ غلام محمد صادق، سردار بدھ سنگھ اور مجھ پر مشتمل کمیٹی نے ایک مہینہ تک غور و خوض کرنے کے بعد کشمیر کے قضیہ کو نبٹانے کے لئے اس پر اتفاق رائے کیا کہ عوام ہی کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور بخشی غلام محمد نے اس میٹنگ میں اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا۔ پنڈت نہرو نے بھی ہم سے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ بین الاقوامی مسئلہ ہے اور تمام دنیا اس اصول کو تسلیم کر چکی ہے کہ کشمیر کا مسئلہ اہل کشمیر ہی حل کریں گے اس لئے مسئلہ پر غور کرتے وقت اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیا جائے چنانچہ اس کی روشنی میں ہم نے متفقہ تجاویز پیش کیں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اُسکے بعد اگر چند لوگ اپنی ذاتی اغراض کے باعث اس سے انحراف کریں اور اپنا کوئی فیصلہ ٹھونسنا چاہیں تو ہم اسے بلا چون و چرا مان لیں۔ یہ تو ہمارا بنیادی حق ہے پھر اس سوال پر ہماری حیات[5] و موت کا بھی دار و مدار ہے آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۹۴۶ء میں میں نے گاؤ کدل میں تقریر

---

[1]،[2]،[3]،[4] پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہذا کا چھٹا باب۔

کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمیں اس مُلک کی تعمیر کرنا ہے اگر آج کوئی یہ کہے کہ اُس نے کشمیر پر اتنا روپیہ صرف کیا ہے اور اس بنا پر وہ ہمیں اپنے حق سے محروم کرتا ہے تو ہم اس کا وہ تمام روپیہ آپس میں چندہ پر جمع کرکے لوٹا دیں گے مگر اپنے حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ اب میں وہی بات کہتا ہوں۔ کرشنا مینن محض فوجی طاقت کے بل پر یہ کہتے ہیں کہ کشمیر کا فیصلہ ہو چکا ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ اس سے ہندستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کو کتنی پریشانی لاحق ہے اور سب سے بڑا نقصان ہمارا ہے اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ کشمیر کا قطعی فیصلہ کشمیریوں کی رائے پر منحصر ہے تو یہ کون سی بغاوت ہے جس کا الزام کرشنا مینن مجھ پر لگاتے ہیں اور فرقہ پرستوں اور رجعت پسندوں کے خلاف آواز بلند کرنا کون سا جُرم ہے۔

اسمبلی کی تاریخ:۔ "ان باتوں کے علاوہ دستور ساز اسمبلی کے فیصلوں کو پرکھنے کے لئے اس کی مکمل تاریخ کو سامنے رکھنا ضروری ہے اس تاریخ کے پیش نظر اسمبلی کے لئے صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ وہ اپنے داخلی امور کے لئے آئین بنائے مگر آئین کو ابھی آخری شکل بھی نہیں دی گئی تھی کہ ایک وسیع سازش کے تحت ایوان کے لیڈر کو ۳۰ ممبران اسمبلی سمیت گرفتار کر لیا گیا عوام نے جب اس پر اظہار ناراضی کیا تو ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اکثر ممبران اسمبلی کو یا مال و زر اور دوسری قسم کا لالچ دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا گیا یا طرح طرح کے ظلم و تشدد سے ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف عمل کریں۔ اس کوشش میں چار سال صرف کئے گئے اور جو ممبر کسی طرح رام نہ ہو سکے انہیں جیل میں ڈال دیا گیا اور اس طرح ان کی غیر حاضری میں آئین پاس کر دیا گیا۔ اس میں مرزا افضل بیگ، خواجہ مبارک شاہ یا خواجہ حبیب اللہ کا کیا دوش ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کسی ملک کا دستور و آئین پاس کرنے کی ایسی مثال کہیں نہیں ملتی۔ جس آئین کے وجود میں آنے کا پس منظر یہ ہو اس کے بنانے والے محض اپنا دل خوش کرنے کے لئے اس کے بارے میں جو جی چاہے کہیں مگر عوام سے اس کی توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ بھی اس کا احترام کریں اور اس کے پابند ہوں اور نہ ہی دنیا اسے ایسا سمجھ سکتی ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ جب شیخ عبداللہ نے خود اسمبلی بنائی تھی تو پھر اس کے فیصلوں کو کیوں نہیں مانتے اور اس سے کیوں گریزاں ہیں یہ صحیح ہے کہ اسمبلی میں نے قائم کی تھی اور میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے انکار نہیں کروں گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی اسمبلی کے ممبران کی فہرست قوم کے سامنے پیش کی اور قوم نے اسے کامیاب بنایا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر میں ان ممبروں کا ساتھ دیتا تو عوام بھی ساتھ نہ دیتے۔ آئین ساز اسمبلی میں میں نے جو تقریر کی یا دہلی ایگریمنٹ کیا مجھے اس سے انکار نہیں اور جو کچھ میں نے کیا میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔ میں ان لوگوں کی طرح انکار کرنے والا نہیں ہوں جنہوں نے میری گرفتاری سے چند روز قبل اعلان کیا تھا کہ شیخ صاحب کی ذات پر عقیدہ ہمارا اچھا جزوِ ایمان ہے مگر اس کے چند روز بعد ہی میری گرفتاری کی سازشیں بھی انہوں نے ہی کیں۔ ان واقعات کی روشنی میں حالات کا مطالعہ کرو اور حقائق پر پردہ نہ ڈالو۔ کیا میں اپنے ہندوستانی بھائیوں سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو گرفتار کر کے ساڑھے چار سال نظر بند رکھنے کی کیا وجہ تھی اور نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلانے کا کیا باعث تھا انصاف کے علمبرداروں سے دریافت کر رہا ہوں کہ ہمارا کیا قصور تھا؟

فرقہ پرستی کے الزامات:۔ "ہندوستان کے اکثر اخباروں نے مجھے فرقہ پرست مشہور کرنا شروع کیا ہے یہ عجیب الزامات ہیں۔ ان الزامات کا مقصد صرف یہ ہے کہ ریاست کی آبادی میں سے عام ہندو اور سکھ مجھ سے بدظن ہو جائیں ۱۹۳۱ء میں پہلی بار مجھ پر ان الزامات کی بارش ہوئی تھی ۱۹۴۶ء میں دوبارہ یہی الزامات دہرائے گئے آج تیسری بار ۱۹۵۸ء میں وہی مہم میرے خلاف پھر شروع کی گئی ہے لیکن جس طرح پہلی دو بار اس میں ناکامی ہوئی تھی کیونکہ ریاست کے ہندوؤں اور سکھوں نے مجھے بہترین دوست سمجھا تھا اور ہمدرد خادم پایا تھا بالخصوص ۱۹۴۷ء میں انہوں نے مجھے دیکھا کہ میں اُن کے جان و مال اور بہو بیٹیوں کی عزت کی حفاظت زبان سے نہیں بلکہ سینہ سپر ہو کر کر رہا ہوں تو میرے اس عمل سے تمام مخالفانہ پراپگنڈا ختم ہو گیا آج بھی انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا اس لئے میں اپنا اور عوام کا وقت ضائع

نہیں کرنا چاہتا اور پھر یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کہ کچھ لوگوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ میری باتوں کو ہر قیمت پر غلط رنگ میں پیش کریں گے خواہ کتنا ہی واویلا کروں کہ میری باتوں کو صحیح ڈھنگ سے پیش نہیں کیا جا رہا ہے مگر وہ باز نہیں آتے اور نہ باز آئیں گے لیکن مجھے اس کا یقین ہے کہ میرے ہم وطن ہندو سکھ اور دوسرے لوگ ان غرض مندوں کے پراپاگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے اور عوام ان کے فریب میں نہیں آئیں گے۔

بیرونی سازش کا شوشہ:۔ "میری گرفتاری کے بعد اقتدار کے بھوکوں نے ہندوستان کے کونے کونے میں پھر کر میرے خلاف یہ پراپاگنڈا شروع کیا کہ میں نے بیرونی ممالک سے سازش کی تھی ان کے اس اظہار سے مجھے دکھ نہیں ہوا کیونکہ اس میں اُن کے اغراض اور مفاد پوشیدہ تھے مگر مجھے کرشنا مینن کے اظہار سے افسوس ہوا جب سلامتی کونسل میں ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ شیخ عبداللہ کو کیوں نظر بند کیا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ وہ بیرونی ممالک سے سازش کر رہا تھا۔ میں گاندھی جی کے ان نام لیواؤں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہی وہ تعلیم ہے جو سچائی کے بارے میں گاندھی جی نے ملک کو دی تھی ایسے لوگ گاندھی جی کا نام لے لے کر تھکتے نہیں مگر اس حقیقت کو عمداً نظر انداز کر دیتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کے لئے کیا امانت چھوڑی تھی۔ ان کا سب سے بڑا اثر کہ سچائی اور عدم تشدد ہے اور اسی پر ہندوستان کی تعمیر کا دار و مدار ہے کشمیر کے متعلق انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بھی قابل غور ہے مگر کشمیر میں اُن کی تعلیمات اور ارشادات کا ستیاناس کیا جا رہا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جن کشمیریوں کے دلوں سے جواہر لال نہرو زندہ باد' اور گاندھی جی کی جے' کے نعرے بلند ہوئے تھے ان سینوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جا رہا ہے گاندھی جی نے کہا تھا کہ تمام دنیاوی طاقتوں سے بے پرواہ ہو کر سچائی پر مضبوطی سے قائم رہو اور سچائی کی حمایت میں مظلوموں کے شانہ بہ شانہ جھوٹ اور ظلم کے خلاف لڑتے رہو۔ گاندھی جی نے خود اس کا جو ثبوت دنیا

ملاحظہ۱ پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہذا کا چھٹا باب۔

کے سامنے پیش کیا اُسے نا قیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا انہوں نے حق کی حمایت میں اپنی جان قربان کردی مگر آج گاندھی جی کا نام لے کر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہیں اور سچائی کی حمایت کے بجائے جھوٹ اور ظلم کی حمایت کی جارہی ہے۔

مار دھاڑ کی شکایت:۔ "گذشتہ ایک ہفتہ سے سری نگر میں خصوصاً اور وادی کے دوسرے علاقوں میں عموماً مار دھاڑ اور دہشت انگیزی کے واقعات میں اضافہ ہوگیا ہے اور لوگوں کو جلسوں میں شرکت کرنے سے بزور روکا جاتا ہے اور مار پیٹ کی جاتی ہے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بازوؤں سے گھڑیاں اُتار لی جاتی ہیں۔ جیب سے نقدی چھین لی جاتی ہے اور کندھے سے رومال اور سر سے ٹوپی اتار لینا تو روزمرّہ کا معمول ہے اگر یہ شکایات درست ہیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اب یہ طرزِ عمل غنڈوں ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ پولیس بھی بے قصوروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کررہی ہے اور کچھ پست اخلاق لوگ بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

"آج کے حاکم جن حالات میں برسرِ اقتدار آئے ہیں ان کے پیشِ نظر ایسے واقعات کا مجھے دُکھ اور افسوس تو ہے لیکن تعجب اور حیرانی نہیں ہے اس وقت ریاست میں ہندوستان کے کچھ ذمّہ دار افسر بھی متعین ہیں۔ مسٹر وشنو سہائے سکریٹری امور کشمیر یہاں موجود ہیں اور مسٹر مہرا کو محکمۂ پولیس کا ایک تجربہ کار آدمی سمجھا جاتا ہے ان کی خاموشی پر مجھے تعجب ضرور ہے اور میں سمجھوں گا کہ اگر وہ اس غنڈہ گردی کا انسداد نہ کر سکے تو اس طرح وہ انسانیت اور ہندُوستان کی کوئی خدمت نہیں کریں گے۔ ہر ایک صحیح سوچنے والے دیانتدار ملازم سے میں اپیل کرتا ہوں کہ چاہے وہ مرکز سے آیا ہو یا یہاں کا ہو موجودہ فضا کو پُرامن اور پُرسکون بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا کرے انسپکٹر جنرل پولیس سے اُن کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اپیل کی جاتی ہے کہ کشمیری فطرتاً امن شکنی کا دلدادہ نہیں اور نہ ہی وہ لوٹ کھسوٹ کرکے لاکھوں روپیہ

کا مالک بننا چاہتا ہے ان حرکات کے نتائج جہاں بُرے ہیں وہاں ہندوستان اور اس کے بنیا بھی بدنام ہوتے ہیں جن کے نام پر یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے اگر ہندوستان کے بھیجے ہوئے افسر عوام کے جان و مال کو غنڈوں سے نہیں بچا سکتے تو پھر سی۔ آر۔ پی کو ایک طرف ہٹا لیں اور عوام کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔

مظلوم سے اپیل :۔ "عوام سے میں یہی کہتا ہوں کہ آپ صبر کے ساتھ مظالم برداشت کریں اور اپنے سامنے نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ کو رکھیں آپ کو معلوم ہے کہ جب مکّہ معظمہ میں آنحضرت صلعم پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور دشمن بے پناہ اذیتیں پہنچا رہے تھے اور اُن پر پتھروں کی بارش کر رہے تھے تو اس وقت آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا تھا۔ یہی کہ اے خدا ہماری قوم کو ہدایت دے کہ وہ سیدھی راہ پر چلے۔ حضور صلعم کی زندگی کے دو حصّے ہیں۔ ایک مکّی اور دوسرا مدنی یعنی مظلومیت کی زندگی اور امن کی زندگی۔ اجتماعی زندگی میں مسلمانوں پر یہ دونوں مائتیں وارد ہوتی ہیں کبھی وہ ظلم اور بدامنی کا شکار ہوتے ہیں اور کبھی امن کی زندگی انہیں نصیب ہوتی ہے آج ہم مظلومیت کے دَور سے گزر رہے ہیں اس لئے رسول کریمؐ کی مکّی زندگی سے سبق لیں۔ آنحضرت صلعم نے اہل مکّہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھو گے تو میں اپنے مقررہ مسلک کو نہیں چھوڑونگا۔ حضور اکرمؐ کی مکّی زندگی سے ہمیں تین سبق ملتے ہیں ایک مصائب کو ٹھنڈے دل سے برداشت کرنے کا دوسرے مصائب و آلام کے دَوران حق و صداقت سے روگردانی نہ کرنے کا اور تیسرے ظالموں کے حق میں شب و روز ہدایت کی دعا کرنے کا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم پورے اخلاص سے ان تینوں باتوں پر عمل کریں، اپنے حوصلوں کو بلند رکھیں اور جرأت و ہمّت سے کام لیں تو خداوند تعالیٰ کی حمیت ضرور جوش میں آئے گی اور ہمیں موجودہ مصائب سے نجات ملے گی۔

واحد علاج :۔ "حق خود ارادیت کی مانگ کوئی نئی مانگ نہیں۔ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے ہر ایک اپنے گھر کا مالک ہوتا ہے اور اُس کے

بارے میں جو فیصلہ وہ کرتا ہے اسی کو درست اور صحیح سمجھا جاتا ہے۔ شری کرشنا مینن لاکھ تقریریں کریں اس سے مسئلہ حل نہ ہوگا اور جب تک عوام کو اس کا موقعہ نہیں دیا جاتا جدوجہد جاری رہے گی۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ جب تک مسئلہ طے نہیں ہوگا ہمارے عوام کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہو سکے گی اور نہ کشمیر کسی قسم کی ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی عوام کو قیامِ امن کا یقین آ سکتا ہے کشمیر کے حل کو تاخیر میں ڈالنا ہمارے لئے بالخصوص اور ہندستان اور پاکستان کے لئے بالعموم خرابی کا باعث ہے اگر ہندستان اور پاکستان کا کوئی ہمدرد ہے تو اس مسئلہ کو تمام متعلقین کی مرضی کے مطابق نبٹانے کی کوشش کرے مگر دوسرے متعلقین پر فوقیت کشمیر کے عوام اور ان کی رائے ہی کو ہوگی اور ہندستان ہو یا پاکستان دونوں کو اسی جمہوری اصول کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہوگا ورنہ دنیا یہ سمجھنے پر مجبور ہوگی کہ اہل کشمیر کو اُس حق سے محروم کیا جا رہا ہے اور ان پر ایسا فیصلہ ٹھونسا جا رہا ہے جو ان کے لئے ناقابل قبول ہے۔ کشمیر کا یہ قضیہ جتنی جلد طے پا جائے سب کے لئے بہتر ہوگا۔ آئے دن کی کشیدگیاں جنہوں نے ایک مستقل سرد جنگ کی صورت اختیار کر لی ہے ان کا خاتمہ ہو جائے گا اور عوام کے اندر غیر یقینی اور تذبذب کی جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ بھی باقی نہ رہے گی۔ ہمیں ایک پُرامن اور خوشگوار ماحول کی سخت ضرورت ہے اپنے ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے بھی اور اس کی تعمیر و ترقی کے لئے بھی اور جب تک ہمیں وہ میسّر نہیں آتا ہماری پریشانیوں کا خاتمہ نہیں ہوگا۔

ملک راج صراف جرنلسٹ کا انٹرویو۔

سری نگر

۱۹ر جنوری ۵۸ء

شیخ محمد عبداللہ کی رہائی کا آج گیارہواں اور سری نگر میں ان کے پہونچنے کا ساتواں دن تھا۔ اتنا کم عرصہ لوگوں کے خیالات سمجھنے اور اپنی ایک رائے قائم کرنے کے لئے ناکافی تھا۔ ان کے مکان پر سنتومنٹ کی بات چیت کے دوران جو پہلا سوال میں نے شیخ محمد عبداللہ سے پوچھا وہ یہ تھا کہ کشمیر کے متعلق ہندوستان اور پاکستان کے رول کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے خصوصاً اب جب کہ کشمیر دستور ساز اسمبلی کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا الحاق ناقابلِ تنسیخ ہے۔

بلا کسی جھجک اور مردانہ آواز میں جواب دیتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے کہا۔۔

"جب میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ میں دستور ساز اسمبلی کے اس فیصلے کو جائز نہیں سمجھتا جو اس نے ۹ر اگست ۵۳ء کے بعد کیا ہے کیوں کہ ۹ر اگست ۵۳ء کو حکومت کا تختہ اُلٹ دینے کی حمایت کی وجہ سے اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت ریاست کے عوام کا اعتماد کھو چکی تھی۔ ریاستی عوام کی ایک بڑی اکثریت نے باوجود ناقابلِ بیان مشکلات اور مصائب کے میری اس رائے کی مکمل حمایت کی اور میرے استقبال کو روکنے کی انتہائی کوششوں کے باوجود رہائی کے بعد میرا پُرتپاک استقبال کیا گیا اس سے لوگوں نے بالواسطہ یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ موجودہ حکمرانی ٹولی اور ان کی حرکتوں کی پورے طور سے مذمت کرتے ہیں اگر اب بھی عوام کو اس کا موقعہ دیا جائے کہ

وہ ریاست کے مستقبل کے بارے میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ماحول اور ادارۂ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی اپنی رائے کا اظہار کریں جس پر ہندوستان اور پاکستان دونوں اظہار رضامندی کر چکے ہیں خواہ وہ دستور ساز اسمبلی کے فیصلہ ہی کی تصدیق کیوں نہ کریں میں اس کا پابند ہوں گا۔

"جہاں تک موجودہ حالات کا تعلق ہے میری تمام تر ہمدردیاں عوام کے ساتھ ہیں مگر میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حالات کو سدھارنے کا اس وقت تک کوئی مؤثر قدم اٹھایا نہیں جا سکتا جب تک مسئلۂ کشمیر کو ایسے پرامن طریقہ سے حل نہ کیا جائے جو سب کے لئے باعزت ہو۔"

۱۹۴۷ء میں سرحد پار سے قبائیلی حملہ کے متعلق شیخ صاحب نے فرمایا

"جب حملہ آور ریاست میں داخل ہوئے تو میں نے بلاشبہ ہندوستان سے امداد طلب کی تھی اور ہندوستان جیسی عظیم جمہوریت کے ساتھ کشمیر کا قریب ترین رابطہ قائم کرنے میں میں نے جو کچھ کیا مجھے اس سے انکار نہیں۔ بدقسمتی سے حکومت ہند نے اس بنیاد ہی کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جس پر کہ ہم نے اپنی امید کا محل تعمیر کیا تھا اور سیکیولر اسٹیٹ کے ان اصولوں پر بھی عمل نہ کیا جنہیں وہ اپنا چکی تھی اور جن کے تحت ملک کے تمام طبقے زندگی کے تمام شعبوں میں یکساں حقوق اور مساوات حاصل کر سکتے۔"

شیخ عبداللہ نے مزید کہا "کہ اس برتاؤ کے خلاف جو متواتر احتجاج کیا گیا۔ میرے خیال میں ۹ اگست ۵۳ء کا سانحہ اسی کا نتیجہ تھا۔" میں نے شیخ صاحب سے رائے شماری کا اصل مطلب اور مفہوم دریافت کیا اس کا جواب انہوں نے دیا

"اس کا مطلب ایک ملک کا اپنا فیصلہ ہے جس میں ہر شخص نے اپنی رائے دینے کا حق استعمال کیا ہو۔ اس دیرینہ تنازعہ کا آخری فیصلہ کرنے کے لئے دونوں فریق اس طریق کار پر متفق ہیں مگر افسوس کہ تفصیلات

کی کوششوں میں اصل مسئلہ اور بھی اُلجھ گیا۔ میں مسئلہ کشمیر کا جلد سے جلد اور پُر امن تصفیہ چاہتا ہوں اور یہی میرا فوری مقصد ہے۔"

جب میں نے ان سے دریافت کیا ہے کہ آپ پنڈت جواہر لال نہرو سے ملنے کے لئے دہلی کب جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا "اس کا انحصار حالات پر ہے بدقسمتی سے اس امر میں پہل کرنے کا مجھے حق نہیں"۔

سابق وزیر اعظم کشمیر سے جب میں نے یہ دریافت کیا کہ ملک میں موجودہ اقتصادی نزاکتِ حالات کے پیشِ نظر ان کے لئے اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا کب ممکن ہوگا اس کے جواب میں انہوں نے اس پر زور دیا کہ "پہلے کام کو پہلے کرنا چاہیئے نیز کوئی بھی تعمیری کام ہو اس کے لئے یہ دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک ماحول پرسکون ہو دوسرے لوگوں کے ذہن ملک کے مستقبل کے بارے میں غیر یقینی حالت میں نہ رہیں دوسرے لفظوں میں یہی دو چیزیں اس معاملہ کی جان ہیں"۔

شیخ عبداللہ نے متفکرانہ لہجہ میں کہا۔ "جو لوگ مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ میں نے ہندوستان کے متعلق اپنا زاویۂ نظر بدل دیا ہے انہیں اس پر بھی سوچنا چاہیئے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ میں اس امر کا اعادہ کرتا ہوں کہ ہندوستان اور کشمیر کے باہمی تعلقات استوار کرنے کا میں ذمہ دار تھا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے جسٹس مہرچند مہاجن سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ ہند اور سابق وزیر اعظم کشمیر کے پریس بیانات کا حوالہ دیا جو ۱۹۴۷ء کے قسمت آزما ایام کے بارے میں دئے گئے تھے۔ حفاظتی کونسل کو لکھے گئے مبینہ خط کے حقیقی یا مفروضہ ہونے کی جانب جب میں نے اشارہ کیا تو شیخ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس بات کو یہیں چھوڑئیے خاص طور پر جب کہ بخشی غلام محمد نے خود اسے میری جانب منسوب کیا ہے تو اس کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں۔

"خاتمہ پر شیخ عبداللہ نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ دنیا کو یہ بتادوں کہ وہ سیکیولرزم اور بلا لحاظ مذہب و ملت سب لوگوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے کے اصول پر مضبوطی سے قائم ہیں۔"

چوتھا باب

۱۔ سورہ میں کارکنوں سے خطاب۔

۵۲ء کے تباہ کن واقعات ـــــــ باہمی اتحاد کی اہمیت ـــــــ آزمائش رحمت ـــــــ

۲۔ اپنے ایک کلاس فیلو کے خط کے جواب میں۔

۳۔ گاندھی جی کی برسی پر اظہارِ عقیدت۔

سُورہ میں کارکنوں سے خطاب۔

۱۹ر جنوری ۱۹۵۸ء کو سُورہ میں قومی کارکنوں کا اجتماع ہوا جن کو مخاطب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا

"دوستو! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ یہاں آکر ملاقات ہوئی نیشنل کانفرنس جسے ہم نے قائم کیا تھا سالہا سال تک اس ملک کے عوام کی صحیح رہنمائی کرتی رہی مگر اب اس کے نام سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جارہا ہے جو کارکن سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں انہوں نے بھی کسی وقت تحریک کا ساتھ دیا تھا مگر کسی کو کیا معلوم تھا کہ انجام ایسا ہوگا یہی وجہ ہے کہ انسان کو ہر وقت دعا کرنی چاہیئے کہ یا اللہ انجام بخیر ہو۔"

تحریک آزادیٔ کشمیر کی ستائیس سالہ تاریخ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے شیخ صاحب نے مجلس نمائندگان، مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس وغیرہ مختلف ناموں کی تنظیمات کا تذکرہ کیا۔

"یہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں کہ تنظیم کا نام کیا ہے۔ مختلف نام وقتاً فوقتاً اختیار کئے گئے لیکن وطن اور قوم کی خدمت بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور اسی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے اسے ہمیشہ مدنظر رکھا گیا۔

۱۹۵۳ء کے تباہ کن واقعات:۔ "۱۹۵۳ء میں تباہ کُن واقعات پیش آئے وہ اس لئے بھی زیادہ ہولناک تھے کہ بعض کارکنوں کے دلوں میں خود غرضیوں نے گھر کرلیا اب آئندہ کے لئے ان واقعات پر غور کرنا ہے اور ان سے سبق حاصل کرکے قدم آگے بڑھانا ہے اور ماضی کی غلطیوں سے پرہیز کرنا ہے بدقسمتی سے ہم میں سے بعض نے ۱۹۴۷ء کے بعد سیاسی طاقت کو ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں رسہ کشی ہونے لگی اور ملک کی بہتری کے لئے جن ذمہ داریوں

کا بیڑہ اُٹھایا تھا اُن سے بھلو تہی کی گئی۔ ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ تمام واقعات اس لئے پیش آرہے تھے کہ کارکنوں کے کردار میں نقص آگیا تھا اور کیریکٹر قریب قریب مفقود ہو رہا تھا چنانچہ گذشتہ ساڑھے چار سال کے دَوران یہ دیکھا گیا کہ محض خوف سے دَب کر یا لالچ میں آکر حق کو چھوڑنے اور قومی مفاد کو نقصان پہونچانے کے کتنے واقعات رونما ہوئے مگر پختہ کردار انسانوں کا طرزِ عمل ایسا نہیں ہوتا اور وہ اپنی منزلِ مقصود کو نہیں بھولتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ابھی نصف راستے میں ہیں کہ بعض ساتھی اپنی منزلِ مقصود کو بھول گئے ہمارا فرض ہے کہ اپنی چھوٹی سی ریاست کے بدحال عوام کی خدمت، ان کے سود و بہبود، ان کی آزادی اور ان کی ترقی کو اپنا نصب العین بنائیں اور اسی کے لئے اپنی کوششیں وقف کردیں اور ہر وقت یہ سوچیں کہ چالیس لاکھ انسانوں کی نجات کس بات میں ہے پاکستان زدہ یا ہندستان زدہ ہونے سے کیا فائدہ جب ہماری ساری دلچسپیاں جموّں و کشمیر کے عوام کی بھلائی کے لئے وقف نہ ہوں اسی صورت میں ہم اپنا صحیح فرض ادا کرسکتے ہیں جب اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ ہم کو ہندستان اور پاکستان دونوں کی ہمدردیاں اور نیک خواہشات درکار ہیں اور ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلقات ہی ہمارے لئے مفید ہیں ان کا باہمی تناؤ اور کشمکش ہمیں نقصان پہونچائے گا اگر قومی کارکن ان بنیادی باتوں کو ملحوظ رکھیں تو وہ اپنے قوم و وطن کی خدمت بہتر طریقہ سے انجام دے سکتے ہیں۔"

سنہ ۴۷ء سے لے کر سنہ ۵۳ء تک کے تاریخی حالات اور واقعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

باہمی اتحاد کی اہمیّت:- "اگر نیشنل کانفرنس کے ارکان اتفاق کے ساتھ آگے بڑھتے تو قوم ان مصائب کا شکار نہ ہوتی یہاں تک کہ جو لوگ زبان سے میری وفاداری کو ایمان کا جزو لازم سمجھتے تھے عملاً ان کا یہ حال تھا کہ مجھے گرفتار کرنے کے منصوبے بنانے لگے میں نے دوستوں سے

کئی بار یہ بھی کہا کہ مجھے جو کام دو گے کروں گا اگر میری رہنمائی پر اعتماد نہیں تو تم سب مل کر جسے لیڈر منتخب کرو گے میں اسکے حکم کی تعمیل بجا لاؤں گا اور وہ لیڈر اگر مجھے یہ حکم دے گا کہ تم مجاہد منزل میں جھاڑو دینے کے فرائض ادا کرو تو اُسے بھی بسر و چشم قبول کروں گا۔ ایک بار بخشی غلام محمد اور مولانا محمد سعید مسعودی میرے ہاں آئے اور مولانا صاحب نے کہا کہ بخشی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ وزارت سے الگ ہو کر اپنے اوقات تنظیم کے کاموں میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو نصیحت کی کہ ہم ایک مشکل دور سے گزر رہے ہیں اور اس وقت اکٹھے ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر معاملہ ملتوی رہا مگر زیادہ وقت نہ گزرا کہ بخشی صاحب کو تنظیم اور حکومت دونوں کی عنان اپنے ہاتھ میں لینے کی سوجھی۔ میری گرفتاری کے دس بارہ روز قبل جب کہ مولانا مسعودی دہلی جا رہے تھے وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کی رائے میں بخشی صاحب اور مرزا افضل بیگ کے باہمی اختلافات روز بروز بڑھتے جاتے ہیں اور ان کو ختم کرانا چاہیئے۔ میں نے ان پر یہ واضح کیا کہ بارہا دونوں صاحبان کو ایک جگہ بٹھا کر ان کے درمیان صلح صفائی کرائی جا چکی ہے اور دونوں نے حلفیہ یقین دلایا کہ ان کو ایک دوسرے سے شکایت نہیں رہی اور اگر اس کے باوجود ان کے درمیان کشیدگی رہے تو میں کیا کروں۔ اسی دوران ۹ ر اگست ۵۳ء کا سانحہ رونما ہوا اور حالات نے نازک صورت اختیار کر لی بہر کیف ماضی کے اُن واقعات سے آپ کو سبق حاصل کرنا ہوگا اور آئندہ کارکنوں کو لازم ہے کہ اپنے اندر یہ دو صفات پیدا کریں ایک بلند کردار اور دوسرا جذبہ اتحاد۔ اگر کسی جماعت کے افراد میں یہ صفات جمع ہو جائیں تو پھر ان کی کامیابی میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ ہمیں لازم ہے کہ ہمیشہ اس پر ایمان رکھیں کہ اللہ تعالےٰ جزا و سزا کا مالک ہے وہ انسان کے دعویٰ کی طرف نہیں بلکہ اس کے اعمال اور نیت کی طرف دیکھتا ہے انسان انسان کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

آزمائش رحمت: ۔ "۵۳ء کے انقلاب سے کشمیریوں کا مرتبہ بلند ہو گیا جس بہادری کے ساتھ یہاں کے عوام نے ساڑھے چار سال تک ہر قسم کے

جبر و تشدد کا مقابلہ کیا اور اپنے اُصول پر قائم رہے اس کا اعتراف ساری دُنیا کر رہی ہے۔ کشمیری عوام نے مصائب کے وقت جس استقلال اور ہمت سے کام لیا اس سے قوم کی شان دوبالا ہوگئی اس اعتبار سے ۹ ر اگست ۵۳ء کی آزمائش رحمت ثابت ہوئی اس سے قبل بعض رفیقوں کی غرض پرستی کا منظر دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو روتا تھا اور میں خدا سے دعا مانگتا تھا کہ مجھے کسی جنگل میں پناہ مل جائے تاکہ میری آنکھیں یہ نظارہ نہ دیکھیں چنانچہ ایسا ہوا اور مجھے احتساب کرنے کا موقعہ مِل گیا جس کے لئے میں اللہ تعالےٰ کا شکر گزار ہوں۔

"جو مشکلات ہمارے سامنے ہیں میں اُن سے بے خبر نہیں۔ مجھے خدا پر بھروسہ ہے اور یقین ہے کہ اس کے فضل و کرم سے ہمیں کامیابی ہوگی۔"

اپنے ایک کلاس فیلو کے خط کے جواب میں ـــ

۲۵ رجنوری ۵۸ء

(یہ جواب انگریزی زبان میں تھا جس کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے)

مشفقی مسٹر دیوان!

میری نظربندی سے رہائی پر جن نیک خواہشات کا آپ نے اظہار کیا ہے میں اس کا شکر گزار ہوں۔ رہائی کے بعد ہندستان کے پریس نے میری سرگرمیوں کی اشاعت جس طریقہ سے کی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ غلط فہمیاں اور غیر یقینی حالات پیدا ہوتے۔ میرا یہ خیال تھا کہ جو غلط بیانیاں اور اتہام تراشیاں دانستہ طور پر ایک عرصہ تک کی گئی تھیں اور جن کی بنا پر کشمیر اور ہندستان کے باہمی تعلقات تباہ کن حد تک پہونچ گئے تھے اس سے ہندستانی پریس کو درس عبرت حاصل ہوا ہوگا آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ گزشتہ پانچ سال کے دوران ہندستان کے اخباروں نے مجھے ہندستانی عوام اور دنیا کے سامنے ایک ایسے شخص کی صورت میں پیش کیا جس نے ہندستان کے مفاد کے خلاف غیر ملکی طاقتوں سے سازش کی ہو یہاں تک کہ شری کرشنا مینن نے حفاظتی کونسل کے سامنے بھی اس بات کو دُہرا دیا۔

بہرکیف آپ کے خط سے مجھے اس لئے بھی خوشی ہوئی کہ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ہندستان میں اب بھی ایسے اصحاب کی کمی نہیں جو میرے نیک خواہ ہیں اور میرے متعلق ان کا خیال اچھا ہے۔ آپ سے میری یہ خواہش ہے کہ ان اصحاب کو بھی آپ مشورہ دیں۔ جو ہندستانی عوام کی رائے کی تشکیل کے ذمہ دار ہیں۔ یہی وہ اصحاب ہیں جو عوام کے ساتھ دورخی باتیں کرتے ہیں میں اس سے بخوبی واقف ہوں کہ گاندھی جی کس اصول پر قائم رہے اور انھوں نے کیوں اپنی جان قربان کی۔ میرے نزدیک یہ ایک ناپاک حرکت ہے کہ کوئی شخص گاندھی جی ایسی عظیم شخصیت اور ان کے بلند اصولوں کی آڑ میں ذلیل مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرے ـــ آخر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہر حالت میں سچائی اور انصاف کے اصولوں پر قائم رہوں گا اور خواہ کتنا بھی اشتعال کیوں نہ دلایا جائے عدم تشدد کے سررشتہ کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑوں گا۔

آپ کا مخلص

شیخ محمد عبداللہ"

مہاتما گاندھی کی برسی پر اظہارِ عقیدت۔

سری نگر ۳۰ جنوری ۵۸ء

آج مہاتما گاندھی کی شہادت کی دسویں برسی پر شیخ محمد عبداللہ نے حسب ذیل بیان دیا۔

"۳۰ جنوری ہمیں اس غمناک واقعہ کی یاد دلاتی ہے جب دس سال گزرے مہاتما گاندھی شہید ہوئے تھے۔ گاندھی جی موجودہ دَور کی عظیم ترین ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے انسان کو غلامی کے پھندے سے چھُڑانے کے لئے سچائی اور اہنسا کے اصولوں کے مطابق جدوجہد کی۔ تشدّد، فرقہ وارانہ نفرت اور جھوٹ کی گولیوں کے سامنے چھاتی تان کر مہاتما گاندھی نے تمام دنیا کو یہ درس دیا کہ اعلیٰ آدرشوں کی خاطر جان تک قربان کی جا سکتی ہے۔

آج گاندھی جی کی شہادت کی دسویں برسی پر میں مہاتما گاندھی کے اس برّاعظم کے کروڑوں عقیدتمندوں سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ کشمیر کے سوال کے بارے میں بات چیت یا سوچ بچار کرتے وقت صرف سچائی اور اہنسا کو اپنے طرزِ عمل کا جزو لاینفک قرار دیں اور ان دو اصولوں کی روشنی میں اس دیرینہ جھگڑے کو قطعی طور پر حل کرنے میں مدد دیں۔"

پانچواں باب

۱۔ نماز جمعہ کے بعد آثار شریف حضرت بل میں تقریر۔

۲۔ جامعہ مسجد سری نگر میں تقریر۔

نماز جمعہ کے بعد آثار شریف حضرت بل میں تقریر۔

۳۱ر جنوری ۱۹۵۸ء کو نماز جمعہ کے بعد حضرت بل میں ایک اجتماعِ عظیم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا

"بہنو، بھائیو اور بزرگو!

میں نے گزشتہ روز آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہفتہ کے دوران کہیں نہ کہیں تقریر کی جائے گی مگر موسم کی خرابی کے علاوہ میری اپنی طبیعت بھی ناساز رہی اور میں نزلہ وغیرہ میں مبتلا رہا اور اس کا اثر ابھی تک باقی ہے چنانچہ کئی دوستوں کا یہ خیال تھا اور حکیموں اور ڈاکٹروں نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ اس حالت میں میں تقریر نہ کروں مگر چونکہ غلط فہمیاں پھیلانے والے چاروں طرف شرارت آمیز حرکات کر رہے ہیں اس لئے میں نے خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا اخبار کے ذریعہ بھی اپنے خیالات دوسروں تک پہونچائے جا سکتے ہیں مگر ہمارے پاس اس وقت کوئی اخبار نہیں جو اخبار ہمارے ساتھ تعاون کرتے تھے ان کی اشاعت یا تو جبراً روک دی گئی ہے یا ان کے راستہ میں مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحریر و تقریر کی اسی آزادی کے حصول کے لئے ہم پچیس سال مصروف جد وجہد رہے اور اسے حاصل بھی کر لیا گیا تھا مگر اب پھر اُسے چھین لیا گیا ہے اس کے برعکس مخالفین کے پاس ریڈیو اسٹیشن، اخبارات اور پراپاگنڈا کے جملہ ذرائع ہیں۔ ایسی حالت میں عوام کو حالات سے بے خبر رکھنا مناسب نہ تھا اس لئے باوجود خرابیٔ صحت کے میں آپ کے روبرو چند باتیں کہنے کے لئے آ گیا ہوں۔ گزشتہ دن جو دوست جلسہ میں شرکت کے لئے آئے تھے انہیں ٹرانسپورٹ کا کوئی ذریعہ میسّر نہ آیا اور جب جلسہ گاہ سے واپس گئے تو بھی ان کو بڑی دقّت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ حکمران پارٹی کا کارنامہ تھا اور اصل میں ایسے حربے وہی لوگ استعمال کرتے ہیں جو جھوٹے ہوں۔ دوسری طرف

ہم پر پابندیاں لگا دی گئی ہیں اور گزشتہ ۴½ سال سے حق پسندوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے یہی نہیں بلکہ ان کی ٹانگیں توڑی جاتی ہیں، ذبح خانے[1] لے جایا جاتا ہے اور ان کی عزت و آبرو خاک میں ملائی جاتی ہے اور ان تمام بدسلوکیوں کے باوجود ان کی کوئی داد فریاد سُنی نہیں جاتی مگر مخالفین کو اس کے برعکس نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان میں بھی ہمارے خلاف پراپاگنڈا کرنے کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔

تحریک کا مقصد:۔ "کشمیر کی سیاسی تحریک جو ۱۹۳۱ء سے شروع ہے اس میں سب سے زیادہ قربانیاں ہم نے دیں، گولیاں کھائیں، لاٹھیاں برداشت کیں، ٹکٹکی پر چڑھے، جرمانے ادا کئے، جیلوں میں رہے اور قید و بند کی کڑیاں جھیلیں۔ غرض وہ کون سے مصائب تھے جو راہِ آزادی میں نہ اٹھائے۔ تحریک نے وسعت پا کر مسلم کانفرنس سے نیشنل کانفرنس کی صورت اختیار کی اور یہاں کے غیر مسلموں کو بھی ہم نے دعوتِ شرکت دی اور عوام نے اس کے جھنڈے تلے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ آخر اس تحریک کا مقصد کیا ہے اور یہ جدوجہد کس غرض سے جاری رکھی گئی ہے۔ وہ ایک ہی مقصد ہے یعنی عوام کے لئے حقِ خود ارادیت حاصل کرنا ان کو ہر قسم کے استحصال، لوٹ کھسوٹ سے آزادی دلوانا اور اپنی قسمت آپ بنانے کے اختیارات ان کے لئے حاصل کرنا۔ انہی مقاصد کے حصول کی خاطر ہمارے نوجوانوں، بوڑھوں، مردوں، بہنوں اور بچوں نے وقتاً فوقتاً مالی اور جانی قربانیاں پیش کیں۔ اور اسی بلند نصب العین کے لئے آگے بڑھتے گئے۔ یہ تحریک جاری کر کے ہم نے کوئی کھیل یا ڈرامہ پیش نہیں کیا نہ یہ تحریک کسی ایک فرقہ یا گروہ سے ہی تعلق رکھتی تھی بلکہ ریاست میں بسنے والے تمام مسلمانوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں اور عیسائیوں کی یہ متحدہ تحریک تھی اور اس سے سب کا بھلا مقصود تھا۔

---

[1] کشمیری عام طور پر سنٹرل انٹیلی جنس سنٹر Central Intelligence Centre کو "ذبح خانہ" کہتے ہیں۔

تحریک کی حمایت:۔ "تحریک اپنا سفر طے کرتی گئی اور "نیا کشمیر" کا منصوبہ ہمارے پروگرام کا جزو لاینفک قرار پایا۔ سوپور کے سالانہ اجلاس میں جہاں پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خاں خان عبدالصمد خاں اور کئی دوسرے چوٹی کے ہندوستانی رہنما موجود تھے۔ نیشنل کانفرنس نے صاف اور واضح الفاظ میں عوام کے حق خود ارادیت کو واحد نصب العین کے طور پر قبول کر لیا تھا۔ سنہ ۴۶ء میں جب وزارتی مشن ہندوستان آیا تھا اس کے سامنے میں نے جو یادداشت پیش کی تھی اس میں بھی بتایا گیا تھا کہ ریاستی عوام کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق مہاراجہ کو نہیں بلکہ یہاں کے لاکھوں عوام کو حاصل ہے۔ اسی مطالبہ کی حمایت انڈین نیشنل کانگریس نے بھی کی تھی تحریک کے دوران جب مجھے گرفتار کیا گیا تو پنڈت نہرو نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا اور اس کے بعد جب مہاراجہ کی حکومت نے میرے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا تو پنڈت نہرو نہ صرف یہ کہ بذات خود بطور وکیل عدالت میں حاضر ہوئے بلکہ مرحوم آصف علی کو مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کیا غرض پنڈت نہرو نے میرے اس موقف کی پوری حمایت کی جس میں عوام کے حق خود ارادیت ہی کو کشمیر کا آخری مطالبہ قرار دیا گیا تھا۔ میرے خلاف چلائے گئے مقدمہ کی تمام کارروائیاں اور روئداد میں اور اس سلسلہ میں میرا بیان ان تمام حقائق کا شاہد ہے، جسے بعد میں کتابی صورت[۲] میں شائع کیا گیا اور پنڈت نہرو نے خود اس کا پیش لفظ لکھا اور اس پیش لفظ میں بھی کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا۔

ہند کشمیر تعلقات کی بنیاد:۔ "ان تعلقات کو دہرانے سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ کے ذہن نشین یہ دو باتیں کروں ایک یہ کہ کشمیر کے حق خود ارادیت کا مطالبہ ہماری ستائیس سالہ تحریک آزادی کی

۱/۲،۲ پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کا وضاحتی بیان باب چھٹا

جدوجہد کا مرکز و محور رہا ہے اور دوسری یہ کہ حق خود ارادیت کے اسی مطالبہ کی تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس اور اس کے چوٹی کے رہنماؤں گاندھی جی، پنڈت نہرو، راجگوپال اچاریہ، مولانا آزاد، ڈاکٹر امبیدکر وغیرہ کی مسلسل تائید و حمایت حاصل رہی ہے اور ملک کی تقسیم کے وقت بھی کانگریس ہمارے اس حق کی مکمل تائید میں تھی اور یہی وجہ ہے کہ جب اکتوبر ۱۹۴۷ء میں قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کر کے اُسے حق خود ارادیت سے محروم کرنا چاہا تو ہم نے ان کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور حکومت ہند نے بھی ہمارے اسی موقف کی حمایت میں ہماری مدد کے لئے فوج بھیجی اس کے ساتھ ہی بار بار اس امر کا اعلان بھی کیا کہ یہ فوجی امداد حق خود ارادیت کی حفاظت کے لئے دی جا رہی ہے چنانچہ فوجی امداد بھیجنے کے دوسرے ہی روز پنڈت نہرو نے آل انڈیا ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے اس کی حمایت کی اور کہا کہ کشمیر میں فوج اس لئے نہیں بھیجی گئی کہ اس پر قبضہ کیا جائے۔ کشمیر کے باشندے کوئی بھیڑ بکری نہیں ہیں اور وہاں کے چالیس لاکھ باشندوں کو پوری پوری آزادی ہے کہ وہ اپنے ملک کا فیصلہ اپنی مرضی سے کریں۔ اسی ذہنی مناسبت اور اصولوں کے باہمی اشتراک کا یہ نتیجہ تھا کہ ہمارے اور حکومتِ ہند کے درمیان روابط اور تعلقات قائم ہوئے اگر آج ہندستان اور کشمیر کے باہمی تعلقات کی اس بنیاد کو رائے شماری سے انکار کر کے اُکھیڑا جاتا ہے تو پھر اس کی ذمّہ داری کس پر ہے۔ دوستی کی بنیاد ہمیشہ اس پر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا احترام کیا جائے مگر جب ہمارے حق خود ارادیت ہی سے انکار کیا جائے تو پھر محبّت اور دوستی کی بنیاد کیسے باقی رہ سکتی ہے یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے اور ہم اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں کہ جو کوئی کسی مظلوم ملک کی حمایت کرتا ہے اس کے لئے مظلوم ملک کے عوام کے دلوں میں محبّت اور احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جو کوئی اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو وہ جذبات باقی نہیں رہتے۔ ہندستان کے ساتھ تعلقات کی ابتدا اس اصول پر

۱؎ پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہٰذا کا باب چھٹا

ہوئی تھی مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت ہند نے جو روش اختیار کی اس سے ہمارے جذبات محبّت اور دوستی کو بُری طرح چوٹ لگی۔ میں آج ہندوستان کے مقتدر رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ ریاست کشمیر کے باشندوں کے جن حقوق کی حمایت وہ ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں اسے نظر انداز نہ کریں جب مسئلہ کشمیر کو حفاظتی کونسل میں لے جایا گیا تو اس میں بھی ہندوستان کے نمائندوں شری گوپال سوامی آئنگر[۱] اور مسٹر بی۔ این راؤ[۲]، وغیرہ نے کشمیریوں کے اس حق کی حمایت کی اِدھر ہندوستان میں بھی سردار پٹیل آنجہانی پنڈت نہرو[۳] اور دوسرے چوٹی کے لیڈروں نے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر یہی کہا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام اپنی مرضی سے کریں یہ سب اعلانات ریکارڈ میں موجود ہیں ۱۹۵۳ء میں میری گرفتاری کے بعد جب دہلی میں پاکستان اور ہندوستان کے وزرائے اعظم[۴] ملے اور کشمیر کے مسئلہ پر بات چیت کرنے کے بعد انہوں نے مشترکہ بیان جاری کیا تو اس میں بھی اسی موقف کو بطور بنیاد تسلیم کیا گیا میں اس وقت جیل میں تھا بخشی غلام محمدؒ نے بھی اپنی ایک تقریر میں اس کی تائید کی۔

امریکی سازش کا الزام:۔ "آپ کو یاد ہوگا کہ جون ۱۹۵۳ء سے ہندوستان و پاکستان کی حکومتوں کے درمیان اس موضوع پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ خط و کتابت ہو رہی تھی کہ کشمیر کے قضیئے کو پُر امن طریقہ سے ہمارے حق خود ارادیت کے مطالبہ کے مطابق حل کیا جائے اس سلسلہ میں حکومت ہند کے ایما، پر ہم نے چند تجاویز متفقہ طور پر پاس کر کے وزیر اعظم ہند کو پیش کیں اور میرے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی ان سے اختلاف نہیں تھا مگر ایک سازش کے تحت ۹ اگست کی رات کو اچانک مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیوں ہوا۔ گرفتاری کے وارنٹ کے ساتھ صدر ریاست کا ایک خط مجھے دیا گیا جس میں لکھا تھا کہ کابینہ میں شدید اختلاف کے باعث

۱، ۲، ۳، ۴، ۵ پریس کے نام شیخ محمد عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہٰذا کا باب چھٹا۔

ملکی نظم ونسق خراب ہوگیا ہے اور صدر ریاست نے ان اختلافات کو دُور کرنے کی کوشش کی تھی یہ تو بالکل جھوٹ ہے ۸ ر اگست تک، کوئی ایسی بات نہ تھی۔ بہرکیف میری گرفتاری کے لئے جو یہ بہانہ تراشا گیا وہ بھی سخت جھوٹا تھا بات اصل میں یہ ہے کہ میرے کابینہ کے ایک وزیر کے خلاف بہت دنوں سے بدعنوانیوں کی شکایت تھی چنانچہ میں نے حقوق آئینی کا استعمال کرتے ہوئے اس سے استعفیٰ طلب کیا تھا اور ۸ ر اگست ۱۹۵۳ء کو اس سلسلہ میں میں صدر ریاست سے ملا بھی تھا اور یہ طے پایا تھا کہ ۱۰ اگست ۱۹۵۸ء کو اکٹھے بیٹھ کر اس جھگڑے کو نبٹائیں گے۔ کابینہ کے کسی رکن نے میرے سامنے کسی اختلاف کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اس کا یقین دلایا گیا کہ کوئی اختلاف نہیں جیسے کہ میں نے ابھی ابھی کہا ہے کہ جو تجاویز ہم نے پاس کرکے وزیراعظم ہند کو بھیجی تھیں ان سے کسی کو بھی اختلاف نہیں تھا تو پھر صدر ریاست نے میری گرفتاری کے وقت خط میں جو کچھ لکھا بالکل بہانہ سازی تھی۔ انہیں دہلی کے ہندوستوں نے مشورہ دیا کہ کوئی بہانہ تراش لو تاکہ مجھے وزارت عظمیٰ سے ہٹایا جائے۔ پہلے تو انہوں نے یہ کہہ دیا کہ انتظامی خامیاں تھیں پھر بین الاقوامی اغراض کے لئے میرے خلاف ایک نئی مُہم شروع کردی اور وہ یہ کہ میں نے امریکہ کے ساتھ کوئی سازش کی تھی اور میرا ارادہ یہ تھا کہ کشمیر کو ہندوستان اور پاکستان کے خلاف ایک فوجی اڈا بناؤں اور اس طرح دونوں ملکوں کی آزادی کو خطرے میں ڈال دوں۔ میرے ان "کرم فرماؤں" نے مجھ پر یہ الزام تو لگایا مگر خود ہندوستان اور پاکستان کی خیر خواہی کا دَم بھرتے ہوئے کہا کہ دراصل کشمیر کے قضیہ کا حل یہ ہے کہ عوام اپنی آزادانہ رائے سے ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کردیں دوسرے لفظوں میں منظرِ عام سے ہٹانے کے لئے مجھ پر تو یہ الزام لگایا کہ میں امریکہ سے سازش کرکے کشمیر کو بیرونی ممالک کے حوالہ کردینا چاہتا ہوں مگر خود وہ رائے شماری

کے ذریعہ الحاق کا فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ میری گرفتاری کے خلاف جب عوام نے احتجاج کیا تو اُن کو مارا پیٹا اور قتل کیا گیا اور جیل خانوں میں بند کیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی عوام سے یہ کہا گیا کہ شیخ عبداللہ آرام کرنا چاہتا تھا اس لئے آرام کرنے کے لئے اُسے محل میں رکھا گیا ہے۔

"میرے خلاف سامراجی ملکوں کے ساتھ سازش کا الزام لگانے والے پانچ سال تک گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختے چلاتے رہے اور دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے رہے کہ عبداللہ نے امریکہ کے ساتھ سازش کی ہے اور وہ کشمیر کو کوریا بنا کر یہاں قتل و غارت کا میدان گرم کرنا چاہتا ہے تمام اختیارات رکھتے ہوئے بھی یہ لوگ مجھ پر لگائے گئے الزامات کا ایک حرف بھی ثابت نہ کر سکے۔ ہمارے صادق صاحب کا تو ہندوستان کے اخبارات کو بیان دیتے دیتے گلا خشک ہو گیا تھا کہ کاغذات مرتب کئے جا رہے ہیں مگر بے نتیجہ اور کچھ روز بعد وہ خود بھی لاپتہ ہو گئے۔ میں آج بھی الزام ثابت ہونے پر ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔

فرقہ پرستی کا الزام:- "اب جب کہ یہ جاہ پسند اور زر پرست لوگ سازش کا ڈھونگ کھڑا کر کے اسے ثابت نہ کر سکے اور ہماری مظلومیت کے ساتھ دنیا کے عوام کی ہمدردیاں بڑھتی گئیں تو یہ سوچ میں پڑ گئے کہ اپنے ظلم کو حق بجانب قرار دینے کے لئے اب کون سا پینترا بدلیں چنانچہ میری رہائی سے پہلے ہی انہوں نے سوچ سمجھ کر ایک نیا الزام تراشا اور وہ الزام فرقہ پرستی کا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مجھے فرقہ پرست ظاہر کر کے عوام کو دھوکا دیں تاکہ جو ہمدردیاں وہ میرے ساتھ رکھتے ہیں ان کو ختم کر دیا جائے اور حق خود ارادیت کے متعلق ہمارا جو زاویۂ نظر ہے اُسے وہ سمجھ ہی نہ پائیں میں حیران ہوں کہ رہائی سے آج تک میں نے وہ کون سی بات کی ہے جسے فرقہ پرستی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ مسجد میں آکر نماز پڑھنا، آیات قرآنی کی تلاوت اور عوام کو پند و نصیحت کرنا اور اُنہیں صحیح حالات اور پوزیشن

سے آگاہ کرنا یہ کیسی فرقہ پرستی ہے۔ میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے میرا یہ معمول ہے۔ فرقہ پرستی اور قوم پرستی کا یہ معیار نہیں کہ کوئی شخص اپنے مذہبی فرائض انجام دے تو اسے فرقہ پرست قرار دے دیا جائے میں تو یہ دل سے چاہتا ہوں کہ مسلمان ہو یا ہندو یا سکھ ہر شخص پوری پابندی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض ادا کرے اور تمام مذاہب نے سچائی پر قائم رہنے کی تلقین کی ہے اسے مشعلِ راہ بنائے تو وہ سچائی ملک اور قوم کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

"الزام تراشیاں کرنے والوں نے ہندستان کے کونے کونے میں جاکر میرے خلاف جھوٹ کا ڈھنڈورا پیٹا اور وہ آج بھی اس سے باز نہیں آتے مگر میرے لئے اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندستان کے گاندھی وادیوں میں سے کئی ایک نے ان کے اس جھوٹ کا ساتھ دیا اور وہ خود بھی میرے خلاف جھوٹا پراپاگنڈا کرنے لگے حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ گاندھی جی نے سچائی کی تعلیم دی تھی اور اسی سچائی کی خاطر انہوں نے اپنی جان عزیز تک قربان کردی۔ گاندھی جی کے ان پیروؤں سے پوچھا جائے کہ انہوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں روا رکھا۔

"مجھے اپنی قوم پروری اور انسانیت دوستی کا نیا ثبوت نہیں دینا۔ جب یہاں آزمائش کا وقت آیا تھا اور ہمارے ہندو اور سکھ بھائی بہن زہر کی پڑیاں ہاتھ میں لئے تیار بیٹھے تھے تاکہ اپنی عزت بچا سکیں تو حضرت محمد صلعم کا ایک ادنیٰ اُمتی ہونے کی حیثیت سے میں نے مسلمانانِ کشمیر کو للکار کر کہا کہ وہ اپنے ہندو سکھ بھائی بہنو کے جان و مال اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں اور تاریخ گواہ ہے کہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ وہ وقت تھا جب قوم پرستی کے بڑے بڑے دعویدار مکانوں اور غاروں میں مُنہ چھپانے پڑے تھے اور جموں کے وہ لوگ جو آج مجھے قوم پرستی کا سبق پڑھانے نکلے ہیں اپنے مسلمان بھائیوں

کو تہِ تیغ کر رہے تھے اس نازک مرحلہ پر ہم نے اپنے فرائض جس طریقہ سے
انجام دئے وہی ہماری قوم پروری اور انسان دوستی کا ایک روشن ثبوت
ہے اور وہی ہمارا دین ہے۔ ہم نے اس وقت اقلیت کی حفاظت کی جب مُجھ پر
فرقہ پرستی کا الزام لگانے والے لیڈر دُم دبا کر میدان سے بھاگ رہے تھے یا جموں
میں بھیڑ بکریوں کی طرح مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے وہ اس وقت اپنی قوم پرستی
کے زعم میں شیخ عبداللہ کو فرقہ پرست ٹھہراتے ہیں مگر اپنے گریبان میں مُنہ ڈال
کر نہیں دیکھتے۔ یہ وہی قوم پرست ہیں جنہوں نے گاندھی جی کی شہادت پر مٹھائی
تقسیم کی تھی اور کھلم کھلا خوشیاں منائی تھیں اگر یہی قوم پرستی ہے تو میرا اسے
دُور سے سلام!

"یہ عجیب منطق ہے کہ جب یہاں کی اقلیت کا جان و مال خطرے میں تھا
اور میں اس کے جان و مال کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو گیا تو مجھے قوم پرست
کہا گیا مگر جب اکثریت کے وجود کو خطرہ لاحق ہوا اور میں اس کی حفاظت
کے لئے آگے بڑھا تو مجھ پر فرقہ پرست ہونے کی مُہر لگا دی گئی۔ قوم پروری اور
فرقہ پرستی کا یہ معیار محض خود ساختہ ہے اور ان لوگوں کے دماغ کی اختراع ہے
جو چند ٹکوں کے عوض اپنا عقیدہ اور دین و ایمان فروخت کر دیتے ہیں یاد
رکھئے ایسے لوگ کبھی قوم پرور نہیں ہو سکتے، اور وہ خود پرست اور غرض پرست
ہیں۔ دین دھرم بیچنے والے ایسے بہت ملیں گے مگر مُجھ سے ایسی اُمید مت رکھئے۔

وعدوں کی پابندی:۔ "کچھ لوگ آج یہ کہتے پھرتے ہیں کہ میں نے
پنڈت نہرو کے ساتھ ہاتھ ملایا تھا اور کچھ وعدے کئے تھے مگر انہیں توڑ ڈالا۔
جن لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن مجید کیا ہے وہ قرآن مجید کی اُن
آیات کا اپنے من گھڑت الفاظ میں حوالہ دے رہے ہیں جو وعدوں اور
ان کے ایفا کرنے کے بارے میں ہیں۔ میں اُن پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں
کہ میں مسلمان ہوں اور وعدہ وفائی کے متعلق انشاءاللہ احکاماتِ قرآنی
کی تعمیل کروں گا اور میں بخوبی واقف ہوں کہ وعدوں کے متعلق قرآنی احکام

کیا ہیں اور میں یہ بھی بتا دوں گا کہ وعدہ شکنی کس نے کی۔ میں نے یا دوسروں نے کی۔ وعدہ ہمیشہ دوطرفہ ہوتا ہے یکطرفہ نہیں ہوتا اور فریقین میں سے جو بھی پہلے وعدہ شکنی کرتا ہے وہی موردِ الزام ہوتا ہے دوسرا فریق اس سے بَری ہوتا ہے ۲ ر نومبر ۱۹۴۷ء کو جب حکومت ہند نے فوجی امداد دی تو کیا اس وقت حکومت ہند کی طرف سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا تھا کہ امن بحال ہونے پر کشمیری عوام کو اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی سے کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کریں اس وعدے کا کیا ہوا وہی تو سب سے بڑا وعدہ تھا اور جب اسی بنیادی وعدے کو خود ہی جھٹلایا جا رہا ہے تو پھر دوسروں پر وعدہ شکنی کا یہ الزام کیسا۔ اسی ایک وعدہ شکنی پر کیا منحصر ہے اس قسم کے کئی وعدے کئے گئے اور توڑے گئے لیکن اس کے باوجود مجرم ہمیں قرار دیا جاتا ہے۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کی تحقیقات کی جائے کہ وعدہ شکن کون ہے؟ کیا ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو ہماری گرفتاری اور اس کے ساتھ ہی نہتے عوام پر گولیوں کی بارش بجائے خود وعدہ شکنی نہیں۔

سرداری عوام کا حق: — " ۱۹۳۱ء سے آج تک سرداری عوام کا حق ہے اور اس کی تائید متعدد بار کانگریس نے کی مگر کیا یہ تائید اسی وقت تک تھی جب مہاراجہ ہری سنگھ یا کوئی اور ہمیں حقِ خود ارادیت سے محروم رکھے ہوئے تھا اور اب جب کہ اس کا مطالبہ حکومت ہند سے کیا جا رہا ہے تو اس کی تاویلیں کی جا رہی ہیں اور اس سے انکار کیا جا رہا ہے یاد رکھئے! شیخ عبداللہ کو سامراجی ایجنٹ کہا جائے یا فرقہ پرست یا اس پر کوئی اور الزام لگایا جائے مگر وہ اپنی راہ سے بھٹکنے والا نہیں اور ایک بخشی کیا ایسے لاکھوں بخشیوں کی دستار بندی کی جائے، کشمیریوں کے مطالبہ میں اس سے کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں نے ہندوستان سے بار بار یہ کہا کہ شیخ عبداللہ اب بھی وہی ہے جو ۱۹۴۷ء میں تھا۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت اس وقت بھی انسانیت کے لئے جنگ لڑ رہا تھا اور آج بھی لڑ رہا ہوں۔ ہمارا مسلک

بے لوث خدمت رہا ہے اس میں ہم نے کبھی مذہبی امتیازات کو روا نہیں رکھا ہم اس ارشاد نبوی پر چل رہے ہیں کہ خَیرُ النَّاسِ مَن یَنفَعُ النَّاس میں جس حق کا مطالبہ کرتا ہوں وہ مسلمان کے لئے نہیں بلکہ کشمیر کے تمام ہندوؤں سکھوں اور بودھوں کے لئے بھی ہے۔ اس جنگ میں میرے یہ دوست بھی شریک تھے جو آج میرے خلاف ہیں۔ اگر فرقہ پرستی کا الزام مجھے کوئی اور دیتا تو کوئی پروا ہوتی مگر الزام اُنہوں ہی نے لگایا ہے جو اپنے دل میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم فرقہ پرست نہیں۔ اس کا کسے علم نہیں کہ کشمیر کا مزاج فرقہ پرستی سے بالاتر رہا ہے افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے ہی چند ساتھی چند فرقہ پرستوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ان میں سے ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہندُستان ایک بڑا ملک ہے بہت مال دار اور طاقتور ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے ساتھ اس کے مضبوط تعلقات ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہندُستان کی بڑائی مال و دولت اور طاقت کی زیادتی میں نہیں بلکہ اخلاقی بلندی اور روحانی طاقت میں ہے۔ بہرحال وہ لوگ ہمیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں تا کہ ہم حق کے اظہار اور انصاف کے مطالبہ میں کمزور پڑ جائیں وہ مسلمان جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد پر عمل کرتا ہے دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب اور خائف نہیں ہوتا وہ حق و صداقت پر اس طرح قائم رہتا ہے جس طرح حضرت حسینؑ کربلا کے میدان میں رہے تھے وہ جھوٹ کے سامنے کبھی گردن خم نہیں کرتا۔ اگر ہم حضرت امام حسینؑ کے اُسوۂ حسنہ پر قائم رہیں تو اپنا حق منوا سکتے ہیں۔

گرفتاری سے مسئلہ حل نہیں ہوتا:۔ "ہندُستان کے فرقہ پرستوں اور فرقہ پرست جماعتوں نے حکومتِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ مجھے دوبارہ گرفتار کر لیا جائے۔ کانگریس حکومت اور پنڈت نہرو اُن کے اس فرمان کی تعمیل کریں گے یا نہیں اس کا تو مجھے علم نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ مجھے قید کریں یا نہ کریں اس سے میرے موقف میں کوئی فرق نہ آئے گا اور میں نے

جو آواز بلند کی ہے آخری دم تک بلند رہے گی۔ حق کے لئے برابر لڑتا رہونگا۔ جھوٹ اور تنگ نظری کے ساتھ ہم سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ یہ فرقہ پرست جماعتیں ہندوستان کو تباہ کر دیں گی ان کا نظریہ ہی ملک گیرانہ ہے، ہم انسانوں میں اتحاد اور اخوت پیدا کرنے کے قائل ہیں۔ اور تنگ نظری سے بالا تر ہو کر مطالبہ کر رہے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ حل کرو، مگر بخشی صاحب اور صادق صاحب کہتے ہیں "ہم نے کشمیر کا فیصلہ کر ڈالا ہے" اس سے تو کشمیر کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ دُنیا جانتی ہے کہ کشمیر کا جھگڑا طے نہیں ہوا اور دُنیا کے سب نیک دل اور انصاف پسند لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ جھگڑا طے پا جائے۔ ہندوستان اور پاکستان کے عوام کی بھی یہ خواہش ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو کشمیر کے تنازعہ کو ختم کرنے کی صورت نکالی جائے اور ریاست جموّں اور کشمیر کا ہر باشعور انسان یہ تمنّا رکھتا ہے کہ وہ اپنی رائے کا آزادانہ استعمال کرے اور مسئلہ کشمیر کو ایسے طریقہ سے حل کرے جو تمام فریقوں کے لئے باعزّت اور قابل اطمینان ہو۔ ہم انسانیت کے وقار کو بلند کرنے کے لئے میدانِ عمل میں اُترے ہیں اس میں کسی ایک فرقہ کو خصوصیت حاصل نہیں اور مسلمان، سکھ، ہندو اور بودھ سبھی برابر ہیں۔ میرا مطالبہ ان سب کی طرف سے ہے البتہ وہ چند افراد جو جھگڑے کو جاری رکھ کر سودا بازی کرتے ہیں وہ اسے ختم کرنے کے حق میں نہیں۔ میں تمام باشعور محبّانِ وطن سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں اور قطعی طور پر اس سوال کو حل کر کے ریاست جموّں و کشمیر کے عوام کو غیر یقینی حالت کے عذاب سے نجات دلائیں۔ ہم کشمیر کے جھگڑے کو اطمینان بخش صورت سے چکانا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ہمیں آج کسی کی دشمنی منظور نہیں۔ میرے بعض ہندوستانی دوستوں کا یہ خیال ہے کہ میں جب جیل سے باہر آیا تو میں نے پاکستان کو بُرا بھلا کیوں نہیں کہا گویا ان کے خیال کے مطابق میرے لئے یہ لازم تھا کہ پاکستان کی طرف منہ کر کے گالیاں

دینا شروع کر دیتا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں آپ حضرات کو بھی یہ تلقین کرتا ہوں کہ نہ پاکستان کو برا کہیں نہ ہندستان کو اور نہ کسی دوسرے کو بلکہ اس امر کی کوشش کریں کہ ہندستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور دوستانہ ہوں تاکہ کشمیر کے دس سالہ قضیہ کو طے کرنے میں اس سے مدد ملے۔ ہندستان اور پاکستان کے درمیان کشیدہ تعلقات پورے ایشیا کے لئے ایک زبردست خطرہ ہیں۔ خصوصاً جب دو زبردست طاقتیں دنیا میں ایک دوسری کو ہڑپ کرنا چاہتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایشیا کی طاقتیں بہت کمزور ہیں اس لئے ہر محب وطن کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ کشمیر کے قضیہ کو صلح و امن کے ساتھ طے کرانے کی سعی کرے۔ یہ جھگڑا فوج اور شمشیر سے حل نہیں ہوگا بلکہ آپس کی دوستی سے۔ یہاں کس کی حکومت ہے مجھے اس سے غرض نہیں۔ مجھے خواہ فرقہ پرست کہا جائے یا سامراجی ایجنٹ، مگر میری کوشش یہی ہے کہ یہ قضیہ جلد سے جلد طے ہو اور مجھے یقین ہے اس میں ہر محب وطن کی تائید و حمایت حاصل ہے اور ہونی بھی چاہئے البتہ ایسے لوگ حمایت نہیں کریں گے جو اس کی آڑ میں روپیہ پیسہ کماتے ہیں یا جو اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

غلط فہمیاں:- "ہندستان کا کروڑوں روپیہ یہاں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد جھگڑے کو کم کرنا نہیں بلکہ بڑھانا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ غریب عوام کا روپیہ ایسی بے دردی سے خرچ ہو۔ غلط فہمیاں پھیلانے کے لئے جہاں اور حربے اختیار کئے جاتے ہیں وہاں اخبار بھی ایک حربہ ہے۔ ہزاروں روپیہ ایسے اخبارات پر خرچ کیا جاتا ہے جو اس کا آلۂ کار بنتے ہیں کہ ہندستان بھر میں غلط فہمیاں پھیلائیں یہاں سے غلط رپورٹیں باہر بھیجی جاتی ہیں غرض یہ جو کچھ ہو رہا ہے قوم اور ملک کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ یہ حقیقت آپ کے ذہن نشیں کرنا میرے

بس کی بات نہیں۔ خدا آپ کو اور ہم کو عقل دے اور سچائی کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں حق و انصاف کا برابر مطالبہ کرتا رہوں گا کیونکہ میری زندگی کا بیشتر حصّہ اسی جدوجہد میں گزرا ہے۔

حقِ خود ارادیت سے دست برداری ناممکن:- "میں بخشی غلام محمد اور صادق صاحب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی گھر میں بیٹھ کر اس ملک کا فیصلہ نہیں کر سکتا اور کوئی شخص خود بخود لیڈر بھی نہیں بن سکتا جب تک عوام اس کا ساتھ نہ دیں اور عوام اسی صورت میں ساتھ دے سکتے ہیں جب کہ ان کی خواہشات اور خیالات کی ترجمانی کی جائے اور جن اصول کے لئے ہم نے جدوجہد شروع کی تھی اس پر قائم رہیں۔ کیا ہم اس حقِ خود ارادیت سے دست بردار ہو سکتے ہیں جس کے لئے سنہ ۱۹۳۱ء سے آج تک ہمارے ہزاروں نوجوان اپنی عزیز جانیں قربان کر چکے ہیں۔ میں آپ سے صرف یہی کہوں گا کہ یہ ملک ہمارا ہے اور اس کا فیصلہ بھی ہم کریں گے اور ہم سے مراد یہاں کے عوام ہیں۔ جن میں ہندو، مسلمان، سکھ اور بودھ سبھی شامل ہیں۔

جامع مسجد سری نگر میں تقریر —

۷؍ فروری سنہ ۵۸ء کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد سری نگر میں ایک مجمع عظیم کے سامنے پیر یوسف شاہ مخدومی نے شیخ محمد عبداللہ کی رسم دستار بندی ادا کی۔ اس کے بعد شیخ صاحب سوا دو بجے اسٹیج پر آئے اور تلاوتِ قرآن پاک کے بعد ذیل کے اشعار خوش الحانی سے پڑھے ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

نومید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

"محترم خواتین، بزرگو اور بھائیو!

آپ کو اس کا علم ہے کہ ساڑھے چار سال کے دوران جو کچھ پیش آیا اس سے ہمارے انتظامات درہم برہم ہو گئے نظر بندی سے رہائی کو آج ایک ماہ گزر چکا ہے اس عرصہ میں میں نے دو چار تقریریں کی ہیں اور اخباروں کو بیانات بھی دئے ہیں جس سے سری نگر کے عوام کو میرے خیالات کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ میں نے بھی آپ کے دلوں کی دھڑکنیں محسوس کی ہیں مگر بدقسمتی سے اپنی صحت کی خرابی اور موسم کی شدت کے باعث میں ابھی تک یہاں

کا دورہ نہ کر سکا۔ انشاء اللہ عنقریب اس کی تلافی کی جائے گی۔

تین بنیادی باتیں:۔ "رہائی کے دن سے آج تک میں نے تین بنیادی باتوں کی تشریح کی ہے۔ پہلی یہ کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا اگرچہ ہندوستان کے بعض بزرگوں اور یہاں کے بعض دوستو کا دعویٰ ہے کہ ریاست کے مستقبل کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب تک آفتاب اور چاند آسمان پر چمکتے رہیں گے۔ ریاست ہندوستان کا حصہ رہے گی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو پھر دس سال سے یہ جھگڑا ہندوستان، پاکستان اور دنیا بھر کے لئے عمومی طور پر اور ریاست کشمیر کے لئے خصوصی طور پر پریشانیوں کا موجب کیوں بنا ہوا ہے۔ دنیا کو یہاں کے عوام کی یہ آواز گوشِ ہوش سے سُننی چاہیئے، کہ یہاں کے باشندوں کو ابھی تک اپنے مستقبل کے فیصلہ کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ریاستی باشندوں نے کوئی فیصلہ صادر کیا ہے وہ بے بنیاد اور غلط باتیں کہہ رہے ہیں دوسری بات جو میں نے اب تک پیش کی ہے وہ یہ کہ ریاست کے مسئلہ کا جلد سے جلد حل ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے کا موقعہ ملنا چاہیئے کیونکہ موجودہ غیر یقینی حالت میں ایک طرف ہندوستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کو اور ان کے باہمی تعلقات کو خطرناک نقصان پہنچ رہا ہے اور دوسری طرف جموں اور کشمیر کے لوگ تباہ اور برباد ہو رہے ہیں تیسری بات جس کا بارہا ہم نے اعلان کیا ہے وہ یہ کہ اس ملک کا فیصلہ یہاں کے چالیس لاکھ عوام کریں گے جن میں ہندو، سکھ، بودھ، عیسائی اور مسلمان سبھی شامل ہیں اور صرف یہی فیصلہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔ میں نے یہی تین باتیں اس عرصہ میں آپ کے سامنے رکھی ہیں جو بالکل صاف اور واضح ہیں۔

اظہارِ حق کے لئے مصائب:۔ "یہ سیدھی سادھی باتیں ہیں اور کوئی فلسفہ کے پیچیدہ مسائل نہیں یہ حق و صداقت پر مبنی ہیں اور واقعات

وحقائق ان کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ میں اس ملک کے عوام کی دلی خواہشات کی ترجمانی کے فرائض انجام دے رہا ہوں اور مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ سچائی کا اظہار کرنے میں ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اذیتیں دی جائیں گی اور مصائب کے پہاڑ ہم پر توڑے جائیں گے مگر عزم و استقلال کے ساتھ ہمیں ان سب کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر و سکون سے کام لینا ہوگا۔

میرا جُرم :- "۹ اگست ۵۳ء کو جب مجھے گرفتار کرنے کے بعد آپ سے یہ کہا گیا کہ شیخ عبداللہ نے امریکہ سے سازش کی تھی اور وہ یہاں کو ریا بنانا چاہتا تھا جس سے یہاں کے لاکھوں انسان لقمۂ اجل ہو جاتے اس لئے اُسے گرفتار کرنا ضروری تھا۔ میں ساڑھے چار سال خاموش رہا مگر میں نے اُن سے اس کا مطالبہ کیا کہ اگر میں نے امریکہ سے سازش کی ہے تو اسے ثابت کر دیں سزا بھگتنے کو تیار ہوں مگر جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ اب بخشی صاحب نے دہلی جا کر یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ۵۳ء میں شیخ عبداللہ کی جو گرفتاری عمل میں آئی تھی اس میں ہم اس لئے حق بجانب تھے کہ وہ کشمیر کے الحاق کو قطعی اور آخری نہیں سمجھتا تھا اور اب رہائی کے بعد اس نے جو تقریریں کی ہیں اور جو بیانات دئے ہیں ان سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ۵۳ء میں یہی دلیل دی جاتی تو میں اُسے کھلے بندوں تسلیم کر لیتا کیونکہ حقیقت یہی ہے مگر اس وقت سازش سازش کی رٹ لگائی گئی اور اب یہ کہتے ہیں کہ بات اور تھی مگر میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ اس ملک کے مستقبل کا فیصلہ یہاں کے عوام کریں گے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں کہتا۔ مجھے اس کا یقین نہیں آتا کہ ہندوستان کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تمام دنیا کو دھوکا دیا جا سکے البتہ کچھ لوگ اس قماش کے ہیں جو گمراہ کر رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ شیخ عبداللہ کو دھوکا نہیں

دے سکتے انہوں نے فریب کا جو جال بچھایا تھا میں نے اس کا تارو پود بکھیر دیا دنیا کو یہ جاننے کا حق ہے کہ ہندوستان ایسی عظیم جمہوریت اس ریاست کے چالیس لاکھ مظلوم انسانوں کو دھوکا میں رکھتی ہے یا ان کے ساتھ انصاف برت رہی ہے۔ ہندوستان کے ساتھ ہمارے رشتہ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہمیں ابتلا میں رکھا جائے بلکہ اس کی بنا گاندھی جی کی انسانیت، صداقت اور محبت کی تعلیم پر تھی۔ بلا شبہ ہندوستان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے گاندھی جی کی تعلیم کو پس پُشت ڈال رکھا ہے اور وہی کشمیر کے باشندوں کی حق تلفی کرنے پر تُلے ہوئے ہیں اور ان کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا تھا کہ تم غلط راستہ پر ہو چنانچہ انہوں نے میرے خلاف سازش میں حصہ لیا اور اپنی فریب کاریوں سے انتہائی سختی کے ساتھ سچائی کے اظہار کو روکا۔

ناروا سلوک:۔ "۵۳ء میں جب مجھے گرفتار کیا گیا تو عوام پر سختی اور تشدد کیا گیا۔ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، مردوں پر گولیاں برسائیں، ہزاروں انسانوں کو جیلوں میں بند کر دیا۔ اس وقت سے عوام کو تختۂ مشق ستم بنایا جا رہا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح ان کی آوازِ حق کو دبایا جائے بلکہ اب تو یہ دھمکی بھی دی جا رہی ہے کہ تلوار سے کام لیا جائے گا۔

فیصلہ صادر نہیں ہوا:۔ "کہا جا رہا ہے کہ کشمیریوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ صادر کر دیا ہے لیکن میں اس کی تردید کرتا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ کشمیر کا کوئی فیصلہ تاحال کشمیری عوام نے صادر نہیں کیا ہے بلکہ ان کو ابھی تک فیصلہ صادر کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا گیا۔ میری اس آواز پر بعض دوست سیخ پا ہو رہے ہیں۔ ہمیں اس کا اندازہ ہے کہ حق کی آواز بلند کرنے پر ہمیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور کیسی کیسی سختیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ حق کی راہ میں نکلتے

ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ سختیوں کا مقابلہ کیا مگر حق کے علم کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے جس کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ "مہاجر اور انصار جنہوں نے خدا اور رسول صلعم پر ایمان لانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی اور جو لوگ خلوص کے ساتھ آں حضرت صلعم کے قدم بہ قدم چلے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب اور کامران کیا۔"

راہِ حق میں قربانیاں:۔ "حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا پر سچائی آشکار ہوتی ہے تو یہ قدرتی بات ہے کہ عوام اس کا ساتھ دیتے ہیں مگر جس جابر اور استحصالی طبقہ کے مفادات کو اس سے خطرہ لاحق ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں صف آرا ہو جاتے ہیں جو لوگ سچائی کا ساتھ دیتے ہیں ان کے پاس خلوص ہوتا ہے اور انہیں خاردار میدان سے گذرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھئے ایمان والوں کے لئے یہی خاردار میدان گلزار بن جاتا ہے وہ خندہ پیشانی سے ہر سختی برداشت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب مقاصد پاکیزہ اور بلند ہوں تو مصائب خواہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں شہد سے بھی زیادہ شیریں لگتے ہیں اور عشاق ان مصائب کو خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں جب حضرت محمد صلعم نے مکہ معظمہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز بلند کی تو سارا عرب اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جو اس ملک کے رئیس تھے انہوں نے کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں اور جب اُن سے کہا گیا کہ اگر اس بات پر شہادت دو گے تو سارا عرب اُن کو اذیت پہونچانے کے درپے ہو جائے گا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ دو باتوں میں سے ان کو کون سی پسند ہے۔ دنیا کی اذیت یا خدا کی رحمت تو انہوں نے جواب میں خدا کی رحمت کو قبول کیا اس طرح جنگِ اُحد میں ستتر صحابہ کرام رضؓ شہید ہوئے حضرت محمد صلعم دیکھنے کے لئے تشریف لائے کہ کون کون زخمی ہے اُن میں حضرت سعد رضؓ بھی تھے جن پر جانکنی کی حالت طاری تھی صحابہ رضؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کوئی وصیت کرنی ہے تو بتا دیجئے انہوں نے جواب

دیا کہ ان کی ایک ہی وصیت ہے اور وہ یہ کہ ان کا سلام حضرت محمد صلعم تک پہونچا دیا جائے اور سارے مسلمانوں کو بھی کہہ دیا جائے کہ وہ حضرت محمد صلعم پر اپنی جانیں قربان کر دیں اسی طرح ایک دوسرے صحابہ عمارہ بن زیدؓ بھی تھے وہ اسی میدان جنگ میں زخمی پڑے ہوئے تھے جب ان پر جانکنی کی حالت طاری ہوئی تو حضرت محمد صلعم ان کے نزدیک پہونچے اور دریافت کیا اے عمارہ! کیا آپ کی کوئی خواہش ہے مجھے بتائیے۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا "یا رسول اللہ"! اور پھر سرکتے سرکتے حضور اکرمؐ کے قدموں تک وہ آ پہونچے اور اپنا سر آنحضرت صلعم کے پاؤں پر رکھ کر کہنے لگے۔ "رسول اللہ! یہی ایک خواہش تھی کہ جب میں مروں تو اس وقت آپ کی رحمت کی نگاہیں میرے چہرے پر ہوں اور میری نظر آپ کے روئے مبارک پر ہو"۔

"اگر میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں حضرت محمد صلعم کا ادنیٰ اُمتی ہوں تو میری خواہش بھی یہی ہونی چاہئے اور سچائی کی آواز بلند کرتے ہوئے ہر قسم کے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے"۔

شہداء کی وصیت:۔ قربانیوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

"۱۳ر جولائی ۱۹۳۰ء کو اس پاک مسجد میں جب ایک زخمی نے مجھے بلوایا تو میں اس کے قریب گیا اُس وقت اس کے گرد تمام رشتہ دار جمع تھے اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ وہ نحیف و زار شہید مجھ سے کہنے لگا" میں نے اپنا فرض پورا کر دیا اب آپ اپنا فرض پورا کریں اور سچائی کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں۔" اس شہید کی وہ آواز میرے دل و دماغ پر کندہ ہے بہرکیف جب ہمیں اپنے مقصد کی صداقت کا یقین ہے تو ہمارا ارادہ اٹل ہونا چاہئے اور اپنے حق کے حصول کی خاطر جتنی بھی سختیاں اور صعوبتیں درپیش ہوں ان کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے

اور جب تک جموں وکشمیر کا ایک فرد بھی زندہ ہے ہم اپنے حق ارادیت کے حصول کی خاطر جدوجہد جاری رکھیں گے کیونکہ اس میں انسانیت کی خدمت مضمر ہے۔

صداقت پرستوں کا اصول:۔ "جب آپ کو یقین ہے کہ کشمیر کے عوام کے لئے حق خود ارادیت سچائی پر مبنی ہے تو اس حق کی آواز کا دل وجان سے ساتھ دو اور اس پر قائم رہو اور پوری سنجیدگی کیساتھ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرو۔ سچے مسلمان کی طرح اپنا کردار بلند کرنے کی کوشش کریں۔ حق اور باطل کی اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ حق کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سنجیدہ اور باوقار طریقہ سے آگے بڑھتا ہے۔ لیکن باطل شور وشر چاہتا ہے۔ تاکہ سچائی کی آواز کانوں تک نہ جاسکے۔ مگر آپ کو اس کی آواز سکون اور امن کے ساتھ جاری رکھنی چاہیئے! اور اشتعال اور جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اسی میں آپ کی کامیابی ہے۔ جن لوگوں کی تحریک جھوٹ پر مبنی ہو ان کے پاس دلیل نہیں ہوتی ہے۔ وہ ہنگامہ اور فساد برپا کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ تاکہ وہ خوف وہراس سے لوگوں کو دبا سکیں مگر آپ ہمیشہ اپنی جدوجہد کو سکون اور امن کے ساتھ جاری رکھیں۔ انشاء اللہ کامیابی آپ کو نصیب ہوگی۔

شری مینن کی بیجا ناراضگی:۔ "جب میں نے کشمیر کے مسئلہ کی وضاحت حقائق کی روشنی میں کی تو یہاں کے دوستوں کے علاوہ ہندستان کی حکومت کے ایک وزیر کرشنا مینن بھی برافروختہ ہوئے۔ ان کے ساتھ کافی پرانے تعلقات ہیں اور میرے دل میں ان کا احترام ہے۔ ان کی تلخ باتوں سے اس احترام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ان کے علاوہ بھی ہندستان کے کچھ دوست اس حق بیانی پر مجھ سے ناراض ہیں۔ اُن کے خیالات میں نے ٹھنڈے دل و دماغ سے سمجھنے کی کوشش کی اگر وہ معقولیت پر مبنی ہوتے تو یقیناً میں مان لیتا مگر ان میں سوائے دھمکیوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ رائے شماری کا مطالبہ کرنے سے پہلے اپنا بوریا بسترباندھ لو۔

اور دشمنوں کے پاس چلے جاؤ۔ یہ دھمکی کازگم (جنوبی ہند کی ایک جماعت کا نام) کی تحریک چلانے والوں کو بھی دی گئی۔ جب انہوں نے کہا کہ ہندوستان کا آئین ان کے لئے قابل قبول نہیں تو پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ اگر یہ بات ہے تو ہندوستان سے چلے جاؤ۔ مسٹر کرشنا مینن نے اسی بات کو کشمیر میں دُہرا دیا ہے' میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ انہی کا ملک ہے۔ آج تک ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ سو سال پہلے مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کو خریدا تھا اور اس کے جانشیں اس پر اپنا مالکانہ دعویٰ جتاتے تھے۔ خدا کی مہربانی سے وہ تو ختم ہوا مگر شری کرشنا مینن تو اب بھی ایسی بات کرتے ہیں گویا کہ کشمیر آج بھی ان کا زر خرید ہے اور کہتے ہیں کہ نکل جاؤ ان سے میں سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ وزیر دفاع ہیں اور ان کے پاس بے پناہ فوجی طاقت ہے وہ چاہیں تو میرے سینے میں گولی مار سکتے ہیں لیکن مجھے وطن سے نہیں نکال سکتے۔ یہ وطن یہاں کے لوگوں کا ہے اور میں یہاں کے عوام کا ترجمان ہوں اس لئے وہ مجھے عوام کے حق کی ترجمانی اور مطالبۂ رائے شماری سے خاموش نہیں کر سکتے۔ شری مینن کہتے ہیں کہ ہندوستان کا آئین شیخ عبداللہ کی کوئی حفاظت نہیں کرے گا تو کیا پھر شری مینن کی ہی حفاظت ہندوستان کا آئین کرے گا۔ اس اجارہ داری کے کیا کہنے۔ خیر میں پوچھتا ہوں کہ گذشتہ ساڑھے چار سال کے دوران آئین ہند نے میری اور کشمیری مظلومین کی کیا امداد اور حفاظت کی اب بقول شری مینن اگر آئین ہند میں یہاں کے عوام کا تحفظ نہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

فرقہ پرستوں کے بیانات:۔ "ہمارے خلاف آج کل جن سنگھ، مہا سبھا، پرجا پریشد اور دوسری فرقہ پرست جماعتوں اور ان کے لیڈروں سے بیانات دلوائے جا رہے ہیں۔ ایسے فرقہ پرستوں کی اصلیت کا ہمیں علم ہے یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ شیخ عبداللہ جب تک زندہ ہے ان کی فرقہ پرستانہ کوششیں کامیاب نہ ہوں گی اس لئے ان کی اس

مخالفت کی قدر و قیمت سب کو معلوم ہے۔ ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو جب مجھے گرفتار کیا گیا تو اس کے چند روز بعد بخشی غلام محمد جموں گیا اور ایک جلسہ میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ "شیخ عبداللہ کے خلاف پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ اور بخشی صاحب کا مقصد ایک ہے اور اسی ایک مقصد کے لئے ہم دونوں یکجا ہوئے ہیں۔ پنڈت پریم ناتھ ایک قومی ہیرو ہے" حالانکہ یہی پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ ہیں جو ۱۹۴۷ء میں جموں کے لاکھوں مسلمانوں کو گھر سے بے گھر کرنے اور ہزاروں کو قتل و غارت کرنے والے فسادی گروہ سنچالک تھے۔ یہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں فرقہ پرستانہ تحریک چلا کر ۱۹۵۳ء میں ہندو کشمیر کے باشندوں کے تعلقات پر کاری ضرب لگائی۔ اب وہ اور بخشی صاحب ایک ہو رہے ہیں۔

مصیبت میں رحمت :۔ "مجھے اور میرے ساتھیوں کو یہ دھمکیاں دی جارہی ہیں کہ جیل میں بند کر دیا جائے گا اور دوسرے حربے اختیار کئے جائیں گے مگر ہم تو ۱۹۳۱ء ہی سے یہ سب کچھ دیکھتے چلے آئے ہیں۔ میں شری مینن سے یہ گزارش کروں گا کہ ۲۲ سال سے ہمیں ان تمام حربوں کا تجربہ ہے اگر آج وہ پھر ان کا مزید تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم حاضر ہیں۔

"۱۹۵۳ء میں ہمارے چند ساتھیوں نے قوم اور ملک سے بے وفائی کی اور قومی کارکنوں کو یا تو جیلوں میں بند کر دیا یا دوسرے حربوں سے ان کا رشتہ ہم سے توڑنے کی کوشش کی مگر یہ خدا کی مہربانی ہے کہ اس نے نئے نئے کارکن پیدا کر دئے اور انہوں نے اس تحریک کو جاری رکھا۔ مصائب و آلام میں خدا کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے دلوں میں میری طرف سے جو کدورت تھی وہ مختلف نوعیت کی تھی اور وہ برسوں سے چلی آتی تھی لیکن ۱۹۵۳ء کی گرفتاری کے بعد خدا کی مہربانی سے وہ دور ہو گئی اور اس وقت ہمارے اندر جو اتحاد اور یک جہتی اور میل جول پایا جاتا ہے اسے ہر وقت اور ہر حالت میں قائم رکھنے کی ضرورت ہے

اور اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

ہمارے تمام اقدامات تابع رائے شماری تھے :- "رہائی کے بعد میں نے کافی کوشش کی کہ ہندوستان کے حکمران لیڈر کسی دلیل سے مجھے قائل کریں کہ میں غلط راستہ پر ہوں، مگر اُن کی باتوں میں سوائے دھمکی اور تلخ گوئی کے مجھے کچھ نظر نہ آیا اور اب میں ان دھمکیوں اور تلخ گوئیوں کا کیا جواب دوں وہ کہتے ہیں کہ ہند سے الحاق کے متعلق ابتدا شیخ عبداللہ نے ہی کی تھی اور اب وہ ان وعدوں سے مکر گیا ہے میں ان سب سے مؤدبانہ یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ سب کچھ رائے شماری کرانے کے وعدوں کے سیاق اور پس منظر میں نہیں کیا گیا ہم نے کوئی بات ایسی نہیں جس کا مقصد رائے شماری کرانے کے وعدوں سے انحراف ہو۔ الحاق کو عارضی تسلیم کیا گیا تھا اور رائے شماری کرانے کو ہر مرحلہ پر مقدم سمجھا جاتا رہا اس لئے میں نے جو کچھ کہا وہ تابع رائے شماری ہے اور ان وعدوں کے عین مطابق ہے جو ہم سے کئے گئے ۱۹۴۷ء میں جب قبائلیوں نے ریاست پر حملہ کیا تو اس وقت مولانا سعید مسعودی، مرزا افضل بیگ، بخشی غلام محمد، خواجہ محمد صادق کشمیر کے لیڈروں اور مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو اور سردار پٹیل ہندوستان کے لیڈروں نے سب کو یقین دلایا کہ جو فوجی امداد دی گئی ہے وہ رائے شماری کرانے کے تابع ہے اور یہ طے پایا کہ جب حملہ آور کشمیر کی سرزمین سے نکل جائیں گے اور ملک میں امن وامان بحال ہوگا تو الحاق کے متعلق رائے شماری کی جائے گی اس کے بعد اس کے بارے میں حکومتِ ہند کے سب سے زیادہ ذمہ دار ارکان اور لیڈروں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں متعدد بار اس کی تائید وحمایت کی۔ اگر آج بھی ان تقریروں اور تحریروں کا ریکارڈ دیکھا جائے اور وہ ریکارڈ موجود ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر بات میں رائے شماری مشروط ہے ان حالات میں رائے شماری کا مطالبہ کوئی نیا نہیں بلکہ یہ وہ مطالبہ ہے جس پر حکومت ہند اور ہندوستان کے چوٹی کے لیڈر متفق تھے اور حفاظتی کونسل میں پاکستان

کے ساتھ مفاہمت[1] کے دوران حکومت ہند نے اسے تسلیم کر کے اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا اور دنیا کی رائے عامّہ سے اپنی جمہوریت پسندی کا خراج تحسین وصول کیا۔ جو دوست غلط بیانیاں کر رہے ہیں اور ان حقائق کو جھٹلانے کی کوشش میں ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوں گے ہماری خواہش ہے کہ یہ قضیہ پُرامن طریقہ سے طے ہو یہ قضیہ ہندوستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کے لئے ناسُور بنا ہوا ہے اور یہ ناسُور جسقدر جلد مندمل ہو بہتر ہوگا تاکہ عوام خوف اور بدگمانی کے بغیر امن اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ جنگی ساز و سامان اور جنگی تیاریوں پر صرف کر رہی ہیں کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ روپیہ عوام کے سود و بہبود پر خرچ کیا جاتا۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ کشمیری عوام کے ساتھ جو وعدے کئے گئے ہیں ان کو پورا کیا جائے۔ ان وعدوں کو دُہرانا یا ان کی یاد دہانی کرانا کوئی بغاوت یا غداّری نہیں ہے دو ہمسایہ ملکوں کے درمیان جن میں بہت کچھ مشترک ہے اس طرح نفرت و حقارت کے جذبات کی پرورش ایک بہت بُری بات ہے اسے دور کرنا ازبس ضروری ہے اور یہ سب سے بڑی قومی خدمت ہوگی اس لئے جب میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وعدوں کو پورا کیجئے تو ہمارے دوست ناراض کیوں ہوتے ہیں؟"

تنازعہ کا واحد حل[2]:۔ رائے شماری کے وعدوں کے متعلق مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو[3] اور حکومتِ ہند[4] کے اعلانات اور بیانات کے طویل اقتباسات پڑھ کر سنانے کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا۔

"یہ ہیں آج تک کے وعدے۔ میں آج کوئی نئی بات نہیں کہتا صرف ان وعدوں کی یاد دہانی کراتا ہوں۔ دس سال سے یہ مسئلہ لٹکا ہوا ہے اور ابھی تک حل نہیں ہو سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کے حل کرنے کا اختیار ہے انہیں موقعہ ہی نہیں دیا گیا اس کا اختیار صرف ریاست

---

[1]، [2]، [3]، [4] پریس کے نام شیخ عبداللہ کا وضاحتی بیان کتاب ہذا باب چھٹا۔

کے عوام کو ہے ان کو موقعہ دیجئے اور ان کو مطمئن کیجئے تاکہ قضیہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ہندستان ایک بہت بڑا ملک ہے اس میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ سیکیولرزم کا دعویدار ہے اور دُنیا کے دوسرے ملکوں کو امن اور اخلاق کی دعوت دیتا ہے۔ یہ قابلِ تعریف بات ہے مگر پہلے اُسے اپنے آپ کا جائزہ لینا چاہیئے۔ جب وہ خود ان پر عامل ہو تو دنیا اس کی تقلید کرنے پر تیار ہو گی اور ہندستان کی عزّت و توقیر دنیا کی نظر میں بڑھ جائے گی۔

رائے شماری اور بغداد پیکٹ:۔ " رائے شماری کے اصول سے انحراف کرنے کے جواز میں حکومت ہند کے بعض وزراء مثلاً شری کرشنا مینن وغیرہ یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ اگر حکومت پاکستان بغداد پیکٹ اور سیٹو کے ارکان ممالک سے فوجی پیکٹ نہ کرتی تو ہندستان اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا۔ واضح رہے کہ بغداد پیکٹ اور سیٹو کے ارکان ممالک کے ساتھ فوجی پیکٹ کی ذمہ داری حکومت پاکستان پر ہے اور ہمارا اس سے کیا تعلق ؟ پاکستان نے ایسا کیوں کیا وہ جانے اور اس کا کام۔ ہم اس کی سزا کیوں بھگتیں۔ کیا حکومت ہند کے ان وزراء کی روش سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ خود طاقت کے بَل پر اس جھگڑے کا حل کرنا چاہتے ہیں۔ کشمیر ایسی چھوٹی ریاست کے مظلوم عوام اس قابل نہیں کہ ان کو ان بین الاقوامی جھگڑوں میں اُلجھایا جائے اور ان میں اتنی سکت بھی نہیں کہ فوجی معاہدوں کے لازمی نتائج کی خطرناک ذہنیت کو برداشت کر سکیں ہمارے مسئلہ کو ایک بین الاقوامی فوجی مسئلہ کے ساتھ کیوں جوڑا جا رہا ہے اور یہ ایک متشدّدانہ روش ہے جو ہندستان کے لئے خود نقصان دہ ہو گی بہر حال رائے شماری کا وعدہ تو حکومتِ ہند نے کشمیری عوام کے ساتھ کیا ہے اور اسے پورا کرانا ہمارا حق ہے اس کے جواب میں یہ بہانہ سازیاں کیوں؟ ہمیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی دھونس بھی دی جاتی ہے اس کا کیا مطلب ؟ میں شری کرشنا مینن اور اُن کے ہم خیال ساتھیوں سے یہ عرض کردوں گا کہ ہم بھی اس میدانِ سیاست کے پُرانے کھلاڑی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بہانہ سازیوں سے کیسے کسی کو مرعوب کیا جاتا ہے

یہ انسانی ذلت اور گراوٹ ہے کہ خوفزدہ اور مرعوب ہو کر کوئی کام کیا جائے کرشنا مینن بندوق کی گولی سے تو شیخ عبداللہ کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں مگر وہ اُن سے مرعوب نہیں ہو سکتا اور اپنے اصول پر قائم رہے گا۔ اگر شیخ عبداللہ اس تشدّد کی ذہنیت کو ختم کرنے اور بلند آدرش کو برقرار رکھنے میں خود ختم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اس کی خوش قسمتی کیا ہو گی اسے یقیناً ایک ابدی زندگی نصیب ہو گی۔ ہندوستان کی آزادی کا دارومدار گاندھی جی کی تعلیم پر ہے اور گاندھی نے اُسے عدم تشدّد کی تعلیم دی تھی اور عدم تشدّد کے لئے سچائی کو لازمی قرار دیا تھا۔ ہندوستان کے لوگوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس تعلیم کے کاربند ہوں اور کشمیر کی سرزمین پر اس کا تجربہ کریں۔

کیا رائے شماری ہو چکی:۔ "بخشی غلام محمد کہتے ہیں کہ رائے شماری ہو چکی ہے بلکہ اُن کے نزدیک ۱۹۵۱ء میں اسمبلی کا انتخاب ہی رائے شماری کے مترادف ہے۔ ایسی نامعقول باتوں کا جواب دینا تضیع اوقات ہے لیکن میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بخشی صاحب یہ بات کہتے ہیں کہ ۱۹۵۱ء میں اسمبلی کا انتخاب رائے شماری کے مترادف تھا تو پھر میری گرفتاری کے بعد ۱۹۵۳ء میں اُنھوں نے رائے شماری کے اس مشترکہ اعلان کا خیر مقدم کیوں کیا جو ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا۔ بخشی صاحب نے اس مشترکہ اعلان کے بعد یہ بیان دیا تھا۔

> "ہند اور پاکستان کے وزرائے اعظم نے ریاست کے مستقبل کے بارے میں ریاستی عوام کے حقِ خود ارادیت کے اُصول کی حمایت میں جو بیان دیا ہے میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ حکومتِ ہند نے اس اعلان کی تکمیل ہمارے مشورے اور تائید سے کی اور اُسے ہماری غیر مشروط حمایت حاصل ہے۔"

پھر میری گرفتاری کے بعد ۱۹۵۳ء میں اُنھوں نے رائے شماری کے اس

مشترکہ اعلان کا خیر مقدم کیوں کیا جو ہندستان اور پاکستان کے وزرا اعظم کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا۔"

۹ راگست ۵۳ء کو بخشی صاحب نے جو کچھ کیا اس کا ذکر نہایت رقت انگیز الفاظ میں کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

"بخشی صاحب نے اپنی ۲۲ سالہ قومی خدمات پر خود ہی پانی پھیر دیا۔"

حاضرین کو مخاطب کر کے شیخ صاحب نے کہا۔

" آپ ان سب لوگوں کے لئے ہدایت کی دعاء کریں کیونکہ یہی رسول کریم صلعم کا فرمان ہے اور یہی حضور صلعم کی سنت ہے۔"

۴۵ کروڑ باشندوں کا ناسور:۔ "واضح رہے کہ کشمیر کا یہ مسئلہ ۴۵ کروڑ انسانوں کے لئے ناسور بنا ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ ناسور بھر جائے تاکہ اس برصغیر کے ۴۵ کروڑ باشندے آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔ یہ کروڑوں، اربوں روپیہ جو ہندستان اور پاکستان دونوں جنگی ساز و سامان پر خرچ کر رہے ہیں۔ اگر عوام کی ترقی اور ان کے سُود و بہبود پر صرف ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ دو ہمسایہ ملکوں کے مابین جو کشیدگی اور نفرت پھیل رہی ہے یہ کسی صورت میں بھی پسندیدہ نہیں اور نہ اس سے کسی ایک کو فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ہندستان کے لیڈروں نے کشمیری عوام سے جو وعدے کئے تھے اُنہیں پورا کیا جائے اگر میں وہ وعدے یاد دلاتا ہوں تو یہ کہاں کی بغاوت ہے۔ ہندستان کے چوٹی کے تمام لیڈر تو متعدد بار اس کا اعادہ کر چکے ہیں چنانچہ ۴۷ء میں مہاتما گاندھی نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا۔

گاندھی جی کی رائے:۔ "ریاستوں کے نواب اور مہاراجے برطانوی سامراج کی پیداوار تھے اب جب کہ برطانوی سامراج نے ہندستان خالی کر دیا ہے تو ریاستوں کے عوام آپ اپنی تقدیر کے مالک ہیں۔ اس لئے کشمیریوں کو بغیر کسی بیرونی جبر اور دباؤ کے اس امر کے فیصلہ کا موقعہ ملنا

چاہئے کہ دو ـــــــ ہندوستان اور پاکستان ـ
میں سے کس مملکت کے ساتھ ریاست کا الحاق کرنا
چاہتے ہیں"۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن پہلا مجرم :- "اس لئے ، کرشنا مینن کو چاہئے کہ پہلے گاندھی جی پر بغاوت کے جرم میں مقدمہ چلانے کی سفارش کریں۔ اس ملک کا پہلا مجرم لارڈ ماونٹ بیٹن ہے جس نے ہندوستان کا گورنر جنرل ہونے کی حیثیت سے ریاست کشمیر کے ساتھ الحاق کے مسودہ پر دستخط کئے تھے۔ جب مہاراجہ ہری سنگھ نے الحاق کی درخواست بھیجی تھی تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا تھا۔

"وہ غیر معمولی اور مخصوص حالات جن کا تذکرہ اور اظہار یور ہائینس نے اپنے خط میں کیا ہے اُسے مدنظر رکھتے ہوئے میری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کا الحاق ہند کے ساتھ حکومت ہند کی طے شدہ پالیسی کے مطابق تسلیم کیا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس ریاست میں الحاق کا معاملہ ایک متنازعہ فیہ امر ہو وہاں الحاق کا فیصلہ عوام کی خواہشات اور مرضی کے مطابق طے کیا جائے"۔

ریڈیو پر پنڈت نہرو کا اعلان :- "اس کے بعد پنڈت نہرو نے ۲؍نومبر ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا ریڈیو سے اعلان کیا۔

"ہم نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر کا معاملہ آخری طور پر وہاں کے عوام طے کریں۔ یہ وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے اور مہاراجہ نے بھی اس وعدہ کی حمایت کی ہے یہ وعدہ نہ صرف کشمیری عوام کے ساتھ ہے بلکہ دُنیا بھر کے ساتھ ہمارا یہی وعدہ ہے۔ ہم نے اس وعدہ

کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔ جونہی امن بحال ہو۔ اقوام متحدہ کے کسی بین الاقوامی تنظیم کی نگرانی میں، ہم کشمیری عوام سے رائے حاصل کرنے کو تیار ہیں۔"

حکومت ہند کی وضاحت:۔ " حکومتِ ہند نے ۱۹۴۸ء میں ایک کتاب شائع کی تھی جس کے صفحہ ۴۵ پر اُس نے لکھا۔

" اس امر میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ الحاق کے سوال کو قطعی طور پر ریاست کے عوام ہی آزادانہ رائے شماری سے طے کرینگے اس مرحلہ پر ریاست کے کسی باشندہ سے کوئی انتقام لیا جائیگا خواہ اس کے سیاسی خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ نیز کشمیر کے کسی باشندہ کو ووٹ دینے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔"

پنڈت نہرو کی پارلیمنٹ میں تقریر:۔ " ۷ راگست ۱۹۵۲ء کو پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا تھا۔

" پارلیمنٹ کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں عرض کروں گا کہ کشمیر کا سوال قطعی طریقہ سے وہاں کے مردوں اور عورتوں ہی کو طے کرنا ہے نہ کہ یہ پارلیمنٹ یا اقوام متحدہ اُسے طے کریں گے۔ سب سے پہلے مجھے صاف لفظوں میں یہ کہنے کی اجازت دیجیئے کہ ہم اس اصول کو تسلیم کر چکے ہیں کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ آخری طور پر وہی ہو گا جو وہاں کے عوام اپنی مرضی سے طے کریں گے اس میں کسی قسم کا جبر نہیں ہوگا اور اس پارلیمنٹ کی مرضی اور خوشنودی کو اس مسئلے کے طے کرنے میں کوئی اہمیت نہ ہوگی اس کی وجہ یہ نہیں کہ پارلیمنٹ کشمیر کے سوال کو طے کرنے کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ یہ ہے کہ جن اصحاب کی حفاظت کے لئے یہ پارلیمنٹ قائم ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ پارلیمنٹ کشمیر کے عوام

پر اپنی رائے نہ ٹھونسے جیسے کہ پارلیمنٹ کو علم ہے کہ کشمیر کا سوال ہمارے لئے کسی علاقہ پر قابض ہونے کا نہیں۔

"ہمارے دل اور دماغ کو کشمیر سے بے حد لگاؤ ہے اور اگر کسی فیصلے یا بدقسمتی سے کشمیر ہندستان کا حصہ نہ رہا تو یہ ہمارے لئے بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہوگی بہر کیف اگر کشمیر کے باشندے ہمارے ساتھ نہ بھی رہنا چاہیں تو وہ خوشی سے الگ رہ سکتے ہیں ہم انہیں ان کی مرضی کے خلاف روک کر نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہے ہماری پالیسی جس پر ہندستان کاربند ہے۔

"الحاق قانوناً و عملاً مکمل ہے مگر جو حقیقت ابھی باقی ہے اور جس کا قانون سے کوئی تعلق نہیں وہ کشمیری عوام کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے اور وہ وعدہ یہ ہے کہ کشمیری عوام اپنی مرضی کے مطابق یا اُسے پختہ کریں گے یا منسوخ کریں گے۔ ہمارے لئے یہ زیبا نہیں ہوگا کشمیری عوام کو ان کی مرضی کے خلاف اور مسلح طاقت سے اپنی طرف کھینچیں۔"

بخشی غلام محمد کا بیان:- یہ اس تقریر کا اقتباس ہے جو پنڈت نہرو نے ۱۹۵۲ء میں پارلیمنٹ میں کی تھی۔ ہند اور پاکستان کے وزراء اعظم کے مشترکہ بیان کے بعد بخشی غلام محمد نے بھی ایک بیان دیتے ہوئے کہا تھا

"ہند اور پاکستان کے وزراء اعظم نے ریاست کے مستقبل کے بارے میں ریاستی عوام کے حق خود ارادیت کے اصول کی حمایت میں جو بیان دیا ہے میں اس کا خوش آمدید کرتا ہوں۔ حکومت ہند نے اس اعلان کی تکمیل ہمارے مشورے سے کی ہے اور اسے ہماری مکمل تائید اور غیر مشروط حمایت حاصل ہے۔"

"مگر آج بخشی غلام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے کشمیر

ہندستان کا انگ ہے۔ بہرکیف بخشی غلام محمد کے بارے میں کیا کہا جائے سکی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں اور وہ دوسروں کے اشاروں پر چل رہا ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہمدردی ہے اس لئے کہ وہ بیس پچیس سال میرا ساتھی رہا اور میری اس کے حق یہی دعا ہے کہ خدا اُسے صحیح راستہ دکھائے۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہندُستان میں گاندھی جی نے جو وعدے کئے ہیں پہلے ان کو پورا کیا جائے تاکہ ہندُستان کا دُنیا کے گوشے گوشے میں بول بالا ہو۔

آخری فیصلہ کے لئے اپیل:۔ "رائے شماری ریاست کشمیر کے عوام کا ایک ایسا حق ہے جسے بہانہ سازیوں اور تہمت تراشیوں یا طاقت کے بل بُوتے پر ٹالا نہیں جا سکتا۔ دس سال سے یہ مسئلہ کھٹائی میں پڑا ہوا ہے اس سے کیا فائدہ ہوا اس کے برعکس ہندُستان اور پاکستان دونوں کے استحکام اور ترقی کو نقصان پہونچا اگر اس میں اور بھی دس سال لگ گئے تو کشمیری عوام تباہ اور برباد ہو جائیں گے اس لئے سب لوگوں سے میری اپیل ہے کہ وہ کشمیر کے قضیہ کو قطعی طور پر طے کرنے کا موقعہ ریاستی عوام کو دیں۔ عوام ہی سب سے بڑی عدالت ہیں اور عوام ہی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہو سکتا ہے۔

چھٹا باب

۱۔ پریس نام وضاحتی بیان۔

تین بنیادی باتیں ـــــ غلط اتہامات ـــــ پھر وہی پرانا الزام ـــــ حقیقی سیکیولرزم ـــــ وعدہ خلافی کا الزام ـــــ ـــــ پنڈت جی کے وعدے ـــــ دفعہ ۳۷۰ بطور گواہ ـــــ کشمیر اسمبلی کے اختیارات ـــــ سلامتی کونسل کی تجویز ـــــ اسمبلی کا فیصلہ یکطرفہ کارروائی ہے ـــــ تحریک کا مقصد ـــــ کشمیر چھوڑ دو تحریک اور پنڈت جی ـــــ مشترکہ اعلان ـــــ اقتباسات ـــــ ضمیمہ

پریس کے نام وضاحتی بیان۔

(جو ۱۷ فروری ۱۹۵۸ء کو سری نگر اور دہلی سے بیک وقت جاری کیا گیا)

شیخ محمد عبداللہ نے پریس کے نام جو بیان جاری کیا اس کا مقصد حقائق کو خاص وعام کے سامنے لانا ہے اس سلسلہ میں انہوں نے حکومت ہند کے وعدوں کو بھی دُہرایا ہے جو مختلف اوقات پر کئے گئے تھے اور ان الزامات کا ازالہ اور سازشوں کو بے نقاب کیا ہے جو اُن پر لگائے گئے تھے۔

تین بنیادی باتیں:۔ جب سے میں ساڑھے چار سال کی نظربندی کے بعد رہا ہو کر آیا ہوں میں نے ریاست کے سیاسی مستقبل پر اثرانداز ہونے والے مختلف اور متعدد امور کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور میرا اندازہ ہے کہ میں نے حسب ذیل نکات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

(الف) یہ کہ جب تک ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کو طے کرنے کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں ہو پاتا تب تک ریاست کے عوام کو پیش آمدہ سیاسی غیر یقینیت، اقتصادی بدحالی، ذہنی کوفت اور دوسرے مصائب سے نجات حاصل ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

(ب) یہ کہ ہندوستان اور پاکستان کے موجودہ کشیدہ تعلقات نہ صرف ایشیا کے استحکام کے لئے بھاری خطرہ کا سرچشمہ ہیں، بلکہ ریاست جموں وکشمیر کی تباہی کا موجب بھی ہیں۔ اور ان کشیدہ تعلقات کا سب سے بڑا سبب کشمیر کا جھگڑا ہے۔

(ج) اور یہ کہ ریاست جموں وکشمیر کے آئندہ تعلقات کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے کا حق اس ریاست کے عوام کو ہی

حاصل ہے اور فیصلہ لینے کی واحد صورت یہ ہے کہ ریاست کے عوام کو اپنا حق خود ارادیت غیر جانبدارانہ بین الاقوامی نگرانی میں ایسے مسلمہ جمہوری طریقہ سے استعمال کرنے کا موقعہ دیا جائے جس پر متعلقہ فریق اتفاق کر چکے ہیں۔ یا کسی اور ایسے طریقے سے جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔

اتہامات:۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غرضمند لوگوں نے میرے مندرجہ صدر موقف پر دھول ڈالنے اور اس کو عوام کی نظروں سے پوشیدہ کرنے کے لئے ۱۹۵۳ء سے مسلسل غلط بیانیوں کا ایک طوفان چلا رکھا ہے اور میری باتوں کو توڑ مروڑ کر مسخ کرنے اور غلط رنگ میں پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر ہمیشہ غیر فیصلہ کن حالات میں لٹکتا رہے تاکہ یہ اس کو اپنی اغراض برآری کے لئے آلہ کار بنا سکیں۔ حالانکہ مادر وطن کی ترقی اور بین الاقوامی امن و امان کا سخت تقاضا ہے کہ کشمیر کا سوال ہر ممکن تعجیل کے ساتھ طے پا جائے۔

ان لوگوں نے جو تنازعہ کشمیر کے ایسے آخری حل کے مخالف ہیں جو سب کے لئے تسلی بخش ہو، آج سے پانچ سال قبل میرے خلاف یہ تہمت تراشی تھی کہ میں نے کسی غیر ملکی طاقت کے ساتھ سازش کی ہے اور میری رہائی کے بعد ان ہی لوگوں نے مجھے فرقہ پرست ثابت کرنے کے لئے ایک تازہ مہم کا آغاز کیا ہے۔ یہ نیا الزام تراشنے سے کیا غرض ہے اس کو سمجھنا مشکل نہیں چونکہ غیر ملکی سازش کا الزام پانچ سال کی طویل مدت کے دوران ثابت نہ کیا جا سکا۔ اس لئے اب فرقہ پرستی کا الزام گھڑا ہے تاکہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کی رائے عامہ کو میرے بارے میں تازہ دھوکا دیا جا سکے اور میری مظلومیت کے ساتھ عوام کو جو قدرتی ہمدردی ہو سکتی ہے اس پر مخالفانہ اثر ڈالا جائے۔

فرقہ پرستی کے الزام کا دوسرا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجھے تہمت تراشیوں کے ذریعہ ڈرا دھمکا کر خاموش رہنے پر مجبور کرنے کی لاحاصل

کوشش کر رہے ہیں، میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ پریس، طاقت، اقتدار، روپیہ اور دوسرے ذرائع کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں۔ جن کی امداد سے یہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے پر قادر ہیں اور دوسری طرف میں ہوں جسے ان تمام سہولتوں سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود میرا یہ ایمان ہے کہ ریاست کشمیر کے بارے میں برسوں سے لٹکے ہوئے جھگڑے کو ختم کرنے کی جو کوشش میں کر رہا ہوں، اس کا فرقہ پرستی کے ساتھ دُور کا بھی واسطہ نہیں حقیقتاً کشمیر کا تنازعہ ختم کرنے کی کوشش ان سب لوگوں کی عظیم الشان خدمت ہے، جو پچھلے دس سال کے دوران اس جھگڑے کے جاری رکھنے کی وجہ سے گوناگوں مصیبتوں کا شکار ہوتے چلے آ رہے ہیں اس امر واقع سے کون انکار کر سکتا ہے کہ کشمیر کے جھگڑے کو طے کرنے میں اب تک جو ناکامی ہوئی ہے۔ وہ صرف جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی مصیبتوں کا ہی موجب نہیں بلکہ ریاست کی تمام آبادی کے لئے پریشانی اور غیر یقینیت کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ اس تنازعہ کا حل صرف ایشیا بھر کے امن اور تحفظ کی مضبوطی کو ہی مدد نہیں پہونچائے گا بلکہ ان تمام رستے ہوئے زخموں کو مرہم لگانے کا موجب بنے گا۔ جو ہندوستان اور پاکستان کے اہم مفادات کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں اس لئے کوئی بھی باشعور انسان آسانی سے اس امر کا اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ کشمیر کا جھگڑا طے کرنے کی کوشش کو فرقہ پرستی کے ہم پلّہ قرار دینا کسی بھی صورت میں قرین انصاف نہیں۔ میرا یہ پختہ یقین ہے کہ سیکیولرزم جمہوریت کی جان ہے لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کشمیر کے تنازعہ کا آخری حل تلاش کرنے کا مطالبہ اور الحاق کے سوال کو ریاست جموں و کشمیر کے عوام کی مرضی سے حل کرنے کی کوشش کرنا سیکیولرزم کے اصولوں کے کیوں کر منافی ہو سکتا ہے؟

پھر وہی پرانا الزام:— فرقہ پرستی کی تہمتوں کا ہدف بننے کا یہ پہلا موقع نہیں، پچھلے ۲۷ برسوں میں شمالی ہندوستان کے ایک حصّہ نے بار بار فرقہ پرستی کے الزامات مجھ پر لگائے اور ہر بار واقعات نے ثابت کیا کہ یہ الزامات غلط اور بے بنیاد تھے۔ ہماری ریاست کی تحریک آزادی میں ایسے کئی واقعات

گذر چکے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں ان اخبارات نے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ میں سلطان کشمیر بننے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اور سری نگر کی کسی مسجد میں گڑھا گڑھا یا تاج رکھا ہوا ہے جو وقت آنے پر میرے سر پر سجا دیا جائے گا۔ مگر آخر کار سچائی کو فتح ہوئی اور ریاست کے طول و عرض میں قوم پرستی کی تحریک اس طرح پھیل گئی کہ تمام گھناؤنے الزامات کافور ہو گئے۔ کئی برسوں کے بعد جب ریاست میں "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے نام سے جدوجہد جاری تھی تو از سر نو اس پریس نے فرقہ پرستی کے وہی پرانے الزامات دہرائے لیکن سنہ ۱۹۴۷ء میں ایک دم قوم پرستی اور فرقہ پرستی میں امتیاز کا ایک امتحان آیا جس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ تمام تہمتیں جھوٹی ثابت ہوئیں بلکہ دنیا کو اس حقیقت سے باخبر ہونے کا موقعہ ملا کہ کشمیر کے مسلمانوں نے اپنے غیر مسلم بھائیوں کی عزت، جان اور مال کی حفاظت کے لئے جو کارنامے کر دکھائے وہ ہندو پاکستان کے سارے برصغیر میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ آج سنہ ۱۹۵۸ء میں وہی تفرقہ پسند عناصر فرقہ پرستی کے الزامات تراشنے کا پرانا اسلحہ و سامان لے کر پھر اپنے مورچوں پر آ گئے ہیں اور حیران کن بات یہ ہے کہ آج ان کے ساتھ مل کر مجھ پر فرقہ پرستی کے الزامات عائد کرنے میں کچھ ایسے لوگ بھی پیش پیش ہیں جن کے ہاتھ سنہ ۱۹۴۷ء میں اپنے ہمسائیوں کے معصوم خون سے رنگے ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے مہاتما گاندھی کے وحشیانہ قتل کو ایک تقریب قرار دیکر خوشیاں منائی تھیں اور مٹھائیاں تقسیم کی تھیں۔ خیر کچھ بھی ہو مجھے پورا یقین ہے کہ تہمتوں اور الزاموں کی یہ نئی مہم بھی آخر کار ناکام رہیگی۔ اور اقلیت سے تعلق رکھنے والے میرے ہموطن مجھے ہمیشہ کی طرح اپنا بہترین دوست، خیر خواہ اور اپنے واجب حقوق کا نگہبان پائیں گے۔ میرے آئندہ کے طرز عمل کو جانچنے کے لئے میرا ماضی ہی ایک کافی ثبوت متصور ہونا چاہیئے۔ اس لئے مخالفین کے گندے الزامات کی تردید کرنے میں مجھے اپنا وقت اور اپنے ہموطن بھائیوں کا وقت ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حقیقی سیکیولرزم:- جب جھوٹے پروپاگنڈے کے ذریعہ اڑایا ہوا گرد و غبار بیٹھ جائے گا۔ اور مطلع صاف ہو جائے گا تو میرے ہموطن مجھے اپنے

ماضی کے تجربوں اور ان واقعات کی روشنی میں صحیح شکل وصورت میں دیکھ سکیں گے جو ہماری تاریخ کا ایک جزو بن چکے ہیں اور غرضمند لوگوں کے شرارت آمیز پراپاگنڈے کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ حقیقی سیکیولرزم اکثریت اور اقلیت دونوں قسم کے فرقوں کے واجب حقوق کے تحفظ کا نام ہے۔ یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ ریاست کے فرقہ اکثریت نے اقلیتوں کے جائز حقوق کی حفاظت کو کبھی فرقہ پرستی تصور نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ اس ریاست کی اقلیتیں بھی اکثریت کے جائز حقوق کے تحفظ کو فرقہ پرستی قرار دینے سے مجتنب رہیں گی۔

وعدہ خلافی کا الزام :۔ مجھ پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ میں نے ہندوستان کے ساتھ ریاست کے الحاق کی حمایت کی تھی اور اب میں اس وعدہ سے پھر گیا ہوں: میں ان الزاموں کی تردید زوردار الفاظ میں کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ وعدوں کو توڑنے کی ذمہ داری میرے بدلے کسی اور پر عائد ہوتی ہے۔ وعدہ کسی یکطرفہ کارروائی کا نام نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اول الذکر نے حکومت کشمیر کی مسلسل کوششوں کے باوجود اپنی ذمہ داریوں کا حصہ تکمیل کو نہ پہونچایا۔ اب جب کہ وعدہ شکنی کے الزامات مجھ پر عائد کئے جا رہے ہیں مجھے بھی یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ قبائلی حملے کے وقت سے لے کر ۱۹۵۳ء میں میری گرفتار تک حکومتِ ہند کی طرف سے کئے ہوئے وعدوں اور یقین دہانیوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

پنڈت جی کے وعدے :۔ اس امر واقعہ کے بارے میں بہت شور مچایا جاتا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں لال چوک میں منعقدہ جلسہ عام کے دوران میں نے پنڈت جی سے وعدہ کیا۔ لیکن اس سے چند سنٹ قبل اس موضوع پر پنڈت جی نے جو کچھ فرمایا تھا اس کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ پنڈت جی نے اس موضوع پر حکومت ہند کی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :۔

> "یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت کشمیر میں جو جدوجہد درپیش ہے وہ کشمیر کے عوام کے ہر دل عزیز رہنما

کی سرکردگی میں ریاست کے عوام کی خود اپنی جدوجہد ہے جو حملہ آور کے مقابلہ میں جاری ہے۔ ہم اس نازک گھڑی میں صرف آپ کی مدد کرنے یہاں آئے ہیں۔ ہماری فوجیں یہاں پر محض آپ کے وطن کو حملہ آور سے بچانے کی غرض سے آئی ہیں۔ اور جونہی کشمیر حملہ آور سے آزاد ہو جائے گا، ہماری فوجوں کو یہاں مزید ٹھہرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہے گی اور آپ لوگ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق اپنا مستقبل طے کرنے میں آزاد ہوں گے۔"

لال چوک والے جلسے سے چند دن پہلے پنڈت جواہر لال نہرو نے بحیثیت وزیر اعظم ۲ر نومبر ۴۷ء کو نئی دہلی ریڈیو اسٹیشن سے کشمیر کے سوال پر حکومتِ ہند کی پالیسی کا اعلان کیا اور ایک بیان نشر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

"ہم اس بات کے لئے بے تاب ہیں کہ بحران کی حالت میں کوئی آخری فیصلہ نہ لیا جائے اور کشمیر کے عوام کو یہ معاملہ طے کرنے کا مکمل موقعہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنے کا حقیقی اور آخری حق ان کو حاصل ہے۔ میں کھلے بندوں اس حقیقت کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی کسی ریاست کا ہند یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا معاملہ متنازع فیہ ہو وہاں ہماری طے شدہ پالیسی یہی ہے کہ الحاق کا فیصلہ ریاست کے عوام ہی طے کر سکتے ہیں۔ اسی اصول کے مطابق ہم نے کشمیر کی دستاویز الحاق میں عوام سے فیصلہ لینے کی شرط کا اضافہ کیا ہے۔"

دفعہ ۳۷۰ بطور گواہ:- ہندوستان کے آئین کی دفعہ ۳۷۰ گواہ ہے کہ جب یہ آئین بنایا گیا تو ریاست جموں و کشمیر کو بجز امور دفاع، امور خارجہ اور رسل و رسائل کے باقی تمام امور میں ایک خود مختار ریاست کا درجہ دیا گیا تھا اور یہ

ایک ناقابل انکار وعدہ تھا۔ کیا مجھے یہ سوال کرنے کی اجازت ہے کہ آج یہ تمام وعدے اور یقین دہانیاں کس حال میں ہیں اور ان کی خلاف ورزیوں کی ذمہ داری کس پر ہے؟
وزارت عظمیٰ سے میری غیر قانونی اور غیر آئینی برطرفی اور بغیر مقدمہ چلائے میری طویل نظر بندی بجائے خود اس امر کی واضح مثالیں ہیں کہ معاہدات اور یقین دہانیوں کا احترام کس شکل میں بجا لایا گیا ہے۔

کشمیر اسمبلی کے اختیارات:۔ "جو لوگ مجھے بدنام کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں ان کی طرف سے مجھے اس بات پر بھی ہدف ملامت بنایا جا رہا ہے کہ میں ریاست کے الحاق کی نسبت کشمیر اسمبلی کے فیصلوں کو کیوں آخری اور حتمی تسلیم نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں اس واقعہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ خود حکومت ہند نے الحاق کے بارے میں کانسٹی چیونٹ اسمبلی کی تجویزوں کو آخری فیصلہ کا درجہ نہیں دیا۔ سیکورٹی کونسل میں ۱۲ مارچ ۱۹۵۱ء کو آنجہانی سربی این راؤ رہنمائے ہندوستانی وفد نے حکومت ہند کی طرف سے اعلان کیا کہ

"میری حکومت کا نقطۂ نگاہ یہ ہے الحاق کے سوال پر کانسٹی چیونٹ اسمبلی چاہے تو اظہار رائے کر سکتی ہے۔ لیکن اس سوال پر وہ کوئی فیصلہ صادر نہیں کر سکتی۔"

۲۹ مارچ ۱۹۵۱ء کو دوبارہ سر راؤ نے کونسل کے سامنے اعلان کیا کہ

> "کانسٹی چیونٹ اسمبلی کو اظہار رائے کرنے سے باز رکھنا کسی کے بس کی بات تو نہیں وہ چاہے تو اپنی رائے اس سوال پر ظاہر کر سکتی ہے لیکن حکومت ہند اسمبلی کی ظاہر کردہ کسی رائے کی پابند نہ ہوگی اور نہ ہی اس قسم کا اظہار رائے سیکورٹی کونسل کی حیثیت اور اختیارات کے راستہ میں حائل ہو سکے گا۔"

سلامتی کونسل کی تجویز:۔ ان اعلانات کے نتیجہ میں سیکورٹی کونسل نے ۳۰ مارچ ۱۹۵۱ء کو حسب ذیل ریزولیشن پاس کیا۔

"اس امر کے پیش نظر کہ حکومتِ ہند اور حکومت پاکستان

نے یونائیٹڈ نیشن کے کمیشن برائے ہندو پاکستان کی تجاویز مورخہ ۱۳ر اگست ۴۸ء اور مورخہ ۵ر جنوری ۴۹ء کو قبول کرلیا ہے اور دونوں نے اپنی اس خواہش کو ازسر نو دُہرایا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کا مستقبل زیر نگرانی اقوام متحدہ ایک آزاد اور غیر جانبدار رائے شماری کے جمہوری طریقۂ کار کے ذریعہ طے کیا جائے گا۔

"اس امر کے پیش نظر کہ ۲۷ر اکتوبر ۵۰ء کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل نے ایک ریزولیشن پاس کر کے ریاست جموں و کشمیر کی آئندہ شکل و صورت اور تعلقات کا معاملہ طے کرنے کے لئے ایک کانسٹی چیونٹ اسمبلی بلانے کی سفارش کی ہے۔

"مزید اس امر کے پیش نظر کہ با اختیار افراد کے بیانات اور اسمبلی بلانے کے لئے تجویز کردہ اقدامات کی تفصیلات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ اسمبلی ریاست جموں و کشمیر کے تمام علاقوں کی طرف سے نہیں بلائی جائے گی۔ بلکہ صرف ایک حصّہ (کشمیر مقبوضہ ہند) سے ہی بلائی جائے گی۔

"یہ کونسل متعلقہ حکومتوں اور متعلقہ با اختیار جماعتوں کو سیکورٹی کونسل کی تجاویز ۲۱ر اپریل ۴۸ء ۳ر جون ۴۸ء ۱۴ر مارچ ۵۰ء اور اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندو پاکستان کی تجاویز ۱۳ر اگست ۴۸ء اور ۵ر جنوری ۴۹ء کے خلاصہ کی طرف توجہ دلاتی ہے جن کی رُو سے ریاست جموں و کشمیر کا آخری فیصلہ وہی تصور ہوگا جو اقوامِ متحدہ کی نگرانی میں جمہوری طریقوں سے آزاد اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعہ صادر کیا جائے گا۔

"کونسل اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے مستقبل کی شکل و صورت اور الحاق کے بارے میں آل جموں و کشمیر

نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل کی سفارش کے مطابق طلب کردہ کانسٹی چیونٹ اسمبلی کا کوئی اقدام مندرجہ اصول (حق خود ارادیت) اصول رائے شماری کے مطابق ریاست کے آخری فیصلہ کی حیثیت نہیں رکھے گا۔ چاہے وہ اقدام ساری ریاست کے نسبت ہو یا اس کے کسی حصّے کی نسبت۔"

اسمبلی کا فیصلہ یکطرفہ کارروائی ہے:۔ غالباً ۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے کہ لوک سبھا میں کانسٹی چیونٹ اسمبلی کی تجویز الحاق کے بارے میں اٹھائے ہوئے سوال کا جواب دیتے ہوئے پنڈت جی نے فرمایا تھا۔

"اسمبلی کی طرف سے اس قسم کی تجویز یکطرفہ کارروائی ہے اور وہ تنازعہ کشمیر کے بین الاقوامی سوال کو طے کرنے کی مجاز نہیں۔"

الحاق کا فیصلہ کانسٹی چیونٹ اسمبلی کے اختیارات کی وسعت سے خارج ہونے کے بارے میں ان صریح وجوہات کو نظر میں رکھنے کے علاوہ یہ فیصلہ ان تاریخی واقعات سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا جو اسمبلی کے قیام سے اس کے اختتام تک رونما ہوتا رہا ہے۔ یہ بات ناکافی ہے کہ اسمبلی نے کیا فیصلہ کیا۔ اصل قابل غور بات یہ ہے کہ اسمبلی نے کن حالات میں اور کن طریقوں سے اپنا فیصلہ صادر کیا۔ اسمبلی کے قیام سے اس کی کارروائیوں کے اختتام اور الحاق کا فیصلہ صادر کرنے کے مابین پانچ سال سے زائد مدت کا عرصہ حائل ہے جس کانسٹی چیونٹ اسمبلی کو ۱۹۵۱ء میں "سیز فائر لائن" کے اس طرف ریاستی باشندوں کو عوامی اعتماد حاصل تھا۔ وہ ۹ راگست ۱۹۵۳ء اور اس کے بعد پیش آمدہ واقعات کے نتیجہ میں اس اعتماد سے یکسر محروم ہوگئی اسمبلی کی صفِ اول کے ممبر ایک ایک کر کے جیلوں میں بند کر دیئے گئے اور انہیں ایوان کی کارروائیوں میں حصّہ لینے سے بزور طاقت روک دیا گیا۔ جو ممبر جیل سے باہر تھے ان کو ناقابلِ برداشت دھمکیوں، تشدد اور لالچوں کے ذریعہ طاقت

کے سامنے جھک جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ ان سب باتوں کے نتیجہ میں اسمبلی کے ممبروں کو عوام کے ساتھ ادنیٰ سا تعلق بھی باقی نہ رہا۔ نہ جانے اس حقیقت کو کیوں فراموش کیا جاتا ہے کہ آئین کی تکمیل سے پہلے ہی ایوان کا لیڈر ایک گہری سازش کے تحت گرفتار کر لیا گیا اور جب اس غیر آئینی اور غیر قانونی اقدام کے خلاف ملک کے عوام نے صدائے احتجاج بلند کی تو دہشت اور تباہ خیزی کے پہاڑ توڑے گئے اور سینکڑوں مرد عورت اور بچے بیدردی کے ساتھ قتل کئے گئے اور ظلم و تشدد کا یہ سلسلہ مہینوں تک جاری رکھا گیا اور اس کے بعد اسمبلی کے ممبروں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے چار سال تک پے در پے کوشش کی گئی پھر بھی جو ممبر اپنے اصول پر ڈٹے رہے انہیں جیل ہی میں رکھ کر آئین پاس کر دینے کا اعلان کر دیا گیا۔

باوجود مبتلائے نظر بندی ہونے کے میں نے قومی مفاد کے پیش نظر افراد متعلقہ کو بارہا متنبہ کیا کہ وہ کانسٹی چیونٹ اسمبلی کو نیشنل کانفرنس کے اندرونی اختلاف اور گروہ بندیوں کے لئے استعمال کرنے کی خطرناک حرکات سے باز رہیں۔ ۳۰ ستمبر ۵۳ء کو میں نے صدر اسمبلی سے بذریعہ تار یہ درخواست کی کہ جب حکومت کا تختہ الٹنے والی پارٹی کے حق میں اعتماد کی تجویز زیر بحث آئے گی تو مجھے بھی موقعہ دیا جائے کہ میں اسمبلی کے سامنے اپنا نقطۂ نظر رکھوں اس کے بعد جب نام نہاد آئین کو آخری شکل دی جانے کو تھی تو بتاریخ ۱۶ ستمبر ۵۶ء کو میں نے صدر اسمبلی کو ایک مفصل خط لکھ کر بتایا کہ

"۹ اگست ۵۳ء کے وحشیانہ اقدامات اور اس کے بعد اسمبلی کے اندر اور باہر کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے موجودہ حکومت اور اسمبلی اپنے رائے دہندگان کے اعتماد سے محروم ہو چکی ہے اور اب یہ سیاسی اور اقتصادی خواہشات کی نمائندگی کرنے کی اہل نہیں رہی۔

اگر اس قسم کی اسمبلی ریاست کے لوگوں اور اُن کی آئندہ نسلوں کے لئے دستور سازی کرے تو یہ اُن کے جذبات اور تمناؤں کی سب سے بڑی تذلیل ہو گی۔

اس لئے میں اس بات کو اپنا فرض سمجھ کر آپ کو اس اقدام سے منع کرتا ہوں جو آپ آئین سازی کے نام سے کرنا چاہتے ہیں۔"

اس کے بعد ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو میرے رفیق مرزا محمد افضل بیگ نے آئین ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے حسب ذیل انتباہ دیا کہ

"یہ ہاؤس الحاق کے سوال کو آخری شکل دینے کی اہلیت نہیں رکھتا اور عوام کا اعتماد کھو بیٹھنے کی وجہ سے ریاست کا آئین مرتب کرنے کی قابلیت سے محروم ہو چکا ہے۔ اس لئے میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے اس بارے میں یہاں تحریری محضر نامہ پیش کر کے ان کارروائیوں سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں۔"

صدر اسمبلی نے ان تمام کوششوں کو سرسری طور پر مسترد کر دیا۔ اور مسٹر بیگ اور ان کے ساتھی دوسرے ممبروں کو اسمبلی کا بائیکاٹ کرنے کے سوائے کوئی چارہ باقی نہ رہا اس پاداش میں انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔

ان واقعات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ۹ر اگست ۱۹۵۳ء کے بعد کانسٹی چیونٹ اسمبلی نے آئین کے نام سے جو کچھ کیا اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی جس آئین کا تاریخی پس منظر یہ ہو اس کے بارے میں اس کے مُصنّف اپنا دل خوش کرنے کو چاہے جو کچھ بھی کہیں۔ لیکن ملک سے یہ ایک بیجا توقع ہے۔ اس کے باوجود بھی جو لوگ اصرار کرتے ہیں کہ ۹ر اگست ۱۹۵۳ء کے بعد کانسٹی چیونٹ اسمبلی نے جو اقدامات کئے اُنہیں عوام کی تائید و حمایت حاصل ہے تو انہیں رائے شماری کے انعقاد سے ڈرنا نہیں چاہیئے، بلکہ اُس کو خوش آمدید کہنا چاہیئے۔ امور بالا کو پیش نظر رکھنے کے بعد میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اگر میں اسمبلی کے فیصلوں کو تسلیم کرنے سے انکار کروں تو میرے اس انکار کو بغاوت قرار دینے میں کون سی معقولیت ہو سکتی ہے۔؟

تحریک کا مقصد:۔ ریاستی عوام کے لئے حق خود ارادیت

حاصل کرنا ریاست کی سیاسی تحریک کا ہمیشہ اہم ترین مقصد رہا ہے۔ رائے شماری کے ذریعہ عوامی مرضی کا اظہار ایک ایسا فارمولا ہے جس پر تمام پارٹیاں زیادہ زیادہ اتفاق رائے کا اظہار کر چکی ہیں اور رائے شماری کی تفصیلات کے بارے میں اختلافات کے باوجود رائے شماری اب تک بھی ایک مقصد مشترک کی حیثیت سے تسلیم کی گئی ہے سیکورٹی کونسل نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مناسب اور آزاد ماحول میں کونسل کی نگرانی کے تحت رائے شماری کرانا کشمیر کے مسئلے کا ایک منصفانہ حل ہے جو اقوام متحدہ کے چارٹر کے عین مطابق ہے۔ اور یہ رائے شماری کا اقرار ایک ایسا اقرار ہے جس کو متعلقہ پارٹیوں نے بارہا از سر نو دہرایا اور تصدیق کی۔

کشمیر کے عوام رائے شماری کے فارمولے کو اپنی ہمیشہ سے پالی پوسی ہوئی تمناؤں کا ترجمان تصور کرتے ہیں اور اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء سے الحاق کا جو سوال پیچیدہ ہو گیا ہے اس کا پائیدار حل صرف رائے شماری کا انعقاد ہے۔ ریاست کے عوام کا سیاسی نظریہ پچھلے ۲۷ سال کی جدوجہد کی پیداوار ہے۔ اس جدوجہد میں عوام نے "سرداری عوام کا حق ہے" کے نعرے کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور ایسا کرنا قدرتی تھا کیونکہ ایک ایسی ریاست جو قیمتاً فروخت کی گئی تھی اور اس میں بسنے والے لوگ پوری ایک صدی تک غلاموں سے بھی زیادہ پست زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیے گئے تھے ان کو اپنی سیاسی تحریک میں عوامی حق خود ارادیت اور جمہوری نظام کو نصب العین بنا لینا ایک فطری امر تھا۔

ہندوستان کی نیشنل کانگریس نے ہمارے مطالبۂ آزادی اور حق خود ارادیت کی تائید میں ابتدا سے ہی اپنی آواز بلند رکھی۔ یہ اصول حق خود ارادیت ہی تھا جس کی تائید میں کشمیر کی جدوجہد آزادی کے دوران کانگریسی رہنماؤں نے عموماً اور بالخصوص پنڈت جواہر لال نہرو نے تعاون اور امداد کا ہاتھ بڑھایا۔ بے محل نہ ہو گا اگر میں آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ سوپور ۱۹۴۵ء کی کارروائیوں اور پاس شدہ تجاویز کا حوالہ دوں۔ کانفرنس کے

اس اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خان، خان عبدالصمد خان اور دوسرے چوٹی کے کانگریسی رہنماؤں نے حصہ لیا تھا۔ اس اجلاس میں حق خودارادیت کا عوامی مطالبہ تمام کارروائیوں اور تجاویز کا مرکزی محور تھا۔

کشمیر چھوڑ دو تحریک اور پنڈت جی:۔ کانگریسی رہنماؤں نے ہمارے مطالبہ حق خودارادیت کی حمایت پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ جب سنہ ۴۶ء میں حق خودارادیت کے حصول کے لئے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک جاری کی گئی۔ اور میرے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا، تو پنڈت جواہر لال نہرو نے کشمیری عوام کی جدوجہد کو اپنی تائید اور حمایت کا شرف بخشنے کے لئے نہ صرف اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا بلکہ مسٹر آصف علی مرحوم اور دوسرے کانگریسی قانون دانوں کی معیت میں بذات خود میرے وکیل کی حیثیت سے عدالت کے سامنے پیش ہوئے اور اس کے دوسرے سال جب برصغیر ہند و پاکستان میں تقسیم ہو گیا اور کشمیر پر قبائلی حملہ کا سانحہ پیش آیا تو حکومت ہند نے اپنی افواج کشمیر میں محض حق خودارادیت کو بچانے کے لئے بھیجنے پر اتفاق کیا اور اس کے پہلو بہ پہلو حکومت ہند نے مہاراجہ کی طرف سے پیش کردہ دستاویز الحاق کو بتاریخ ۲۶ر اکتوبر سنہ ۴۷ء اس واضح شرط کے ساتھ قبول کیا کہ الحاق ریاست کے عوام کی تابع مرضی منصور ہوگا۔ عوام کے مطالبہ حق خودارادیت کو تسلیم کرتے ہوئے اور ان کی مرضی اور خواہشات کی قدر و قیمت کا اعتراف کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل نے عارضی الحاق کے قبولیت نامہ کے طور پر مہاراجہ کو ۲۷ر اکتوبر سنہ ۴۷ء کے دن تحریر کیا کہ

> "وہ غیر معمولی اور مخصوص حالات جن کا تذکرہ یور ہائنس نے اپنے خط میں کیا ہے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے میری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریاست کشمیر کا الحاق ہند کے ساتھ حکومت ہند کی اس طے شدہ پالیسی کے مطابق تسلیم کیا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس ریاست میں الحاق کا معاملہ ایک متنازعہ فیہ امر ہو، وہاں الحاق کا فیصلہ ریاست

کے عوام کی خواہشات اور مرضی کے مطابق ہی طے کیا جائے۔
میری حکومت چاہتی ہے کہ جونہی کشمیر میں امن قائم ہو جائے
حالات قانون قاعدہ اور ضبط کے تحت آجائیں اور سرزمین
کشمیر حملہ آوروں سے خالی ہو جائے تو ریاست جموں و کشمیر کے
الحاق کا سوال طے کرنے کا معاملہ عوام کو سونپ دیا جائے۔"

یہی وعدے ہیں جن کو سال بہ سال ہندوستان کی پارلیمنٹ میں اور اس کے باہر اور سیکورٹی کونسل کے سامنے اور کشمیر اور دیگر مقامات پر منعقدہ عام جلسوں میں بارہا دہرایا جاتا رہا ہے۔ اگر کسی شکی طبیعت کے آدمی نے ان وعدوں کو پورا کئے جانے کے بارے میں اپنے شبہات ظاہر کئے تو زوردار الفاظ میں یقین دہانی اور تردید کے ذریعہ اس کو خاموش کرایا گیا۔

اس کے بعد وہ زمانہ آیا جب ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے باہمی سمجھوتہ سے کشمیر کا سوال حل کرنے کی کوشش کی۔ مئی ۱۹۵۳ء میں نیشنل کانفرنس کے ذمہ دار ارکان سے کہا گیا کہ ہم مسئلہ الحاق طے کرنے کے لئے مختلف متبادل تجاویز پر غور کریں۔ کانفرنس کی ایک ہائی لیول کمیٹی ۹ جون ۱۹۵۳ء کو طویل غور کے بعد ذیل کی متبادل صورتوں پر متفق ہوئی اور انہیں ایک فیصلہ کی شکل دیکر پنڈت جی کے پاس بھیجدیا۔

(الف) "ریاست بھر میں رائے شماری کرائی جائے۔ (ان شرائط[1] کے ساتھ جو ۷ جون ۱۹۵۳ء کو اس کمیٹی کے اجلاس میں طے پا چکی تھیں)۔

(ب) سالم ریاست کو آزاد رکھا جائے۔

(ج) سالم ریاست کو آزاد رکھتے ہوئے امور خارجہ اور امور دفاع ہر دو ملکوں —— ہند و پاکستان کی مشترک نگرانی میں رہیں۔

(د) ڈکسن پلان کے مطابق وادی کشمیر اور اس کے ارد گرد کے ایسے علاقے جہاں کشمیری آباد ہیں انکو آزاد رکھا جائے اور باقی

[1] (تفصیل کتاب ہذا باب [illegible])

حصے کچھ تو ہند کے ساتھ کچھ پاکستان کے ساتھ شامل
کر دیئے جائیں۔"

بخشی غلام محمد نے زوردار الفاظ میں یہ رائے دی کہ تجویز کا ضمن
(د) چونکہ واحد قابلِ عمل فائدہ مند اور قابلِ عزت حل ہے جو مسئلہ کشمیر کا ہو سکتا
ہے۔ اس لئے اس متبادل صورت کو باقی صورتوں پر ترجیح دی جائے اور اس کا
نمبر پہلا رکھا جائے، لیکن مولانا مسعودی نے اصرار کیا کہ متبادل تجاویز
کو ترجیح کے لحاظ سے مندرجہ صدر صورت میں ہی قبول کیا جائے۔

بدقسمتی سے حکام با اختیار ان متبادل صورتوں کی قدر و قیمت کا صحیح
اندازہ نہ لگا سکے اور اس طرح معاملہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اسی اثناء میں حالات
نے یہ گھناؤنا پلٹا کھایا اور ۹ راگست ۵۳ء کو حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا
جس کی تفصیلات بیان کرنے کا یہ مقام نہیں۔

مشترکہ اعلان:۔ " یہ تو میری گرفتاری کے بعد ۲۰ راگست
۵۳ء کا واقعہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کے وزراء اعظم
نے دہلی میں کئی دن تک اس بات پر غور و خوض کیا کہ کشمیر کے سوال کو حل کرنے
کی بہترین صورت کیا ہو سکتی ہے اور اس کے بعد دونوں کے دستخطوں سے
ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا جس میں لکھا تھا کہ

" ہر دو وزراء کی پختہ رائے یہ ہے کہ کشمیر کا سوال
ریاست کے عوام کی مرضی اور خواہشات کے مطابق ہی طے
ہونا چاہیئے اور عوام کی خواہشات معلوم کرنے کا بہترین قابل
عمل طریقہ صرف منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری
ہی ہو سکتا ہے۔"

ریاست کے وزیر اعظم کی حیثیت میں بخشی غلام محمد نے ایک اخباری
بیان میں جو کہ میری گرفتاری کے بارہ دن بعد ۲۱ راگست ۵۳ء کو جاری کیا گیا تھا
یہ اعلان کیا۔

"ہندوستان و پاکستان کے وزرائے اعظم نے جو یہ اعلان کیا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کا مستقبل اس ریاست کے عوام حق خود ارادیت کے اصول کے پیش نظر خود طے کریں گے میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ حکومت ہند کی جانب سے اس اعلان کی تکمیل ہمارے مشورہ اور تائید سے کی گئی ہے اور اس کو ہماری غیر مشروط حمایت حاصل ہے۔"

یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ رائے شماری کا انعقاد تنازعہ کا ایک ایسا حل ہے جو صرف کشمیر کی تحریک آزادی کی جدوجہد اور ہندوستان کی تحریک حریت کے عین مطابق ہے بلکہ یہی ایک ایسا حل ہے جس کو تنازعہ سے تعلق رکھنے والی مختلف پارٹیوں نے وقتاً فوقتاً غیر مشروط طور پر تسلیم کیا ہے اور بار بار کھلے الفاظ میں اس کی پابندی کا اعتراف اور اعلان کیا ہے

اقتباسات :-

شمولہ ضمیمہ میں جو اقتباسات اس بیان کے ساتھ ہیں وہ مسئلہ کشمیر کے سوال پر بارہا دہرائے ہوئے اقرار اور اعترافات کا مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ان کو یہاں شامل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کی یاد تازہ ہو جائے اور وہ صحیح اندازہ لگا سکیں ان اقتباسات سے خاص طور پر وہ لوگ فائدہ اٹھائیں گے جن کے دل میں ہندوستان اور پاکستان کے برصغیر میں بسنے والے کروڑوں عوام کی خیر خواہی کا جذبہ موجزن ہے اور جو یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کا یہ سوال حل ہو جائے جس کا طویل مدت سے حل طلب رہنا ان دو ہمسایہ ملکوں کے تعلقات کو بگاڑنے کا موجب ہے۔

ایسے تمام نیک اور باشعور لوگوں سے میری مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کی گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دیں تاکہ اس

سوال کا کوئی ایسا حل نکل آئے جو پچھلے وعدوں اور اعترافات
کے مطابق ہونے کے علاوہ سب کے لئے باعزت اور قابل
قبول ہو۔ اس طرح وہ نہ صرف برصغیر ہند و پاکستان کے
امن تحفظ اور دونوں ملکوں کی ترقی میں معاون ثابت ہوں گے
بلکہ ایشیا کے استحکام کو بھی مدد پہونچا ئیں گے۔ وقت کا تقاضا
یہ نہیں کہ مسئلہ کشمیر کو شک اور خوف کی نگاہ سے دیکھ کر مزید
کھٹائی میں ڈالا جائے۔ صحیح راستہ یہ ہے کہ اس سوال کو حل
کرنے کے لئے کھلے دل سے جرأت مندانہ قدم اٹھایا جائے۔

(دستخط شیخ محمد عبداللہ")

ضمیمہ

(الف) "ریاستوں کے نواب اور مہاراجے برطانوی سامراج کی پیداوار
تھے اور برطانوی سامراج نے ہندستان کو خالی کر دیا ہے۔
ریاستی عوام اپنی تقدیر کے آپ مالک ہیں۔ اس لئے کشمیریوں
کو بغیر کسی اندرونی اور بیرونی جبر اور دباؤ کے اس بات کے
فیصلہ کرنے کا موقعہ ملنا چاہئے کہ وہ دو میں سے کس مملکت
کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں۔"

(مہاتما گاندھی سنہ ۴۷ء)

(ب) "میں نے مکرر سہ کرر یہ اقرار کیا ہے کہ جوں ہی سرزمین کشمیر
سے حملہ آوروں کو باہر ڈھکیل دیا جائے گا یا خود پسپا ہو جائیں
اور امن اور قاعدہ قانون کا دور شروع ہو جائے گا۔ کشمیر کے
عوام رائے شماری یا ریفرنڈم کے ذریعہ اپنا مستقبل طے کریں گے
اور اس رائے شماری کا انعقاد اقوام متحدہ ایسی کسی بین الاقوامی

طاقت کی نگرانی میں عمل میں لایا جائے۔ میں اس اعلان پر سختی سے قائم ہوں۔"

(پنڈت جواہر لال نہرو ۲ ر نومبر ۱۹۴۷ء)

(ج) "کشمیر چاہے تو وہ ہندستان کے ساتھ کئے ہوئے الحاق سے دست بردار ہو جائے یا ہندستان کے ساتھ الحاق کو پکا کرے یا چاہے تو آزاد رہے اور اقوام متحدہ میں بطور ایک ممبر کے شامل ہونے کے حق میں مطالبہ کرے ...... ہم نے تسلیم کیا ہے کہ جوں ہی کشمیر میں معتدل زندگی واپس آجائیگی تو وہاں کے عوام کو حق حاصل ہے کہ وہ ان صورتوں میں کسی صورت کو بھی اپنے حسب منشا اختیار کرنے کا فیصلہ کریں۔"

(سری گوپال سوامی آینگر رہنمائے وفد ہندستان

سیکورٹی کونسل ۱۵ ر جنوری ۱۹۴۸ء)

(د) "ہم نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر کا معاملہ آخری طور پر وہاں کے عوام کو ہی طے کرنا ہے۔ یہ وعدہ ہم نے کیا ہے اور مہاراجہ نے اس وعدے کی حمایت کی ہے۔ یہ وعدہ نہ صرف کشمیر کے ساتھ ہے بلکہ دنیا بھر کے ساتھ ہی وعدہ ہے۔ ہم نہ اس وعدے کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔ جوں ہی امن قاعدہ قانون کا قیام از سر نو عمل میں آتا ہے اقوام متحدہ کی طرح کسی بین الاقوامی تنظیم کی نگرانی میں عوام سے رائے حاصل کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔"

(پنڈت جواہر لال نہرو کی آل انڈیا ریڈیو سے

نشری تقریر مورخہ ۲ ر نومبر ۱۹۴۷ء)

(ہ) "اس امر میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ الحاق کے سوال کو آخری طور پر ریاست کے عوام آزادانہ رائے شماری سے

طے کریں گے اور اس مرحلے پر ریاست کے کسی باشندہ کے ساتھ کوئی منتقمانہ سلوک نہیں کیا جائیگا چاہے اسکے سیاسی خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں اور نہ ہی کسی باشندۂ کشمیر کو ووٹ دینے کے حق سے محروم رکھا جائے گا۔"

(گورنمنٹ آف انڈیا کا وائٹ پیپر آن کشمیر ۱۹۴۸ء صفحہ ۴۵)

(د) "امر متنازعہ کا نچوڑ یہ ہے کہ جس بیع نامہ نے کشمیر کو ڈوگرہ خاندان کا محکوم بنایا تھا۔ اس کو ان معاملات کے ساتھ کوئی نسبت نہیں جن کے تحت ہندستان کی باقی ریاستوں کے حکمران اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں ایسی صورت میں کشمیر کا معاملہ بالکل الگ تھلگ بنیادوں پر قائم ہے اور کشمیر کے عوام کیبنٹ مشن کو اپنے اس مبنی بر انصاف دعویٰ کی طرف توجہ دلانے میں کہ جب برطانوی طاقت ہندستان کو چھوڑ کر پسپا ہو جائے تو سرداری کشمیر کے عوام کا حق تصور کیا جائے۔ ہم کشمیری عوام اس امر کا تہیہ کر چکے ہیں کہ ہم اپنی قسمت کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالیں۔ کیبنٹ مشن کے ممبروں سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دعویٰ کی صداقت اور استحکام کا اعتراف کریں۔"

(میمورنڈم جو کیبنٹ مشن کو شیخ محمد عبداللہ نے بحیثیت صدر جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس اور نائب صدر آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس ۱۹۴۶ء میں پیش کیا۔)

(س) "میرا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ سرداری عوام کا حق ہے اور تمام تعلقات چاہے وہ سیاسی ہوں یا اقتصادی ان کا سرچشمہ عوام کی اجتماعی قوت ہی ہے۔"

(شیخ عبداللہ کے بیان صفائی در مقدمہ کوئٹ کشمیر کا اقتباس)

(ح) "پارلیمنٹ کے تمام احترامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں عرض کرونگا کہ کشمیر کا سوال فیصلہ کن طریقے سے کشمیر کے مردوں اور عورتوں کو اپنے دلوں کے اندر طے کرنا ہے نہ کہ اس پارلیمنٹ میں یا اقوام متحدہ میں" سب سے پہلے مجھے صاف لفظوں میں یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہم اس اصول کو قبول کر چکے ہیں کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ آخری طور پر وہ ہوگا جو وہاں کے عوام اپنی خوشنودی اور رضامندی سے صادر کریں گے۔ اس پارلیمنٹ کی خوشنودی اور رضامندی کو اس معاملے میں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ نہیں کہ پارلیمنٹ کشمیر کے سوال کو طے کرنے کی طاقت نہیں رکھتی لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ جن اصولوں کی حفاظت کے لئے یہ پارلیمنٹ قائم ہے ان کا تقاضا یہی ہے کہ کشمیر کے عوام پر پارلیمنٹ اپنی مرضی کو نہ ٹھونسے جیسا کہ پارلیمنٹ کو علم ہے۔ کشمیر کا سوال ہمارے لئے یقیناً کسی علاقے پر قابض ہو جانے کا سوال نہیں۔ ہمارے دل و دماغ کو کشمیر سے بہت لگاؤ ہے اور اگر کسی فیصلے یا کسی بدقسمتی کے نتیجے میں کشمیر ہندستان کا حصّہ نہ رہے تو ہمارے لئے گہرے افسوس، سخت دُکھ کا موجب ہوگا۔ بہر صورت اگر کشمیر کے لوگ ہمارے ساتھ نہ رہنا چاہیں تو وہ بڑی خوشی سے جا سکتے ہیں۔ ہم انہیں ان کی مرضی کے خلاف روک کر نہیں رکھیں گے گو یا یہ ہمارے لئے سخت رنج اور افسوس کی بات ہوگی۔ بس یہ ہے وہ پالیسی جس پر ہندستان کاربند ہے۔ لہٰذا اگرچہ الحاق قانوناً اور عملاً مکمل ہے مگر ایک اور حقیقت ابھی باقی ہے جس کا قانون سے کوئی تعلق نہیں اور وہ حقیقت ہے کشمیر کے عوام کے ساتھ ہمارا وعدہ آپ چاہیں تو یوں کہہ دیجئے ..... کہ دنیا کے عوام کے ساتھ ہمارا وعدہ اور وہ وعدہ کیا ہے یہی کہ

کشمیر کے الحاق کو کشمیر کے عوام اپنی خواہشات کے مطابق پکا کریں گے یا منسوخ کر ڈالیں گے۔ ہم کو یہ نہیں چاہئے کہ کشمیر کے عوام کو ان کی مرضی کے خلاف اور مسلح طاقت کی مدد سے اپنی طرف کھینچیں۔ اگر ریاست جموں و کشمیر کے عوام ہم سے جدا ہونا چاہیں تو وہ اپنا راستہ لے سکتے ہیں اور ہم اپنا راستہ لے لیں گے ہم نہ تو جبری شادی کے قائل ہیں اور نہ جبری اتحاد کے۔"

(پارلیمنٹ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر
مورخہ ۷ اگست ۵۲ء
کا اقتباس)

ساتواں باب

۱۔ معراج العالم کے سلسلہ میں آثار شریف حضرت بل میں پہلی تقریر۔

معراج شریف کی حقیقت ــــــ حضرت صلعم کا تحفہ ــــــ پر مسلسل امتحانات ــــــ مخلص ساتھی ــــــ فتنہ پرور عناصر ــــــ برسر اقتدار ٹولی ــــــ

۲۔ خواتین سے خطاب ــــ

تحریک میں خواتین کا حصہ ــــــ خفیہ سازش کا مقصد ــــــ مخالفانہ پراپاگنڈا ــــــ شہداء سے وعدہ ــــــ

۳۔ معراج العالم کے سلسلہ میں آثار شریف حضرت بل میں دوسری تقریر

خواجہ عبدالرحیم بانڈے کی دستار بندی ــــــ امام مسجد غلام محمد کی دستار بندی مولانا آزاد کی علالت ــــــ جیل کے ساتھیوں کے لئے دعا ــــــ سب سے بڑا تحفہ ــــــ حق پرستوں کے اوصاف ــــــ تحریک کشمیر کے تین عنوان چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی ــــــ عوامی اعلان ــــــ جدوجہد اور قربانی پر حلف نامہ ــــــ عدم تشدد کی تلقین ــــــ مالی امداد کی اپیل ــــــ

۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے انتقال پر تعزیتی تار ــــ

۵۔ بعد نماز جمعہ آثار شریف حضرت بل میں تقریر ــــ

معراج العلم کے سلسلہ میں آثار شریف حضرت بل میں تقریر۔

۱۶ فروری ۱۹۵۸ء

معراج النبی صلعم کی تقریب سعید پر حضرت بل سری نگر میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے اجتماع کو شیخ محمد عبداللہ نے خطاب کیا۔ درگاہ کے وسیع احاطہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ سب سے پہلے خواجہ عبدالرحیم بانڈے متولی آثار شریف حضرت بل نے شیخ محمد عبداللہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس بات کا یقین دلایا کہ ہم جب تک زندہ ہوں ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ حاضرین جلسہ نے بھی اس کی پرزور تائید کی اور سب نے یک زبان ہو کر شیخ محمد عبداللہ کی درازیٔ عمر کی دعا کی اس کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے اپنی تقریر تلاوت قرآن مجید اور نعت شریف سے شروع کی اور یہ آیت شریف تلاوت کی۔

معراج شریف کی حقیقت:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ؕ ② ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③ وَقَضَیْنَاۤ اِلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا ④

پھر علامہ اقبالؒ کی مثنوی اسرار و رموز کے یہ اشعار پڑھے ؎

اے ظہور تو شباب زندگی — جلوہ ات تعبیر خواب زندگی
اے زمیں از بارگاہت ارجمند — آسماں از بوسۂ بامت بلند
شش جہت روشن ز تاب روئے تو — ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پایۂ ایں کائنات — فقر تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمع حیات افروختی — بندگاں را خواجگی آموختی
مسلم از سر نبی بیگانہ شد — باز ایں بیت الحرم بتخانہ شد
نالہ ماند نے ساماں من — آں چراغ خانۂ ویران من

(آوپر) ۱۶ فروری کو آثار شریف حضرت بل کے ھجوم کا ایک منظر - سامعین شیخ صاحب کی تقریر سننے میں ھمه تن گوش ھیں
(نیچے) ۱۷ فروری کو مستورات اور مزدوروں کے ھجوم کا ایک منظر جو شیر کشمیر کی تقریر سننے کے لئے جمع ھوئے ھیں

۱۶ فروری کو آثار شریف حضرت بل میں شیر کشمیر ایک مجمع عظیم سے مخاطب ہیں

یزدنا! وسعت فکرم چاک کن | این خیابان راز خارم پاک من
اے کہ از احسان تو ناکس کس است | یک دعایت مزد گفتارم بس است
عرض کن پیش خدائے عز و جل | عشق من گردد ہم آغوش عمل

در عمل پائندہ تر گرداں مرا
آب نیسانم گہر گرداں مرا

ان اشعار کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے آیت شریف کا ترجمہ بیان فرمایا

ترجمہ:- وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہوئی ہیں وہاں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہیں اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو اسرائیل کی ہدایت کے لئے بنایا تاکہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت قرار دو۔ اے ان لوگوں کی نسل جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گزار بندے تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلا دی تھی کہ تم سرزمین میں دو بار خرابی کروگے اور بڑی سرکشی کروگے۔

یہ سورۂ بنی اسرائیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں آنحضرت کے معراج معلی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھانے کے لئے اپنے پاس بلایا اور آنحضرت صلعم حضرت جبرئیلؑ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہاں سے عرش معلی پہونچے اور پھر اس ذات اعلیٰ کے مقام پر جس کے تصور سے خلق کا وہم و فکر عاجز ہے وہاں پہونچکر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خصوصی طور پر نوازا۔

علمار کی اصطلاح میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسریٰ" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسریٰ" یا "معراج" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا اور جنت اور دوزخ کے حالات کا معائنہ کیا اور اسی رات واپس آیا۔

حضور صلعم کی تعلیم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے اہل بیت نے بھی اسی عقیدہ کو اپنا شعار بنایا تھا اور اسی پر قائم بھی رہے حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے کہ قلب المومن بیت اللہ یعنی مومن کا دل خدا کا گھر ہے یعنی خدا کے بغیر اس میں کوئی سکونت پذیر نہیں ہوتا۔ مگر آج یہ حالت ہے کہ ایک خدا کو چھوڑ کر متعدد خداؤں کی پرستش مسلمان کر رہے ہیں ان میں سے نفسانی خواہشات کا خدا سب سے بڑا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں وہ سختی سے جاگزیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر طرح طرح کی کمزوریاں آگئی ہیں اور وہ حقیقی خدا کو بھلا بیٹھے ہیں اور ہر روز نئے نئے خداؤں کے آگے ان کا سر جھکتا ہے ؎

از منات و لات و عزّہ و ہُبل
ہر یکے دارد بُتے اندر بغل

"مجھے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ معراج النبیؐ کی مقدس تقریب پر آئے ہیں اور موئے مقدس کی زیارت سے فیضیاب ہو کر واپس جائیں گے اس موقعہ پر میں سادہ اور مختصر الفاظ میں آپ کو معراج شریف کی حقیقت بتانے کی کوشش کروں گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے ایک جسم جو تمام اعضاء کا نام ہے اور دوسری روح۔ جسم کی ہر وقت یہی خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ مجھے دنیا کا تمام عیش و آرام میسر ہو اور زندگی کے تمام لوازمات سے بہرہ مند ہو۔ اس کے برعکس روح قرب الٰہی چاہتی ہے اور اس کی خواہش رہتی ہے کہ اپنے خالق اور اس ہستی کا وصال اسے حاصل ہو جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے مقربانِ خدا جسم پر قابو پاکر تمام نفسانی لذات اور خواہشات کا سر کچل دیتے ہیں وہ زیادہ تر عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ اس طرح انہیں خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور جسم پر غالب آجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جسم روح کے تابع ہو جاتا ہے روح ایک غیر مرئی چیز ہے یعنی دکھائی نہیں دیتی اور جسم مرئی یعنی

چلنا پھرنا اور حرکت کرتا ہے۔ جب روح اور جسم آپس میں مِل کر ایک لطیف جوہر بن جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ اسرار انسان پر عیاں ہوتے ہیں اور یہی انسان کی معراج کہلاتی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کو اپنا محرمِ اسرار بنایا ہے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کی مثالیں قرآنی آیات کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی نشانیاں ان پر منکشف کیں اور اپنا رشتہ انسانوں کے ساتھ استوار کیا اگر خدا نے انسان کو پیدا نہ کیا ہوتا تو یہ کائنات بھی نہ ہوتی۔ انسان اشرف المخلوقات پیدا ہوا ہے، اور خدا کا مقصد اسے انسان کامل بنانا تھا چنانچہ حضرت محمد صلعم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایک پوشیدہ خزانہ ہے جسے پہچاننے کے لئے وہ انسان کو وجود میں لایا۔ لہٰذا خدائی صفات کا ظہور انسان کے ذریعہ ہوا۔

"جب آپ یہ سمجھ چکے کہ انسان میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا مقرب بن سکے چنانچہ پیغمبروں کے ذریعہ خدا نے اپنی صفات کا اظہار بھی کیا اس کے علاوہ خواہ وہ فرشتے ہوں یا کوئی اور مخلوق کسی میں بھی یہ صلاحیت نہیں اور یہ فخر صرف انسان ہی کو حاصل ہوا اور اسی کو کائنات اور خدا کے مابین ایک رابطہ اور کڑی قرار دیا گیا اس لئے آپ بھی اپنے آپ میں اصلاح کریں اور اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ مقرب الٰہی ہو جائیں۔ خدا نے دنیا میں لاکھوں پیغمبر بھیجے جو ایک ایک قوم کے لئے تھے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے لئے، حضرت شعیبؑ کو قوم مدین کے لئے اور حضرت ہود کو قوم عاد کے لئے۔ مگر حضرت محمدؐ کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہوئی کہ ان کو ساری اقوام عالم کے لئے مبعوث کیا گیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "اے لوگو! میں سب کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں" تو قدرتی بات ہے کہ ان کا درجہ سب سے بلند ہو وہ انسان کامل ہی نہیں بلکہ کامل الاکمل بھی تھے حضرت محمد صلعم نے اپنی امت کے سامنے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ قرآن مجید کے عین مطابق ہے اس لئے مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ قرآن مجید کو مکمل ہدایت نامہ سمجھیں

اور اس کے مطابق عمل کریں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم کے عادات و خصائل کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ قرآن مجید اور سیرت نبوی کا مطالعہ کریں اور اپنی زندگی بنانے اور سنوارنے کے لئے اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ صحابہ کبار رضؓ نے اپنی زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کے لئے ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ انکی زندگی اسی سانچے میں ڈھل گئی اور وہ زندگیاں آج بھی ہمارے سامنے بطور نمونہ موجود ہیں اور جو لوگ حضرت محمد صلعم کے اسوۂ حسنہ پر چلے وہ خود بھی جوہر بن گئے اور ان پر اسرار الٰہی عیاں ہونے لگے۔ محمد صلعم اپنے حسن عمل اور اعلیٰ کردار اور پاکیزہ اخلاق سے جب خدا کے محبوب بن گئے اور انہیں اعلیٰ مرتبہ اور مقام حاصل ہوا جسے معراج کہتے ہیں تو وہ خدا کے اس حد تک قریب ہو گئے کہ من و تو کا فرق جاتا رہا اور تمام حجابات اٹھ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے"

پھر شیخ صاحب نے بیعتِ رضوان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "مدینہ طیبہ میں حضور صلعم نے جب حج کا ارادہ کیا اور مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے تو دشمنوں کو بھی اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے حضرت محمد صلعم کو روک دیا چنانچہ حضرت عثمانؓ کو گفت و شنید کے لئے مکہ معظمہ بھیجا گیا جب واپس آنے میں انہیں دیر ہو گئی تو مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دئے گئے ہیں تو یہ خبر سنتے ہی آنحضرت صلعم نے اپنا دست مبارک آگے بڑھا کر صحابہ کرام رضؓ کو خدا کا یہ ارشاد سنایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے"

حاضرین کو توجہ دلاتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا "اگر تم بھی دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہو تو محمد صلعم کے فرمان اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرو۔ آں حضرت صلعم کی سیرت پاک کو اپنے لئے مشعل بناؤ اس کے علاوہ آپ کو کسی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ آپ کا قرآن پاک پر ایمان تو ہے مگر اس کے احکام

کی تعمیل کما حقہ نہیں کرتے آنحضرت صلعم کو معراج شریف ہوا خداوند تعالیٰ اس کے بارے میں فرماتا ہے کہ جب ہم نے ہمیں اپنے عجائبات کا مشاہدہ کرایا تو ان کی آنکھوں کو کوئی دھوکا نہ ہوا انہوں نے وہی کچھ دیکھا جو ہم نے دکھایا اور ان کی آنکھیں نہیں بھٹکیں وہ میری آنکھیں تھیں۔ علامہ اقبالؒ نے بھی ان حقائق کو اپنے اشعار میں یوں ادا کیا ہے ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ	غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات	ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

رسولِ خدا کا تحفہ :-

"آپ کو معلوم ہے کہ حضرت محمدؐ ہمارے لیے کیا کیا تحفے لائے تھے۔ اتنا وقت نہیں کہ تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی جائے مختصراً یہ ہے کہ وہ شب معراج ہمارے لئے ایک بہترین تحفہ نماز پنجگانہ لائے تھے۔ اس نماز کو معراجِ مومن کہا گیا ہے۔ نفس امارہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اور یہی نفس امارہ دوست کو دوست سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کرتا ہے۔ اسے لگام دینے اور رُوح کو جسم پر غالب کرنے کے لئے نماز ایک بہترین وظیفہ دیا ہے۔ مجھے اس امر کا انتہائی صدمہ ہے کہ مسلمان عام طور پر غفلت میں پڑ کر اس تحفے کو قبول کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں جیسے کہ میں نے کہا ہے کہ انسان جسم اور رُوح کا مرکب ہے جسم آرام چاہتا ہے اور رُوح قربِ الٰہی۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان کشمکش رہتی ہے اور اس کشمکش کو دُور کرنے کے لئے نماز ایک بہترین عبادت ہے۔ بیماری دو طرح کی ہوتی ہے ایک جسمانی اور دوسری رُوحانی۔ جب روح بیمار پڑ جائے تو جسم بھی خود بخود بیمار پڑ جاتا ہے۔ جسم کی بیماری نفس امارہ کو بے لگام رکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور اگر نفس امارہ کو ڈھیل دی جائے تو گراوٹ کی کوئی حد نہیں رہتی اور اگر رُوح صحت مند رہے تو جسم خود بخود صحت مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہے کہ جو دوست تحریک کے دوران ہمارے ساتھ تھے اور جنگ آزادی میں ہمارے دوش بدوش لڑتے رہے نفس امارہ نے اُن کو گمراہ کر دیا اور وہ غلط راستہ پر جا پڑے اس بات کا آپ کو تجزیہ کرنا چاہئے۔

کہ ان کے اندر وہ کیسی روحانی بیماری پیدا ہو گئی تھی کہ راہ راست سے بھٹک گئے۔ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ نفس امّارہ ان پر غالب آ گیا آپ کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر قابو پانے کی قوّت پیدا کریں اور اس کا واحد ذریعہ نماز پنجگانہ ہے اگر آپ اس کی پابندی کریں تو دلوں کے تمام زنگ دُور ہو جائیں گے اور تمام مشکلات، تکالیف، مظالم اور سختیاں جاتی رہیں گی اس لئے نماز پڑھو اور فضولیات میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ ہم سب کو لازم ہے کہ اپنے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا مانگیں۔ حضرت محمد صلعم نے صحابۂ کرام رضؓ سے فرمایا کہ اگر کسی مکان کے سامنے سے دریا گزرتا ہو اور اس میں کوئی شخص دن میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل کا نام ونشان بھی باقی رہ سکتا ہے صحابہ کرام رضؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ حضورؐ نہیں رہ سکتا اس پر حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے پانچ وقت نماز پڑھی اس کی تمام میل کچیل دُھل گئی اس لئے آپ خدا تعالےٰ کے دربار میں دن میں پانچ مرتبہ اپنا سر جُھکائیں اور صدق دل سے کہیں کہ اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تمام مشکلات میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہمیں ایسی راہ پر چلا جو مقربان خاص کے لئے مخصوص ہے۔

یہ مسلسل امتحانات:۔ "پانچ سال تک مسلسل آپ کا امتحان ہوتا رہا اس میں آپ پورے اُترے اور آپ نے مخالفوں کے تمام ہتھکنڈوں کو ناکام بنا دیا ایک طرف حق وصداقت کا جھنڈا تھا اور دوسری طرف جھوٹ اور باطل کا۔ باطل کے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے کے لئے آپ پر مظالم توڑے گئے، روپوں کا لالچ دیا گیا، راشن کی رشوت دی گئی، قرضہ کی پیشکش کی گئی غرض آپ کا ایمان خریدنے کے لئے ہر حربہ اختیار کیا گیا، مگر آپ نے من حیث القوم تمام تکلیفیں برداشت کیں مگر باطل کے جھنڈے کے آگے جھکنا قبول نہ کیا۔ یہ آزمائشیں اس لئے قدرت کی طرف سے کی جاتی ہیں کہ ہم خدا کے احکام خصوصاً نماز پنجگانہ سے روگرداں ہو جاتے ہیں اگر ہم اسطرح

غافل رہے تو ہمارا حشر وہی ہوگا جو پرانی قوموں کا ہوا تھا۔ اس وقت بھی قوم کی آزمائشیں ہو رہی ہیں اور ممکن ہے اس سے بھی زیادہ ہوں مگر قوم نے آج تک جو کردار پیش کیا ہے اور جس طرح سختیوں اور ظلم و جبر کا مقابلہ کیا ہے اُس کے پیش نظر یہ امید ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے اس لئے کہ حق پسندوں کے لئے فتح مبین کی بشارت دی گئی ہے۔

مخلص ساتھی:- "ہمارے بہت سے مخلص ساتھی ابھی تک جیلوں میں ہیں اور مختلف تکالیف برداشت کر رہے ہیں ہمیں ان کا احساس ہے مگر ہم نے انہیں خدا کے سپرد کیا ہے وہی ان کی مشکلیں آسان کرے گا۔ پیر عبدالغنی صاحب اسلام آبادی پر طرح طرح کے ظلم توڑے جا رہے ہیں اس کے گھر والوں کو پریشان کیا جا رہا ہے مستورات کی بے حرمتی کی جاتی ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ کسی طرح اپنے ساتھیوں کے خلاف سلطانی گواہ بننے پر رضامند ہو جائے اور جھوٹی شہادتیں دے مگر وہ اس پر کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ حکومت کشمیر کا یہ طریقہ اچھا نہیں اور اس طرح ہندوستان کی کوئی خدمت نہیں کی جا رہی ہے۔ میں اُسے وارننگ دیتا ہوں کہ وہ جہاں اپنے حق میں برائی کے کانٹے بوتی ہے وہاں حکومت ہند کو اس کے ساتھ بدنام کرتی ہے ایک وقت آئے گا جب اسے اپنی ان بداعمالیوں پر پچھتانا ہوگا۔

فتنہ پرور عناصر:- فتنہ پرور عناصر کی نگاہ میں آپ کی یک جہتی کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے اور وہ ہمیشہ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ شیعہ سُنی فساد بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ایک ہو کر ان کی ناپاک چالوں کو ناکام بناؤ۔ ان کا یہی طریقہ رہا ہے کہ ہمیں فساد اور جھگڑوں میں مبتلا کر کے خود عیش و آرام کرتے ہیں یہ بھی نفس امارہ کی کارفرمائی ہے۔ اگر ان مشکلات پر قابو پانا ہے تو روح کو کثافت سے بچاؤ۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ تیری معراج تیری جماعت ہے اور احساس جمعیت اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک روح کی معراج یعنی نماز باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔ علامہ اقبال رح کی طرح میں بھی

بے تاب ہو کر یہ پوچھتا ہوں سہ

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار	مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

"وہ کون مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلعم کے آئین کو کسی کی خوشنودی خاطر کے لئے ترک کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سچ تو ضرور ہے مگر مصلحتِ وقت بھی ہے کہ اس پر پردہ ڈالا جائے اور اس سے آنکھیں بند کی جائیں سہ

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار	ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار

"وہ کون ہے جس نے صحابہ کرام رضؓ کے طرزِ زندگی کو بھلا دیا ہے اور مذہبی امور کی انجام دہی کو چھوڑ دیا ہے اور اس سے بیزار ہے مگر اغیار کے طریقوں پر جان دے رہا ہے۔

برسرِ اقتدار طبقہ :- برسرِ اقتدار طبقہ اپنے آپ کو محمد عربی صلعم کا امتی ظاہر کرتا ہے مگر مسلمانوں ہی کے خون سے اس کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں اور اسے اس کا بالکل احساس نہیں سہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں	کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تجھے پاس نہیں

"تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کو ہمیشہ غریبوں نے زندہ رکھا اور مساجد بھی انہی کے دم سے آباد رہیں چنانچہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں سہ

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب

اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملّتِ بیضا غربا کے دم سے

"یہ طبقۂ امرا، دنیاوی جاہ و جلال پر فریفتہ ہے اور اُس نے خدا کو بھلا دیا ہے خدا انہیں ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ ہماری پریشانیوں کو بھی دُور کرے اور ہمیں وہ سب کچھ عطا کرے جس میں ہماری بہتری ہو۔ آمین

خواتین سے خطاب ـــ

۱۷ فروری ۱۹۵۸ء کو سرینگر آثار شریف حضرت بل میں معراج العالم کی تقریب پر شہر اور دیہات کی ہزاروں خواتین کا اجتماع ہوا۔ درگاہ کے دونوں صحن مستورات سے پُر تھے۔ شیخ محمد عبداللہ شیر کشمیر نے تقریر کی خواجہ عبدالرحیم صاحب بانڈے متولی زیارت نے خواتین کی جانب سے شیخ صاحب کو ایک گلدستہ بطور تحفہ پیش کیا۔

تحریک میں خواتین کا حصّہ:۔ تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی کے بعد آپ نے کہا "کافی مدت کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ جب میں آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ پونے پانچ سال میں نظر بند رہا اس عرصہ میں میرے لئے اپنے خیالات کا اظہار کرنا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے سامنے خیالات ظاہر کرنے کے مجھے بہت کم مواقع ملے۔ نتیجہ یہ کہ آپ اس جوش وہوش اور ولولے کے ساتھ تحریک میں شریک نہ رہیں جس گرم جوشی کے ساتھ آپ کو حصہ لینا چاہیئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جدوجہد آزادی میں کسی حد تک کمزوری رہی۔ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیئے متصور ہوتے ہیں جس طرح گاڑی کا ایک پہیہ دوسرے کے بغیر چل نہیں سکتا۔ اسی طرح مرد عورت کے بغیر زندگی کے میدان میں اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکتا ہے وہی قوم ترقی کرکے آگے جا سکتی ہے جس کے مرد اور عورتیں سیاسی طور پر باشعور ہوں اور دوش بدوش کام کریں۔ اسلام میں عورتوں کا کردار بلند رہا ہے۔ مسلمان خواتین کو اس بات کا فخر ہونا چاہیئے کہ جب حضور صلعم نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے جو ان پر ایمان لایا وہ عورت ہی تھی۔ حضرت خدیجہؓ ان کا نام تھا وہ بہت مالدار تھیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنا تمام مال و جائداد ان پر نثار کیا بلکہ عمر بھر حق رفاقت ادا کیا۔ عرب کے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا

حق کا اظہار مشکل تھا۔ حضور کو اظہار حق کے لئے سخت تکلیف دی جارہی تھی۔ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس مصیبت میں آپ کا ساتھ دیتی تھیں۔ انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مفتی کا منصب دیا گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو قرآن و حدیث سے آگاہ کیا۔ میدان جنگ میں عورتوں نے مردوں کے دوش بدوش کام کیا ہے وہ اُن زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ سرفروشان جاں نثاران اسلام کو پانی فراہم کرتی تھیں ان کے خاندان، اولاد، باپ، بھائی دشمنوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف رہتے تھے اور عورتیں دوسرے کام سرانجام دیتی تھیں۔ جنگ میں اگر ان کا رشتہ دار کام آتا تھا تو اس سے مغموم نہیں ہوتی تھیں۔ البتہ ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی تھی کہ محمد رسول صلعم کو کوئی گزند نہ پہونچے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ حضور صلعم کے وجود ہی سے اسلام زندہ ہے۔ یہ تھا مسلمان خواتین کا کردار اور عقیدت، بانی اسلام اور مذہب اسلام سے آپ کو یہ ولولہ، جوش اور ہوش اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔"

ریاست کی عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا "مجھے اعتراف ہے کہ آپ نے تحریک آزادی میں کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ آپ نے ہر قسم کی سختیوں کو برداشت کیا اور تحریک کا ساتھ دیا۔ جلوس نکالے، مظاہرے کئے۔ سڑکوں پر بیٹھ کر احتجاج کیا۔ اس سلسلے میں آپ کو بھی تکالیف اور سختیوں کا سامنا ہوا۔ غرض اپنی بساط کے مطابق آپ نے بھی جدوجہد آزادی میں حصہ لیا۔ ابھی ہماری جدوجہد ختم نہیں ہوئی۔ وہ بدستور جاری ہے۔"

خفیہ سازش کا مقصد:— ۹ر اگست ۵۳ء کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا کہ "جو لوگ ہم نے پالے پوسے تھے، جنگ آزادی میں ہمارے ساتھی تھے، یہ واقعہ ان سے سرزد ہوا۔ انہوں نے بے وفائی کی۔ انہیں نفس پرستی نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ اس خفیہ سازش کا مقصد یہاں کے لوگوں کو بنیادی حقوق سے محروم کرنا ہے۔

جن کے حصول کے لئے ہم ۱۹۳۱ء سے لڑتے آئے ہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے میرے ساتھ ہزاروں لوگ نظر بند کئے گئے۔ نہتے عوام پر بے شمار گولیاں چلائی گئیں۔ لاٹھیاں برسائی گئیں۔ یہ کارروائی صرف ہری سنگھ، کرنل کالون، ہری کرشن کول، آئینگر یا دوسرے وزیر اعظموں نے نہیں کی بلکہ عوام پر یہ سختیاں کرنے والوں میں اب ہمارے دیرینہ رفیق بخشی غلام محمد اور خواجہ جی۔ ایم صادق اور ان کے دوسرے حواری بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یہ سب کچھ ملیشیا سی۔ آر۔ پی اور پولیس کی امداد کے بل بوتے پر کیا۔ اور اُن مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کیا۔ جنکے دلوں میں ہندوستان اور وہاں کے رہنماؤں کے ساتھ جذبۂ عقیدت تھا۔ جن کی زبانیں انہیں زندہ باد کہتے کہتے خشک ہو گئی تھیں" غیر ذمہ دار نظام اور موجودہ دَور میں فرق بیان کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ "ہری سنگھ کے عہد میں جب کبھی فائرنگ ہوئی، تو شہیدوں کو ہمارے حوالہ کیا گیا اور ان کی باضابطہ تجہیز و تکفین اور دوسری رسوم کی ادائیگی کے بعد مزارِ شہیداں میں دفن کیا گیا۔ مگر اب کی مرتبہ گولیاں چلا کر سیکڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ لیکن لاشیں واپس نہ کی گئیں۔ ان کو یا تو پٹرول سے جلا دیا گیا یا دریا بُرد کیا گیا۔ یہ گولیاں چلانے والے کوئی ہری کشن کول یا ہری سنگھ نہ تھا بلکہ وہ لوگ تھے جن کی مسلمان کافی عزت کرتے تھے۔ آپ مجھ سے زیادہ ان تمام باتوں سے باخبر ہیں اور اس وقت تفصیل سے ان باتوں کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

مخالفانہ پراپاگنڈا:۔ "گذشتہ چار سال سے ہمارے خلاف کافی پراپاگنڈا کیا گیا۔ آپ سے کہا گیا تھا کہ اب قیامت کے روز آپ شیخ صاحب اور ان کے ساتھیوں مرزا افضل بیگ، صوفی محمد اکبر وغیرہ سے ملاقات کریں گے۔ ان لوگوں نے خدائیت اور رزاقیت کا بھی دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ کس لئے ہوا۔ ہم نے چوری نہیں کی تھی

کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا تھا اور نہ کوئی قابل گرفت جُرم کیا تھا بلکہ انسان کے بنیادی حقوق ـــــ سردار ی عوام کا حق ہے" کے حصول کے لئے آواز اٹھائی تھی اور یہ صرف حق خود ارادیت کے استعمال کی مانگ تھی جب ہمارے ان دوستوں کے دل میں حُبِ جاہ و زر پیدا ہوئی اور وہ عیش و عشرت میں پڑے تو اس کے لئے ان کو سامان کی ضرورت ہوئی اور ان کی یہ کوشش رہی کہ وہ ہر چیز پر قابض ہو جائیں "

آپ نے کہا " جو تحریک آزادی ہم نے ۱۹۳۱ء میں جاری کی تھی لوگوں نے اپنے خون سے اس کی آبیاری کی۔ ۱۹۵۳ء میں جو افسوسناک واقعہ رد نما ہوا اس کا مقصد اس عوامی تحریک کو ختم کرنا تھا۔ اس میں جن لوگوں نے حصّہ لیا کیا انہوں نے صادق دکنی اور جعفر بنگالی کا پارٹ ادا نہیں کیا؟ جن کے بارے میں علامہ اقبال ؒ نے کہا ہے ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن
ناقبول و ناامید و نامراد ملتے از کارِشاں اندر فساد

شہداء سے وعدے: ـــ ۱۳ ؍ جولائی ۱۹۳۱ء کو ہم نے شہداء سے یہی وعدہ کیا تھا کہ ہم عوام کے لئے حق خود ارادیت حاصل کریں گے اور یہ جدوجہد ابھی جاری ہے۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ پراپگنڈا کیا جا رہا ہے کہ اس ملک کے مستقبل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ فیصلہ یہاں کے لوگوں نے نہیں کیا ہے بلکہ بخشی غلام محمد اور خواجہ غلام محمد صادق نے بند کمرے میں کرایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بخشی، صادق، کرشنا مینن یا اسکندر مرزا وغیرہ کسی کو یہ فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ فیصلہ یہاں کے چالیس لاکھ مردوں، عورتوں کو کرنا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لئے یہ پاکستان کو ملنی چاہیئے۔ ہم اس نظریہ کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہم نے کبھی کہا ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی بنا پر اس ریاست کو پاکستان میں شامل ہونا چاہیئے۔ جب تک اس اصول کو تسلیم نہیں

کیا جاتا کہ اس ملک کا فیصلہ یہاں کے عوام کو کرنا ہے۔ ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ کہا جا رہا ہے کہ اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے۔ جس کو شیخ عبداللہ نے ہی قائم کیا تھا۔ میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ جب یہ صورت تھی تو اس کے بانی اور حامیوں کو ہی نظربند کرنے اور ان کی عدم موجودگی میں یہ فیصلہ لینے کے کیا معنی تھے۔ اسمبلی نے ان حالات میں یہ فیصلہ کیا جب ممبروں کے سروں پر تلوار تھی۔ اور اُن پر کافی دباؤ تھا۔ پانچ سال لوگوں نے جس عزم و ارادہ کا مظاہرہ کیا، اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ کشمیریوں کا ایمان روپے سے خریدا نہیں جا سکتا اور نہ ہی گولیوں سے ان کا جذبہ اور جوش ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ خواتین کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہماری تحریک اور جدوجہد کا یہ مقصد ہے کہ اس ملک کے لوگوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں۔ اسکے لئے آپ بھی اس جدوجہد میں برابر کے شریک ہو کر مردوں کے دوش بدوش کام کریں اور سچائی کے علم کو بلند رکھنے کی حتی الوسع کوشش کریں اگر یہ دکھائی دے کہ آپ کا خاوند، باپ، بھائی یا اولاد جھوٹ کا ساتھ دے رہا ہے اور غلط راستہ پر جا رہا ہے تو سچائی کا علم اس کے ہاتھ میں دیکر راہ راست پر چلائیں۔ عورت کو ایک جڑھ سے تشبیہ دیتے ہوئے آپ نے کہا عورت سیاسی اور اخلاقی طور سے جتنی صحت مند ہو اور سماج میں اسے جتنا اچھا رُتبہ ہو اُتنے ہی اس کے متعلقین سیاسی اور اخلاقی طور پر اچھے ہو نگے۔"

تقریر ختم کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ "خواتین اسی طرح اس تحریک کا ساتھ دیں جس طرح وہ آج تک دیتی آئی ہیں اور ہر وقت دعا کریں کہ خدا ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے

معراج العالم کے سلسلہ میں آثار شریف حضرت بل میں دوسری تقریر۔

۱۲ر فروری ۵۸ء

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی

۲۱ر فروری ۵۸ء کو درگاہ آثار شریف حضرت بل میں دو لاکھ کے مجمع کے سامنے شاہنامۂ اسلام کے یہ اشعار پڑھنے کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا

"خواتین، بزرگو، دوستو!

۲۱ فروری کو
شیخ صاحب $2\frac{1}{2}$
لاکھ کے تاریخی
مجمع کو حضرت
بل میں خطاب
کر رہے ہیں۔

۲۱ فروری کے بے پناہ ہجوم کے دو مناظر جدوجہد اور قربانی کے لئے عہد و حلف کی تجدید آثار شریف حضرت بل میں

خواجہ عبدالرحیم بانڈے کی دستار بندی: "سب سے پہلے میں ایک رسم انجام دینا چاہتا ہوں۔ ریاست کے مسلمان خصوصاً وادیٔ کشمیر کے مسلمانوں کو اس جائے مقدس سے جو گہری عقیدت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حضور محمد مصطفیٰ صلعم کے تبرکات ہیں اور اس زیارت شریف کے انتظام و انصرام کے فرائض یہاں کے متولی خصوصاً خواجہ عبدالرحیم بانڈے جس خوش اسلوبی سے انجام دیتے آئے ہیں اُسکے لئے وہ مستحق مبارکباد ہیں۔ اپنی طرف سے اور تمام مسلمانوں کے جذبات کی بھی ترجمانی کرتے ہوئے میں ان حضرات کی خدمت میں اس فرض شناسی کے لئے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

"۱۹۵۳ء کے بعد یہ کوششیں کی گئیں کہ مسلمان سچائی کی راہ چھوڑ کر جھوٹ کی راہ اختیار کریں اور ان کے ایمان کو کمزور کیا جائے چنانچہ اس مقصد سے اس جائے مقدس پر اغراض پرستوں نے قبضہ کرکے اسے بھی استعمال میں لانے کی کوشش کی۔ مجھے اس کا فخر ہے کہ یہاں کے متولیؔ خواجہ عبدالرحیم بانڈے اور دیگر منتظمین نے ان کی کوششوں کو اپنے مردانہ وار مقابلہ سے بے کار کردیا۔ چاروں طرف ظلم اور ستم رانی کا دَور دَورہ تھا، حق و انصاف کا خون ہورہا تھا اور روپیہ پیسہ اور دوسرے طریقوں سے طمع اور لالچ دے کر لوگوں کے منھ بند کئے جاتے تھے مگر بانڈے اور یہاں کے دوسرے دوست اس سے بالاتر رہے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو گمراہ ہونے سے بچایا۔

"ہم غریب ہیں اور جس قوم کی میں خدمت کرتا ہوں وہ انتہائی مظلومیت، افلاس اور ناداری کے دَور سے گزر رہی ہے اس کے باوجود خوشی کی بات ہے کہ ہم نے عام طور پر حق و انصاف کی آواز بلند کی اور طمع و لالچ میں نہ آئے۔ بزرگانِ دین سے میں عرض کروں گا کہ یہاں کے عوام مالدار نہیں کہ وہ ان کی خدمات کا شکریہ اپنے خزانوں کے منھ کھول کر

کرسکیں البتہ ان کے پاس دلی عقیدت اور جذبۂ خلوص ہے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے ان بزرگوں نے اصول پرستی اور حمایتِ حق کی مثال نبی کریم صلعم کی تعلیم کے عین مطابق پیش کی ہے اور ان کے اس پاکیزہ کردار کا اعتراف کرنے کے بعد میں اپنی طرف سے اور عوام کی طرف سے اُن کی دستار بندی کرتا ہوں۔"

باندڑے صاحب کی دستار بندی کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا

امام مسجد غلام محمد کی دستار بندی:- "یہاں کے امام جناب غلام محمد سے تو آپ متعارف ہیں. نماز پڑھانے کے فرائض کے علاوہ وہ کشمیر کے مسلمانوں کی بہتری کے لئے ہمیشہ دعا کرتے ہیں. ان کی نیک نفسی، شرافت اور بزرگی لبا غنیمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں ایسا متقی اور پرہیزگار امام عطا کیا۔ اجازت دیجئے کہ ان کی دستار بندی بھی کی جائے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے اور اُن کو بدستور توفیق ارزانی کرے کہ وہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نیک بننے اور پرہیزگاری کے راستہ پر چلنے کی طرف راغب کریں۔ میں اس جائے پاک کے امام جناب غلام محمد کی بھی دستار بندی کرتا ہوں۔"

دستار بندی کے بعد شیخ صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا.

مولانا آزاد کی علالت:- "پیشتر اس کے کہ میں کچھ اور کہوں میں اس بارِ غم کو ہلکا کرنا چاہتا ہوں جو میرے دل و دماغ پر ہے آج آپ کو بھی اور مجھے بھی ریڈیو اور اخباروں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے ایک عظیم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد سخت علیل ہیں۔ ان کی ملکی اور ملّی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ میں بیان نہیں کرسکتا اور کون ہے جو اُنکی بلند و بالا شخصیت سے واقف نہ ہو. خدانخواستہ اگر ان کی جان کا زیاں ہوا تو یہ عالم اسلام کا زیاں ہوگا جس کی تلافی نہیں ہوسکے گی۔ جن لوگوں کی نظروں سے مولانائے موصوف کا ترجمان القرآن اور الہلال اور البلاغ

کے پرچے گذرے ہیں ان کی نگاہوں سے مولانا ابوالکلام آزاد کی علمیت اور عظمت پوشیدہ نہیں۔ ملک کی آزادی کے لئے انہوں نے جس قسم کی قربانیاں دیں یہاں تک کہ پوری زندگی اس کے لئے وقف کردی وُہ ہندستان کی تاریخ حریت کا ایک سنہری باب ہے۔ بلاشبہ وہ جنگ آزادی کے بہت بڑے سردار ہیں ہمارے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ سب مِل کر ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر بالخصوص اور مسلمانانِ عالم پر بالعموم اُن کا سایہ برقرار رکھے (آمین)

جیل کے ساتھیوں کے لئے دعا:۔ دوسرے ہمارے بہت سے ساتھی اور بھائی جو جیلوں میں بند ہیں اور اس تقریب مقدس کے موقعہ پر جن کی نگاہیں آثار شریف حضرت بل کی جانب لگی ہوئی ہونگی ہمارا یہ فرض ہے کہ ان کے لئے دعا کریں۔ خداوند تعالیٰ ان کو اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے اور ان کو صبر و استقامت بخشے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ؕ ② ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ③ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ④

ترجمہ:۔ وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گئی تاکہ ہم اُن کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں بیشک اللہ بڑے سُننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور

ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا (اپنا) کوئی کارساز مت قرار دو۔ اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا۔ نوحؑ بڑے شکرگزار بندہ تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں صاف کہہ سنایا کہ تم ملک میں دو بار خرابی کرو گے اور سرکشی کرو گے بڑی سرکشی۔

سب سے بڑا تحفہ :۔ اس وقت قرآن مجید کی جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں یہ پندرہویں پارے سورۂ بنی اسرائیل کی ہیں۔ معراج شریف کے بارے میں میں نے گزشتہ روز مختصراً عرض کیا تھا کہ وہ کیا ہے دوسرے اللہ تعالے نے حضرت محمدؐ کو اس دن کیا تحفہ دیا تھا۔ آنحضرت صلعم بہت سے تحفے لائے تھے مگر ان میں سے سب سے بڑا تحفہ جو اپنی امت کے لئے لائے تھے وہ نماز پنجگانہ تھی وہی معراج شریف کا ایک عظیم تحفہ تھا۔ چنانچہ اسی سورہ میں آگے چل کر اللہ تعالے نماز پنجگانہ کی مزید وضاحت فرماتا ہے۔

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

ترجمہ :۔ قائم رکھو نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لئے۔ قریب ہے کہ کھڑا کردے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں۔

خداوند تعالے نے نماز پنجگانہ کے اوقات مقرر کئے ہیں اور اسکی ذمہ داری عاید کی ہے کہ پانچوں وقت نماز پڑھی جائے اگر آپ پانچوں وقت نماز ادا کریں گے اور تہجد کی نماز بھی پڑھیں گے تو خدا آپ کو مقام محمود عطا کرے گا۔ یہ ہدایت تمام مسلمانوں کے لئے ہے آپ کو معلوم ہے کہ وہ مقام محمود کون سا ہے؟ وہ مقام محمود بے حد بلند مقام ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ پیدا ہوئے سکندر اعظم، نپولین، چنگیز خاں

وغیرہ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے عہد حکومت میں دنیا کے ایک وسیع و عریض حصّہ کو فتح کیا جہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں انسان بستے تھے بلاشبہ تاریخ عالم میں وہ بہت بڑے فاتح کہلاتے ہیں انہوں نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے جسم تو فتح کر لئے مگر وہ ان آدمیوں کے دل فتح نہ کر سکے یہ درجہ خدا نے صرف نبیوں اور پیغمبروں کو عطا کیا ہے جنھوں نے بجائے ملکوں کے انسانوں کے دلوں کو فتح کیا ان کے پاس نہ خزانے تھے اور نہ تلواریں۔ اس کے باوجود اُنھوں نے دلوں کو فتح کیا اور ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی اُن کا سکّہ انسانوں کے دلوں پر رواں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی محبت اور ان پر عقیدت رکھنے والے کروڑوں انسان آج بھی دنیا کے طول و عرض میں موجود ہیں اسی طرح حضرت محمدؐ کے اُمتیوں اور فدائیوں کی عظیم جماعت بھی دنیا کے ہر حصّے اور ہر گوشے میں آباد ہے اور قیامت تک اسی طرح آباد رہے گی یہی نہیں بلکہ اس کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

"نماز کی فضیلت کہاں تک بیان کی جائے، بلکہ جتنی بھی بیان کی جائے کم ہوگا۔ غرض خداوند تعالیٰ نے اسی کو مومن اور کافر کی پہچان کا معیار قرار دیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو منافق کے سر پر سُستی سوار ہو جاتی ہے اذان کی آواز سنتے ہی اس پر پہاڑ سا گر جاتا ہے حضرت محمد صلعم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو نماز ترک کرتا ہے اس کی دین داری میں نقص آجاتا ہے ایک دوسری جگہ فرمایا کہ نماز دل کی روشنی ہے اگر دل کی تاریکی دُور کرنا چاہو تو نماز پڑھو ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں طائف کا ایک وفد حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں نماز، جہاد اور زکوٰۃ سے معاف کیا جائے جس کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب کچھ معاف کیا جا سکتا ہے مگر نماز معاف نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ نماز کے بغیر یعنی پاکیزگی اور طہارت کے بغیر کوئی زندگی نہیں۔"

مسلمانوں کو قرآن مجید پر یقین کامل کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا "حق و باطل کی باہمی ٹکر ابتدائے آفرینش سے ہوتی آئی ہے۔ ؎

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؑ و یزید

ایں دو قوت از حیات آمد پدید

حق پرستوں کے اوصاف:۔ "حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۵﴾

ترجمہ:۔ اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں، فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا، بڑائی کرنے والا۔ جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار رکھا ہے ہم نے کافروں کیلئے عذاب ذلت کا۔ اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں

کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بُرا ساتھی ہے۔

آپ کو یاد ہے کہ ایک طرف حضرت موسیٰؑ تھے اور دوسری طرف ان کے مقابلہ میں فرعون تھا۔ ایک طرف حضرت شبیرؑ تھے اور ان کے مقابلہ میں یزید تھا دونوں حالت میں حق و باطل کا آپس میں مقابلہ تھا مگر آخر کار حق کو فتح ہوئی اور استبداد اور ظلم کو شکست۔ اس کی وجہ کیا تھی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس حقیقت کو آشکار کیا ہے ؎

شاہ است حسینؑ پادشاہ است حسینؑ　　دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دستِ یزید　　حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

حضرت حسینؑ نے راہ حق میں اپنی جان دے کر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو بیدار کر دیا بلکہ دنیا کے لئے حق و باطل کی باہمی آویزش اور باطل پر حق کی فتح کا ایک معیار قائم کر دیا انھوں نے حق کی خاطر مارنا نہیں مرنا سکھایا۔ ایسی شاندار قربانی کی مثال ہمارے سامنے ہے ہمیں لازم ہے کہ قرآنی احکام کی تعمیل کریں اور حضرت حسینؑ کی قربانی سے سبق حاصل کریں اور جھوٹ کے سامنے کبھی سرنگوں نہ ہوں۔ مسلمانوں نے جب تک اس کے مطابق عمل کیا دنیا میں سرفراز ہوئے اور کامیابی اور کامرانی نے ہر طرف سے بڑھ کر ان کے قدم چومے۔ دوامی زندگی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ باطل کے ساتھ ٹکرانے ہی سے انسان کی حق پرستی کا جوہر کھلتا ہے اور اس کی قوت بازو آشکار ہوتی ہے اور وہ سب سے اپنا لوہا منواتا ہے اس لئے آپ بھی اپنے آپ کو بلند و بالا رکھئے اور باطل کی طاقتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے راہ حق پر چلئے اور اس میں اگر جان بھی جاتی رہے تو بقول غالب یہ سمجھئے کہ حق ادا نہیں ہوا ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زندہ و پائندہ وہی لوگ ہیں جو حق کی حمایت کرتے ہیں اور بقول مولانا محمد علی جوہرؒ

وہ ڈنکے کی چوٹ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں اور جب تک دنیا باقی رہے گی
ان کی یہ صدائے حق فضائے آسمانی میں گونجتی رہے گی۔

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بول بالا ہمیشہ حق پرستوں کا ہوگا حضرت حسینؑ کی بے مثال قربانی
کا یہ اثر ہے کہ کروڑوں انسان حسینؑ کا نام بلند کرنے والے ہیں مگر یزید کا
نام لیوا کوئی بھی نہیں۔

تحریک کشمیر کے تین عنوان:۔ "سب سے پہلے میں یہ بتا دینا
چاہتا ہوں کہ آج سے ستائیس سال قبل خانقاہ معلیٰ کے مقدس مقام
سے ہماری تحریک کشمیر کا آغاز ہوا تھا اور اپنے ملک کو شخصی راج اور
استحصالی قوتوں سے آزاد کرانے کا ہم نے عزم کیا تھا۔ ہماری اس تحریک
نے اس عرصہ کے اندر ایک طویل سفر طے کیا ہے جسے تین دَور میں تقسیم کیا
جا سکتا ہے چنانچہ پہلے دَور میں عوام کے اندر بیداری کی روح پھونکی دوسرے
میں بلا لحاظ مذہب و ملت ان کی تنظیم کی اور تیسرے میں اپنا نصبُ العین
تعین کر کے اس کے مطابق عمل کرنا شروع کیا پہلا دَور سنہ ۳۱ء سے سنہ ۳۸ء
تک تھا دوسرا ۳۹ء سے سنہ ۴۵ء تک اور تیسرا سنہ ۴۶ء "کشمیر چھوڑ دو"
کے نعرہ سے شروع ہوتا ہے ہمارے نصب العین کا بنیادی اصول یہ ہے کہ
"سرداری عوام کا حق ہے" اور اس ملک کے باشندے اپنی قسمت کے آپ
مالک ہیں اور ان کی مرضی اور خواہش کے بغیر کوئی فیصلہ ان پر ٹھونسا نہیں
جا سکتا دوسرے لفظوں میں آپ یوں کہئے کہ یہ ملک ہمارا ہے اور اس کا
فیصلہ ہم کریں گے خواہ اس جدوجہد میں کتنی ہی تکلیفوں کا سامنا کیوں نہ
کرنا پڑے اور کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں۔

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی:۔ "سنہ ۴۶ء میں قربانی دینا
جس طرح اس دَور کی جدوجہد کا ایک جزو تھا اسی طرح سنہ ۴۷ء کے آخر میں حکومت

کی ذمہ داریاں سنبھالنا بھی تھا۔ وزارت کے دوران میں بھی ہیں نے کبھی عوام سے یہ نہیں کہا کہ تم اپنی منزل مقصود پر پہونچ گئے ہو اور اب آرام کرو بلکہ میں نے ہمیشہ یہ کہا کہ عنانِ حکومت سنبھالنا ایک عارضی مقام ہے اور منزل مقصود تک پہونچنے کا ایک ذریعہ ہے کرسیاں سنبھالنا اصل منزل نہیں بلکہ اصل منزل ابھی دُور ہے اور وہ بنیادی حقوق کے حصول کو دائمی بنانا ہے آپ نے اپنے رفقائے کار کو یہ نصیحت کی کہ وہ سرِ راہ دَم لینے کے مقام کو منزل مقصود سمجھ کر ڈیرے نہ ڈال دیں اور میرا نعرہ ہر وقت یہی رہا ہے سہ

" چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی "

ساحلے اُفتادہ گفت گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چیستم
موجے ز خود رفتۂ تیز خرامید و گفت
ہستم اگر می روم گر نروم نیستم

یہ اشعار زندگی کے فلسفۂ حرکت و سکون کے آئینہ دار ہیں اور ان کے ذریعہ اس حقیقت ابدی کو بیان کیا گیا ہے کہ زندگی کا دوسرا نام سکون نہیں، حرکت ہے اور حرکت بھی دوامی۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ساکن و جامد ساحل نے کہا کہ اگرچہ وہ ایک زمانہ سے زندگی بسر کر رہا ہے مگر اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ اس کا جواب ایک بے تاب اور بے چین موج نے تیز خرامی سے یہ دیا کہ اگر میں حرکت کروں تو میرا وجود ہے ہی ورنہ نہیں یعنی موج کی زندگی کا انحصار اسی پر ہے کہ وہ نہ صرف خود پیہم موج زن رہے بلکہ دریا کو بھی وقف اضطراب و حرکت رکھے اور ساحل کی طرح کبھی سکون آشنا نہ ہونے دے وہی انسان کی کیفیت ہے اس کی زندگی بھی اس وقت تک کار آمد ہے جب تک یہ محوِ حرکت و عمل رہے اور جب کسی عارضی مقام کو منزل مقصود سمجھ کر یہ رک جائے تو اس کی بھی موت واقع ہو جاتی ہے اسی طرح وہ قوم بھی کبھی مر نہیں سکتی جو اپنی منزل تک پہونچنے کی تگ و دَو میں

مسلسل مصروف رہتی ہے۔

"مجھے افسوس ہے کہ عارضی قیام کی عارضی دلچسپیوں نے کچھ ساتھیوں کو مسحور کر لیا ہے اور وہ قافلے کو راستہ ہی میں چھوڑ کر غافل ہو گئے بلکہ دوسروں کا بھی راستہ روک رہے ہیں اور ان کو بھی آگے بڑھنے نہیں دیتے بلکہ منزل کے راستہ کے نشانات تک مٹا رہے ہیں لیکن میں ریاست جموں وکشمیر کے عوام سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں اور اس سے مایوس نہ ہوں کہ ان کے راستہ میں مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کر دئے گئے ہیں اور چلا چلا کر کہا جا رہا ہے۔" یہی ہے وہ منزلِ مقصود جس کی تلاش میں تم ۱۹۳۱ء کی ایک سہانی صبح کو روانہ ہوئے تھے "مگر رکاوٹیں اولوالعزم افراد اور جماعتوں کے نزدیک کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں جب کوئی قوم کسی مقصد کے حصول کے لئے مستحکم ارادہ کر لیتی ہے تو اس کا ثمرہ لازمی طور پر کامیابی ہوتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے ؎

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

پاک مقاصد کے لئے پختہ یقین پیدا ہو تو راہِ عمل خود بخود کھل جاتی ہے آپ کو دنیاوی ساز و سامان، فوج اور اسلحہ کی ضرورت نہیں صرف سچے اور اولوالعزم انسان بننے کی ضرورت ہے اور جب تک کوئی قوم خود اپنے حالات کو [illegible] کی کوشش نہیں کرتی خدا بھی اس کے حالات نہیں بدلتا چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط۔ یہ قرآنی ارشاد ہے اگر آپ اپنی قسمت کے مالک بننا چاہتے ہیں تو اپنے اندر حالات اور ماحول کو بدلنے کی طاقت پیدا کیجئے۔ اور یاد رکھئے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر آپ خود اس کے درپے ہو جائیں تو آپ کو کوئی طاقت بنیادی حقوق سے محروم نہیں کر سکتی۔ یاد رکھئے دہلی یا کراچی میں بیٹھ کر آپ کی حالتِ زار کو کوئی بہتر نہیں بنا سکتا آپ کو خود اپنے ذرائع پیدا کرنا ہوں گے اور ان پر اعتماد کرنے ہی سے اپنے حالات کو آپ بہتر بنا سکیں گے۔

"ہم کس دور سے گزر رہے ہیں اور کن حالات سے ہمیں سابقہ پڑا ہوا ہے گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے دوران میں اس کی وضاحت کر چکا ہوں آج آپ کے سامنے میں ایک تحریری تجویز پیش کرتا ہوں اگر آپ کو اس کے ساتھ اتفاق ہے تو سچے دل سے خدا کو گواہ سمجھ کر اپنا ہاتھ بلند کریں۔"

عوامی اعلان:۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے مندرجہ ذیل تجویز اردو زبان میں پڑھی اور کشمیری زبان میں اس کا ترجمہ اور تشریح کر کے حاضرین سے رائے لی۔ جواب میں ہاتھوں کے جنگل کھڑے ہو گئے اور پرجوش نعروں کے درمیان عوام نے تجویز کو قبول کیا۔

تجویز:۔ "کشمیری عوام کا یہ اجتماع عظیم جس میں ریاست کے کونے کونے سے آئے ہوئے ڈیڑھ لاکھ سے زائد زن و مرد شامل ہیں حسب ذیل امور کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ

(۱) جب تک ریاست جموں و کشمیر کے مستقبل کو طے کرنے کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں ہوتا تب تک ریاست کے عوام کو درپیش سیاسی غیر یقینی، اقتصادی بدحالی، ذہنی

کوفت، جذباتی انتشار اور دوسرے مصائب سے نجات پانے کا کوئی امکان نہیں۔

(ب) ہندوستان اور پاکستان کے موجودہ کشیدہ تعلقات نہ صرف ایشیا کے استحکام کے لئے بھاری خطرہ کا سرچشمہ ہیں بلکہ ریاست جموں وکشمیر کی تباہی کا موجب بھی ہیں اور ان کشیدہ تعلقات کا سب سے بڑا سبب کشمیر کا جھگڑا ہے۔

(ج) ریاست جموں وکشمیر کے آئندہ تعلقات کے متعلق آخری فیصلہ کرنے کا حق اس ریاست کے عوام ہی کو حاصل ہے اور فیصلہ لینے کی صورت یہ ہے کہ ریاست کے عوام کو اپنا حق خود ارادیت غیر جانب دار بین الاقوامی ادارے کی نگرانی میں ایسے مسلمہ جمہوری طریقہ سے استعمال کرنے کا موقعہ دیا جائے جس پر فریقین اتفاق کر چکے ہیں یا دوسرا طریقہ جو فریقین کو قابل قبول ہو۔"

جدوجہد اور قربانی پر حلف نامہ:۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا "جو تجویز ابھی ابھی آپ نے پاس کی ہے اس کی تائید میں ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ قائم رہنے کے لئے آپ آج اس متبرک مقام، متبرک دن اور متبرک وقت پر میرے ساتھ حلف اٹھائیں۔" اور حسب ذیل حلف نامہ اردو میں پڑھا اور کشمیری زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اسے بھی عوام نے پورے جوش وہوش اور متفقہ آواز سے قبول کیا۔

حلف نامہ

"کشمیر کے عوام کا یہ اجتماع عظیم آج اس متبرک دن اور آثار شریف حضرت بل کے مقدس مقام پر حریت وآزادی کی راہ میں قربانی پیش کرنے اور جدوجہد آزادی کو جاری رکھنے کے لئے اس عہد کی تجدید کرتا ہے جو ۲۷ سال قبل خانقاہ معلیٰ

کے صحن پاک میں کیا گیا تھا اور اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کے الحاق کا آخری فیصلہ ابھی نہیں ہوا اور جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسمبلی کے ذریعہ انہوں نے الحاق کی تکمیل کرلی ہے وہ اپنی حد سے تجاوز کرکے غلط بیانی کا ارتکاب کررہے ہیں ہم اعلان کرتے ہیں کہ ۹ راگست ۱۹۵۳ء کو حکومت کا تختہ اُلٹنے کی جو سازش بروئے کار لائی گئی تھی اس کے نتیجے میں ریاست جموں وکشمیر میں کوئی ایسی اسمبلی ہی باقی نہیں رہی تھی جس کے ارکان کی اکثریت کو ملک کے عوام کا اعتماد حاصل ہو۔ ایک غیر نمائندہ اور پولیس کے سہارے کھڑی اسمبلی نے الحاق کے بارے میں اگر کوئی رائے ظاہر کی ہے یا آئین کے نام سے کوئی دستاویز عوام پر ٹھونس رہی ہے تو ہم اس کو جمہوریت کے اصول اور اخلاق کے ترازو میں کسی اہمیت کا مستحق نہیں سمجھتے ہم اسی یقین اور ایمان کا اظہار کرتے ہیں کہ کشمیر کے الحاق کا آخری فیصلہ وہی ہوگا جو حق خود ارادیت کا استعمال کرکے ریاست کے عوام اندرونی اور بیرونی دباؤ سے آزاد رہ کر جمہوری طریقے کے مطابق صادر کریں گے۔ ہم حلف اُٹھاتے ہیں کہ عوام کے اس مطالبہ کو حاصل کرنے کے لئے ہم اپنی پُرامن اور مسلسل جدوجہد کو منظم طریقے سے جاری رکھیں گے اور اس راہ میں ہر ممکن قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔"

عدم تشدد کی تلقین:۔ شیخ صاحب نے فرمایا آؤ اس امر کا تہیہ کریں کہ ہمیشہ کی طرح آئندہ بھی کشمیر کی تحریک آزادی فرقہ پرستی اور تنگ نظری سے بالاتر رہے گی اور خدمت خلق اللہ اس کا طرۂ امتیاز ہوگا اور تحریک کے دوران میں عدم تشدد کے اصول پر کام کرکے قربانی کا راستہ اختیار کیا جائے گا یہی صداقت پرستی کا بنیادی اُصول ہے۔

اس کے علاوہ شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا کہ "آپ اصلاحِ نفس کریں کیونکہ تحریک اور آپ کی کامیابی کا انحصار آپ کی اصلاح نفس پر ہے مادی طاقت سے ہم محروم ہیں۔ ہمارے پاس دولت نہیں کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ اگر یہ چیزیں بھی ہوتیں۔ پھر بھی میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان مادی طاقتوں پر بھروسہ کرنے کے لئے خدا کے فضل وکرم اور امداد پر ہی بھروسہ کریں۔ خدا کا فضل وکرم ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو خدا کے بنائے ہوئے اصول حیات کو اپنا لیتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ قرآنی آیت پڑھی۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

ترجمہ:- اے ایمان والو! اگر تم مدد کروگے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور جمادے گا تمہارے پاؤں۔

پھر آپ نے حاضرین کو خدا سے صبر اور نماز کی امداد مانگنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا نماز، روزہ اور دوسرے فرائض کو انجام دو اللہ کی اعانت تم کو حاصل ہوگی فضولیات سے اجتناب کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ ضروریات اور فضولیات میں اسلام نے جو فرق رکھ دیا ہے اس کو نہ بھولو، یاد رکھو قناعت پر اکتفا کرنا ہر شخص کے لئے راحت ہے۔ اس وقت مالی مشکلات اور غذائی مشکلات کا سامنا ہے اسلئے بھی قناعت سے کام کریں۔

مالی امداد کی اپیل:- سنہ ۳۱ء سے تحریک کو منظم طریقہ سے چلانے کے لئے ڈھانچہ تیار کیا تھا۔ ۹ راگست سنہ ۵۳ء کو وہ ختم کر دیا گیا اب ہمیں ہر ایک چیز کے لئے نئے سرے سے ابتدا کرنی ہے اور نئے تنکے چن کر اپنا گھونسلا اور آشیانہ بنانا ہے۔ مالی ضروریات تحریک کے لئے خشت اول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس سلسلے میں پچھلے ۲۷ سال کا تجربہ بطور ثبوت

پیش کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے بڑی بڑی رقموں پر کنیت کے صرف چار آنوں کو ترجیح دی ہے۔ قوم کے عام اور غریب افراد اپنی محنت کی کمائی سے سال بھر کے بعد جو چار آنے دیتے رہے ہیں۔ یہ اسی کی برکت تھی کہ تحریک طاقت سے چلتی رہی۔ آئندہ بھی ہماری تحریک کے مالی سرمایہ کی بنیاد ہی عوام کی چونی رہے گی۔ شیر کشمیر فنڈ کے نام سے تحریک کے لئے ہم روپیہ جمع کریں گے۔ اس سلسلے میں رسید بکس چھپ کر آئیں گی جس کے بعد فراہمی کا کام شروع ہوگا اور موزوں و با اختیار رفیقوں کو اس کام پر لگایا جائے گا اس لئے آپ حضرات کو تحریک کے مالی پہلو کی طرف بھی اپنے فرائض انجام دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اس سلسلہ میں بخل نہیں کرنا چاہئے۔ اے اللہ! ہم ترے عاجز بندوں نے اس مقدس مقام پر جو اعلان کیا ہے تو اس پر ہمیں قائم رکھ اور اس میں برکت دے اور جو عہد ہم نے کیا ہے اُسے برقرار رکھ اور اس کے پورا کرنے میں ہماری مدد کر اور ہم سب کو مصائب و آلام سے نجات دے"۔

آخر میں شیخ صاحب نے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آج اور گزشتہ اجتماعات میں انتظامات کئے اور کہا

"اگرچہ ہمارے پاس باقاعدہ والنٹروں کی کوئی تنظیم نہیں مگر مخلص نوجوانوں نے اپنے طور پر جس خوش اسلوبی سے انتظام کیا اس کے پیش نظر کسی باقاعدہ والنیٹر تنظیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی خدا ان نوجوانوں کو ملک و قوم کی خدمت کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔

"مجھے ٹرانسپورٹ ایسوسی ایشن کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے رضا کارانہ طور پر عوام کے لئے ٹرانسپورٹ کی سہولتیں بہم پہونچائیں ان کا یہ کام بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ زائرین کے ساتھ انہوں نے جو نیک برتاؤ کیا خدا انہیں اس کا اجر عظیم دے۔

اے خدا ہمیں اپنے نیک ارادوں میں مستحکم رکھ اور ہماری مدد فرما اور ہمیں تمام مصائب سے نجات دے۔ آمین"

مولانا آزادؒ کے انتقال پر تعزیتی تار

"میری بیوی، میں اور میرے رفقائے کار امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے انتقال پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتے ہیں۔
اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

ان کی موت سے ہندستان ایک صفِ اول کے سیاستداں سے محروم ہوگیا۔ اُن کا سیاسی تدبّر، مذہبی، علمی، ادبی تجربہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اُن کی موت نے آپ سے عمر بھر کا ایک ساتھی چھین لیا اور ملک سے ایک فلاسفر اور آزادی کے میدان کا ایک جنگجو رہنما اُٹھ گیا۔

ازراہِ کرم ہماری طرف سے خود بھی دلی ہمدردی اور تعزیت قبول فرمایئے اور مرحوم و مغفورؒ کے پسماندوں تک بھی ہمارے یہ جذبات پہونچایئے۔

تعزیت گزار
شیخ محمد عبداللہ

یہ تعزیتی ایکسپریس تار پنڈت جواہر لال نہرو، مس مردولا سارا بھائی اور مولوی حفظ الرحمٰن ممبر پارلیمنٹ و ناظم جمیعتہ علماء ہند کو بھیجے گئے۔

درگاہ آثار شریف حضرت بل میں تقریر

۲۸ فروری ۵۸ء کو درگاہ آثار شریف حضرت بل میں بعد نماز جمعہ شیخ محمد عبداللہ نے لاکھوں کے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"گزشتہ جمعہ میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ ہندوستان کی ایک مایۂ ناز ہستی مولانا ابوالکلام آزاد علیل ہیں اس لئے ان کی صحتیابی کے لئے دعا کریں، مگر قانون قدرت سے کسی کو چھٹکارا نہیں جب اجل کا وقت آجاتا ہے تو ایک لمحہ کے لئے آگے پیچھے نہیں رہا جا سکتا۔ مولانا مرحوم کی زندگی کا وقت پورا ہو چکا تھا اور وہ اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ زندگی میں اختلافات بھی ہوتے ہیں مگر انسان کی موت کے بعد وہ باقی نہیں رہتے اور مرنے والے کی صرف نیکی اور بزرگی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مولانا مرحوم کی شخصیت، ان کی علمی قابلیت اور دانشوری کا ایک دنیا کو اعتراف ہے اُن کی تصنیفات، ترجمانِ قرآن، تذکرہ اور جرائد الہلال اور البلاغ نے دنیا سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ ان کی خطابت اور سحر نگاری نے آزادی اور انقلاب کے پودے کی آبیاری میں بڑا نمایاں کردار انجام دیا۔ کروڑوں انسانوں کو ان کی وفات کا صدمہ ہے۔"

"ایک دوسرا سانحہ مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الاسلام دیوبند کی وفات کا ہے وہ بھی علم کے دریا اور تحریک آزادی کی صفِ اول کے رہنما تھے اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں آپ اپنی نظیر تھے۔ بہت کم وقفہ میں آگے پیچھے یہ دونوں بزرگ ہستیاں داغِ مفارقت دے گئیں۔ مولانا مدنی مرحوم مغفور کی وفات سے نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ پورے عالم اسلام کو نقصانِ عظیم پہونچا ہے۔ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔"

اس موقعہ پر خواجہ عبدالرحیم بانڈے متولی و سجادہ نشین درگاہ آثار شریف

حضرت بل نے فاتحہ خوانی کرائی اور مرحومین کی روح کو ثواب پہونچایا اور ایک تجویز بھی پاس ہوئی جس میں پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ اس کے نقول متعلقین کو بھیجدئے گئے۔

پکڑ دھکڑ اور گرفتاریاں:۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا

"پچھلے ہفتہ ہمارے ساتھیوں کو وادیٔ کشمیر کے مختلف علاقوں سے گرفتار کر کے بند کر دیا گیا اور مختلف تھانوں میں اُن کے ساتھ انتقامی سلوک کیا جا رہا ہے۔ جدوجہد میں ایسے مرحلے آیا ہی کرتے ہیں ان حالات میں گھبرانے اور پست ہمت ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے کہا میرا ارادہ دیہات کے دورہ پر جانے کا تھا۔ سوپور اور بارہمولہ کے دورہ پر اس ہفتے جانا تھا۔ مگر سیکڑوں کارکنوں اور ساتھیوں کی گرفتاری کی وجہ سے اُسے ملتوی کرنا پڑا۔

افواہ بازی سے اجتناب:۔ قبل اس کے کہ کچھ کہوں آپ سے یہ کہنا ضروری ہے کہ یہاں افواہ بازیوں کی عادتِ بد عام ہے لوگ مختلف قسم کی افواہیں پھیلاتے ہیں اور عوام یقین کر لیتے ہیں۔ اس عادت سے عوام کو اجتناب کرنا چاہیئے مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ افواہوں پر یقین کریں۔ ہمارے پاس قرآن مجید کی تعلیم ہے جو صداقت پرستی کا سبق دیتی ہے۔ قرآن پاک کی ہدایت ہے کہ مصیبت کا وقت آئے تو خدا کی طرف رجوع کرو۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم مظلوم ہیں۔ اگر مظلومی کی حالت میں ہمیں اللہ کی امداد اور اعانت حاصل ہو جائے تو کوئی ہمیں ختم نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ خدا کی راہ میں حق کے لئے خوب محنت اور کوشش کرو اور حق کی حمایت اس طرح کرو جس طرح اس کا حق ادا ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ المعرُفِ وَ تَنھَونَ عَنَ المُنکَرِ وَتُومِنُونَ بِاللہِ وَلَوامَنَ اَھلُ الکِتٰبِ لَکَانَ

خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ۝

ترجمہ:- "(اے پیروان دعوت ایمانی) تم تمام اُمتوں میں "بہتر اُمت"
ہو جو لوگوں (کی ارشاد و اصلاح کے لئے ظہور میں آئی ہو) تم نیکی کا حکم دینے والے،
بُرائی سے روکنے والے اور اللہ پر (سچا) ایمان رکھنے والے ہو اور اگر اہل کتاب
(مخالفت و سرکشی کی جگہ) ایمان لاتے تو یہ ان کے لئے بہتری کی بات ہوتی
(اور ہدایت وارشاد عالم کا کام ان کے ہاتھوں انجام پاتا لیکن وہ اس کے
اہل ثابت نہ ہوئے) ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان رکھنے والے ہیں لیکن
بڑی تعداد انہی لوگوں کی ہے جو دائرہ ہدایت سے یکسر باہر ہو چکے ہیں۔ وہ
(کتنی ہی تمہاری مخالفت کریں، لیکن) اذیت پہونچانے کے سوا تمہارا
کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو یاد رکھو انہیں لڑائی میں
پیٹھ ہی دکھلانی پڑے گی اور کبھی فتحمند نہ ہوں گے"

حضرت محمد صلعم سے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ
جو آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہیں یعنی نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے تم کو بہترین اُمت کہا ہے جب تم کو اتنا بلند مرتبہ ملا ہے تو لازم
ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بات سے منع کرے اس سے منع ہو جاؤ اور جس کا حکم دے اس کی
تعمیل کرو یاد رکھو لا اکراہ فی الدین دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے۔ ملتِ ابراہیمؑ
پر قائم رہو اور اس دین کے نازل ہونے سے قبل ہی تمہارا نام مسلمین رکھا گیا ہے
اس لئے مسلمانوں میں جو اوصاف ہونے چاہئیں تم اپنے اندر پیدا کرو۔ نماز ہر حالت
میں قائم رکھو۔ نماز کسی صورت بھی معاف نہیں کی جا سکتی۔ خدا کے حکم کا پابند رہ کر اس کا
دامن مضبوطی سے پکڑو وہی ہمارا بہترین مددگار اور معاون ہے وہی ہمارے اور
آپ کے لئے بہترین سہارا ہے۔"

"ہم پر سختیاں کی جا رہی ہیں اور ہمارے ساتھیوں کو تنگ کیا جا رہا ہے

مگر تم اپنی جد وجہد اور کوشش جاری رکھو اور اپنے نصب العین کو پُر امن رہ کر حاصل کرو۔ ہر حالت میں اپنے ہوش و حواس قائم رکھو۔ ہمارے سامنے ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے جو دنگہ اور فساد سے طے نہیں پا سکے گا۔ کامیاب انسان وہ ہے جو سورۂ والعصر میں بیان کئے گئے چار اصولوں پر قائم رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

:- قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے، اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر وتحمل کی تاکید کرتے رہے۔

"اس سورت میں سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں پر خسارے میں ہونے کا حکم کیا ہے سوائے اُن کے جو ان چار باتوں کو اختیار کریں، ایمان لانا، نیک عمل کرنا اور ایک دوسرے کو دینِ حق کی تاکید اور صبر کی نصیحت کرنا پس نجات جب ہی ہوگی جب یہ چاروں باتیں آدمی میں پائی جائیں۔ کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ اس نے کہا کہ اس سورت کے معنی میں نے ایک برف بیچنے والے سے سمجھے وہ کہتا تھا رحم کرو اس شخص پر جس کی پونجی گلتی جاتی ہے۔

"میں بھی آپ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر آپ اپنے مقصد میں کامیابی چاہتے ہیں اور جو رکاوٹیں آئے دن آپ کی راہ میں کھڑی کی جاتی ہیں اُن کو دور کرکے حالات پر قابو پانا چاہتے ہیں تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ سورۂ والعصر کے ان چار اصولوں کو اپنایئے اور ان پر سختی سے عمل کیجئے تو پھر کامیابی یقینی ہے۔ سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لایئے اور اس کی وحدانیت پر ایمان وہی لا سکتا ہے جو امام حسینؑ کی طرح سچائی کی حمایت میں اپنی جان تک کی قربانی پیش کر دے (۲) خود عمل صالح یعنی اچھے کام کرے (۳) تاکید کے ساتھ حق کی تبلیغ کرے اور اپنے حلقۂ اثر میں حق کی تعلیم دے خود حق پر قائم رہے اور دوسروں کو قائم رکھے

اور (۴) خود صبر کرے اور دوسروں کو صبر کی تلقین کرے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت ہے کہ حق کا علم ہاتھ سے نہ چھوٹے اور اس راہ میں جو مشکلات آئیں اُن کو صبر اور نماز کی پابندی کے ساتھ برداشت کیا جائے۔

۲۱ فروری ۵۸ء کے واقعات:- گزشتہ جمعہ کو یہاں اڑھائی لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ تمام وادی سے لوگ شرکت کے لئے آئے تھے۔ اس موقعہ پر میں نے تقریر کی وہ پُرامن ماحول میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد نماز اور زیارت کی تقریب نہایت اچھی فضا میں ختم ہوئی۔ نماز عصر کے بعد میں سیدھا گھر چلا گیا اس وقت یہاں ہر طرف امن و سکون تھا۔ گھر پہنچنے کے تھوڑے وقفہ بعد معلوم ہوا کہ حضرت بَل میں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ حکمران ٹولی جس کے بعض افراد کا کردار سب کو معلوم ہے انہوں نے گڑبڑ کرانے کے لئے پہلے ہی سے سازش کر رکھی تھی۔ جس کے مطابق تصادم کرایا گیا۔ یہ بھی میں نے سُنا تھا کہ فساد کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ان میں اختلاف ہو ا تھا۔ بعض اس کے حق میں نہ تھے۔ مگر چند سرپھرے افراد فساد کرانے پر مُصر رہے۔ بہر صورت طے شدہ تجویز کے مطابق فساد کرایا گیا۔ فسادی غنڈے دو ایک لاریوں میں آئے تھے اور پولیٹیکل کانفرنس اور محاذ رائے شماری کے والنٹیروں پر انہوں نے نماز سے قبل ہی کوئی حملہ کیا تھا اور حکمران پارٹی کے اِن حملہ آوروں میں وہ افراد بھی شامل تھے جن کا اعمال نامہ کافی داغدار اور سیاہ ہے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہندوستان سے آئے ہوئے افسر جو اپنے بلند اخلاق کے متعلق بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں وہ ان غنڈوں کی کیوں حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ پہلے کارکنوں کے کیمپ پر حملہ کیا گیا اور جب وہاں سے وہ واپس ہوئے تو راجہ باغ کی طرف چلے گئے۔ پانچ بجے کے قریب جب عوام واپس ہو رہے تھے تو انہوں نے لاؤڈ اسپیکر پر گالیاں دینا شروع کیں اور عوام کو مشتعل کرنے کے سلسلہ کی ابتدائی اور اس کے بعد عوام پر پتھراؤ کیا اور تیزاب پھینکا جس سے کچھ بچے اور

عورتیں زخمی ہوگئیں۔ میڈیکل کیمپ پر انہوں نے خود حملہ کرکے سامان لوٹا۔ سرکاری جیپیں جو مالِ مفت اور دلِ بے رحم کے مصداق ہیں خود جلائیں اور اس کے لئے طے شدہ سکیم کے مطابق پراپاگنڈا کرایا گیا۔ یہ کہلوایا گیا کہ یہ سب کچھ محاذ رائے شماری اور پولیٹیکل کانفرنس کے ورکروں نے کیا ہے۔ اس کے بعد رات گئے تک ان لوگوں نے حضرت بل اور شہر کے اہم ناکوں پر بے گناہ لوگوں کی پکڑ دھکڑ اور مار پیٹ جاری رکھی۔ پولیس کے ایک بدنام افسر نے لاری کے اڈے پر خواجہ غلام قادر سابق ممبر پارلیمنٹ اور خواجہ علی محمد بٹ پر حملہ کیا اور خواجہ غلام قادر کو خوب زدو کوب کرکے نیم مردہ بنایا گیا اور بے ہوشی کی حالت میں کوٹھی باغ تھانہ پہنچایا گیا۔ اسی قسم کے تشدد کا نشانہ کئی اور کو بھی بنایا گیا"۔ شیخ صاحب نے مزید کہا کہ گرفتاریاں اور گرفتاریوں کی سازش کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جس کا مجھے علم نہ تھا۔ میری رہائی سے پہلے ہی ایسے منصوبے باندھے گئے تھے۔ پہلے تو وہ میری رہائی کے لئے تیار نہ تھے، مگر جب مجبور ہو گئے تو انہوں نے دو ڈھائی سو کارکنوں کی فہرست مرتب کی تاکہ رہائی سے قبل ان کو گرفتار کرکے دہشت پیدا کر دی جائے، مگر غالباً دہلی والوں نے ان کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور اس وقت یہ سکیم بیکار رہ گئی جسے اب وہ عملی صورت دے رہے ہیں۔

نیا منصوبہ:۔ جب فرقہ پرستی کے الزامات کا داؤ بھی ناکام رہا تو دنگہ فساد کرانے کے منصوبے باندھے گئے اور اسی پروگرام کے تحت گذشتہ عید گڑبڑ کرا کر میرے ساتھیوں اور چیدہ چیدہ کارکنوں کو گرفتار کرایا اور اب اُن کو اخلاقی مجرم بنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ گرفتاری ہر ایک علاقے میں ہوئی ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے نہ معلوم کب تک اور کہاں تک جاری رہے گا۔ گرفتار شدگان کو قانونی امداد بہم پہنچانے کی خاطر وکیلوں کو بغرض مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسلام آباد سے ڈاکٹر عبدالمجید اور کوچک صاحب آئے تھے۔ واپسی پر خانیار میں ان کو دوسرے ساتھیوں سمیت بمعہ کار گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ہے یہاں کے لاء اینڈ آرڈر کے دعویداروں کی حالت۔

امن کی تلقین اور وقت کی ضرورت:۔ شیخ محمد عبداللہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم دنگہ فساد اور جھگڑوں کے ساتھ دلچسپی نہیں رکھتے۔ ابتدا سے ہم امن کے خواہاں ہیں اور کشمیر کے پیچیدہ مسئلے کا حل پر امن فضا میں چاہتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ اس کا حل دنگہ فساد اور جھگڑے کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مسئلہ نہ صرف یہاں پر امن فضا قائم ہونے سے بلکہ پاکستان اور ہندوستان کی باہم دوستی سے طے ہوگا۔ ہم ایک بر اعظم میں رہتے ہیں پاکستان میں کوئی مصیبت آئے تو اس کا اثر ہندوستان پر پڑے گا اور ہندوستان کو تکلیف پہنچے اس کا اثر پاکستان پر اور کشمیر کے مصائب کا اثر دونوں پر پڑے گا۔ ایک وقت تھا جب ہم سب ایک ہی ملک کے باشندے تھے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک تھے۔ تقسیم کے نتیجے میں کشیدگی سے جو اختلاف پیدا ہوگئے وہ دوستی سے ہی ختم ہو جائیں گے۔ ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان باہم قریب آجائیں۔ جتنا جلد وہ باہم قریب ہوکر بھائی بھائی بن جائیں گے۔ ہم عذاب سے نجات پائیں گے۔

مسئلہ کشمیر کے حل کا طریقہ:۔ ہماری خواہش ہے کہ دس سال سے ہند و پاکستان کے کشمیر کا جو مسئلہ ناسور بن گیا ہے وہ حل ہو جائے لیکن یہاں حکومت کی باگ ڈور جن کے ہاتھوں میں ہے وہ یہ نہیں چاہتے۔ ان کو امن سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ایسا فیصلہ ہو جو ہندوستان کے لئے، پاکستان کے لئے اور یہاں کے عوام کے لئے یعنی سب کے لئے قابل قبول اور باعزت ہو کیونکہ اس میں ان کا خسارہ ہے ہمیں یقین ہے کہ جب تینوں متعلقہ فریق مل بیٹھیں گے تو باہمی گفتگو سے کوئی ایسا مشترکہ فیصلہ ہو کر رہے گا جو سب کے لئے قابل قبول ہو گا۔

پریس کا معاندانہ رویہ:۔ آپ نے کہا کہ بدقسمتی سے ہندوستان کے پریس کے ایک بڑے حصے نے ہمارے بارے میں یکطرفہ جانب دارانہ اور معاندانہ روش کو اپنایا ہے اور وہ ہمارے متعلق غلط پراپگنڈا کر رہا ہے۔

گذشتہ جمعہ کے واقعات کے متعلق بھی ان اخبارات نے غلط حالات درج کئے۔ انہوں نے آنکھیں بند کر کے جھگڑے اور فساد کی ذمہ داری محاذ رائے شماری اور پولیٹیکل کانفرنس کے رضاکاروں پر ڈالی ہے اور جو کارکن اور ساتھی گرفتار کر لئے گئے ہیں ان کو قاتل، ڈاکو، آتش زن اور فسادی ظاہر کیا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہ اخبارات دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ صوفی محمد اکبر سابق ممبر پارلیمنٹ۔ ہمدانی صاحب سابق نائب وزیر غلام محمد بیگ سابق ممبر اسمبلی۔ غلام قادر بیگ سابق رجسٹرار۔ خواجہ غلام محمد حکین سابق ڈپٹی کمشنر۔ خواجہ حسام الدین باندے متولی زیارت شریف۔ مسٹر غلام محمد بٹ سابق سکریٹری ریڈ کراس سوسائٹی۔ حاجی غلام محی الدین تاجر وغیرہ غنڈے ہیں اور بخشی برادران کے پالتو غنڈے شریف ہیں۔ ان اخبارات کی یکطرفہ کارروائی ہندوستان کے لئے مفید ثابت نہ ہوگی۔ آپ نے کہا کہ ہمدانی صاحب کی تلاشی لی گئی۔ انہوں نے ریوالور خود پیش کیا جس کا لائسنس ان کے پاس موجود ہے۔ مگر اخبارات نے غلط رنگ دیا اور کہا کہ ہمدانی صاحب کے پاس سے ناجائز اسلحہ اور کارتوس برآمد ہوئے۔ عالی کدل میں حملے کا واقعہ پیش آیا۔ وہاں غنڈوں نے شریف شہریوں پر حملہ کیا اور اخبار والوں نے تشہیر کی کہ محاذ رائے شماری کے کارکنوں نے نیشنل کانفرنس کے کارکنوں پر حملہ کیا۔ یکطرفہ پراپاگنڈہ کا نتیجہ یہ ہے کہ کشمیر کے اصل حالات باہر نہیں جاتے۔ ہمارے تار رد کئے جاتے ہیں اور آدمیوں کو پرمٹ نہیں دیا جاتا کہ وہ ریاست سے باہر جا کر حالات نہ بتا سکیں۔ مولانا سعید مسعودی نے حکومت ہند اور باقی لیڈروں کو تار دئے مگر وہ سب روک لئے گئے۔"

گرفتاریوں کے وقت تشدد:- شیر کشمیر نے گرفتار شدگان کے گھر والوں کے ساتھ پولیس کی بدسلوکی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "کئی جگہ گرفتاری کے وقت گھروں کی تلاشی لی گئی۔ اس موقعہ پر مستورات کی بے حرمتی کی گئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ اگر مجھے اس وقت کچھ اختلافات بھی ہوں، تو آخر ہم اُن کے ساتھی رہے ہیں ان کے ساتھ جدوجہد میں کام کیا ہے۔

ان کے ساتھ جو تعلقات رہے ہیں وہ ختم نہیں ہوں گے۔ آج بھی ہمارے دلوں میں ان کی عزت ہے لیکن یہاں کے غلط طریقِ کار کو دیکھ کر تعجب آتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں غنڈہ گردی جاری ہے جو عوام کی نظروں میں پنڈت جی کی بلند پوزیشن پر حرف لانے کا موجب ہوتی ہے تو ہم کو دُکھ ہوتا ہے۔ پانچ سال سے جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اُس کا انجام ضرور خرابی پیدا کرے گا۔ اسی غلط طریق کار کا نتیجہ ہے کہ جو عمارت ۴۷ء سے ۵۳ء تک بنائی گئی تھی۔ وہ بھی ختم ہو چکی ہے اور غنڈہ عنصر نے اپنے قابلِ نفرت کارناموں سے عوام کو ہندوستان سے بدظن اور متنفر کر ڈالا ہے۔

مرکزی حکومت کے نمائندوں کا فرض:۔ شیخ صاحب نے کہا کہ "اس جھوٹے پراپگنڈا سے ہم کو دُکھ تو ہوتا ہے لیکن ہم کو یقین ہے کہ سچ آخر کار غالب آئے گا اور ظاہر ہو کر رہے گا۔ ۹ اگست ۵۳ء کی گرفتاری کے وقت یہ ثابت کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ صرف کیا گیا ہے کہ امریکہ کے ساتھ سازش کی گئی ہے۔ اس بہانے سے گرفتاری کی گئی۔ گولیاں برسائی گئیں۔ مگر پانچ سال کے بعد اس سلسلہ میں اُنہیں کافی خفت اُٹھانی پڑی ہے۔ آخر سچ سچ ہے۔ سچ کو زمین کے اندر دفن کر دو گے تو وہ سبزہ کی طرح پھوٹ کر باہر آئے گا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کے وہ افسر جو لاء اینڈ آرڈر کے ذمہ دار ہیں عوام کو اپنی انصاف پسندی کا یقین نہیں دلا سکتے اور اچھا ماحول پیدا کرنے کے لئے کچھ نہیں کر سکے۔ غنڈہ گردی کرنے والوں کا مفاد تو اسی میں ہے کہ کشمیر کا جھگڑا ہمیشہ جاری رہے اور وہ اس کو اپنی اغراض کے لئے ناجائز استعمال کریں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس غلط طریق کار سے ہندوستان کو اور پنڈت جی کو اور اُن کے ساتھیوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

عوامی فیصلہ:۔ شیخ صاحب نے کہا کہ "عوام نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ حکمران ٹولی پر ان کو کوئی اعتماد نہیں اور وہ صرف ملیشیا فوج اور سی۔ آر۔ پی کے سپاہیوں کے سہارے کھڑی ہے۔ بخشی صاحب کہہ رہے ہیں

کہ لوگ ان کے ساتھ ہیں مگر لوگوں نے اپنے عمل سے اس کی تردید کر دی اور ہندستان کے رہنماؤں خاص کر پنڈت جی کا فرض تھا کہ وہ صحیح نتیجہ پر پہونچ کر لوگوں کے قریب آتے لوگوں کی سنتے اور ان کی خواہشات کا احترام کرتے تو یقیناً کشمیر کا مسئلہ حل ہو جاتا اور انسانیت کا بول بالا ہوتا۔"

دورہ سر دست ملتوی :۔ آپ نے کہا کہ "ہم نے دیہات کے دورہ کا پروگرام بنایا تھا۔ شہر میں جو تقریریں ہوئیں ان سے مسئلہ کشمیر کی کافی وضاحت ہو گئی ہے اور ان کے اثرات اہلِ شہر پر واضح ہیں۔ غالباً مخالفین نے محسوس کیا ہے کہ دیہات کے دورہ سے عوام کے شبہات دور ہو جائیں گے اور معاملہ واضح ہو جائے گا۔ ۲۱ فروری کا فتنہ اس میں رکاوٹ ڈالنے کی غرض سے کھڑا کیا گیا ہے اور اس بہانے تقریباً ڈیڑھ سو چیدہ کارکن اب تک گرفتار کئے گئے ہیں جن کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی ہیں اور نی کس چند آنے خوراک کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور ان کو آج سخت سردی کے موسم میں سیمنٹ کے ٹھنڈے فرش پر رکھا گیا ہے۔ بستر وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ان میں اکثر کی صحت خراب ہے۔ کچھ ضعیف العمر ہیں۔ ہندستان کے حکام کو متنبہ کرتا ہوں کہ ملک کے ان مایہ ناز سپوتوں کو اگر غنڈوں کے انتقامی اور وحشیانہ سلوک کی وجہ سے کوئی جانی نقصان پہونچا تو اس کے نتائج خطرناک ہوں گے اور اس کی ذمہ داری حکومتِ ہند پر ہوگی۔ ہم غنڈہ گردی اور فریب کاری کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں ہیں۔ اور ہندستان اگر کشمیر پر ان لوگوں کی وساطت سے راج کرنا چاہتا ہے تو مجھے خدشہ ہے کہ اس کی یہ روش سب کے لئے تباہ کن ہوگی۔ ہم دنیا پر اپنی مظلومیت واضح کریں گے۔ ستائیس سال سے ہماری جدوجہد جاری ہے اور اسی مظلومیت کے خاتمہ کے لئے ہم لڑتے آئے ہیں اور اب بھی اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ یہ بات میرے سان گمان میں نہ تھی کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب کہ وہ آزاد ہندستان جسے گاندھی جی وجود میں لائے تھے اور جہاں پنڈت جواہر لال نہرو کی حکومت ہے۔ کشمیر کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلو

روا رکھے گا۔ کیا اس حقیقت کو اتنی جلدی فراموش کر دیا گیا ہے کہ کشمیر کے یہ لوگ وہی ہیں جو گاندھی جی کے نقشِ قدم پر چل کر "جواہر لال زندہ باد" کے نعرے بلند کرتے رہے ہیں اور یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اس گھناؤنے دور میں جب ہندوستان کے اندر انسانیت کا خون ہو رہا تھا اور ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا تھا گاندھی جی کی مشعلِ محبت و صداقت کو کشمیر میں روشن رکھا خود گاندھی جی نے کشمیریوں کے اس طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اس وقت فرمایا تھا کہ انہیں اس اندھیرے میں اگر کہیں (محبت انسانی کی) روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو صرف کشمیر میں مگر افسوس کہ اب اس روشنی کی کرن کا کیا ہوا؟ چند انسانوں کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے اب اسے پھونکوں سے بجھایا جا رہا ہے۔ مگر قرآن مجید میں آیا ہے

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ ترجمہ:۔ وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منھ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے روشنی اور پڑے بُرا مانیں منکر۔

اور مولانا ظفر علی خاںؒ نے بھی اس مفہوم کو ذیل کے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

یعنی نورِ حق کی وہ کرن جو گاندھی جی کو کشمیر میں نظر آتی تھی وہ لوگ جن کے گھناؤنے اغراض و مقاصد کو اس کی روشنی سے نقصان پہونچتا ہے یا وہ ان کو پورا نہیں کر سکتے اب اُسے بجھا رہے ہیں مگر یہ چراغ ان منکرینِ حق کی پھونکوں سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔ کشمیر کے طول و عرض میں لاکھوں انسانوں کو جس طرح ظلم و تشدد، خوف و ہراس اور نفرت و حقارت کے گہرے غاروں میں دھکیلا جا رہا ہے۔ حکومتِ ہند بھی اس کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتی مجھے اسکی سخت شکایت ہے اور اس کے نتائج ہندوستان بھر کے لئے خطرناک ہونگے

اس لئے میں پنڈت جواہرلال نہرو سے انسانیت کے نام پر یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تباہ کن رجحان کو روکیں میں ان سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر کشمیر کے عوام نے کیا قصور کیا ہے جس کی یہ سزا ان کو دی جارہی ہے۔ ہم نے ہر نازک اور مایوس کن مرحلہ پر ہندستان کا ساتھ دیا اور اس کا ہاتھ بٹایا۔ کیا اسی کا یہ بدلہ ہے؟ کیا اُس شیخ عبداللہ پر فرقہ پرستی کا الزام لگاتے ہوئے اس حقیقت کا قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ یہی وہ شیخ عبداللہ ہے جس کی قیادت میں لاکھوں مسلمانوں نے منظم ہوکر ایک ایک ہندو اور ایک ایک سکھ مرد وزن کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی اور انھوں نے اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں کے بچوں اور عورتوں کی جان وعزت کو اپنی جان وعزت سمجھا مگر آج جب کہ ہمارے ہی چند بھائی ذاتی اغراض سے اندھے ہوکر بے قصور کشمیری عوام پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں ان کی عورتوں کو بے عزت کرتے ہیں اُنکے گھروں اور دکانوں کو لوٹ لیتے ہیں تو بجائے اس کے کہ کسی کے دل میں انسانی ہمدردی اور خوفِ خدا پیدا ہو اور وہ ان کو روکے مختلف طریقوں سے ان لوٹنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور مدد دے کر ظلم وتشدد کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں کو اور بھی مضبوط کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ کتنے خود غرض اور غلط چشم ہو گئے ہیں

"شیخ عبداللہ کوئی نئی بات نہیں کہتا وہ آج بھی وہی بات کہتا ہے جو ۱۹۴۷ء میں کہی تھی میں ہر ایک کی عزت وآبرو کو اپنی عزت وآبرو سمجھتا ہوں اور اب بھی اگر ضرورت پڑے تو اس کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا سکتا ہوں مگر اس کے برعکس ہماری عزت و آبرو سے جو انسانیت سوز سلوک کیا جارہا ہے وہ گاندھی جی کے نام لیواؤں اور ان کیساتھ پیار ومحبت رکھنے والوں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ کئے گئے وعدوں کا کیا ہوا ہندستانی فوج بھیجتے وقت جو وعدہ کیا گیا تھا وہ کیوں پورا نہیں کیا جاتا۔ ہندستانی فوج کو اس لئے کشمیر نہیں بھیجا گیا تھا کہ وہ کشمیریوں کو ان کے حق خود ارادیت سے محروم کرے بلکہ اس کا مقصد تو ان کے اس حق کی حفاظت تھا اور ان کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا موقعہ دینا

تھا کہ ایک طرف تو فوج کی موجودگی سے کشمیری عوام مرعوب و خائف ہیں اور دوسری طرف جب ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وعدوں کو پورا کیا جائے تو ہمیں غدار اور ملک و قوم کا دشمن کہا جاتا ہے اور یہ بہانہ بھی تراش لیا جاتا ہے کہ اس مطالبہ سے ہندوستانی فوج اور ہندوستان کے دفاع کو خطرہ ہوگا۔ مگر میرے نزدیک اسے فوجی سوال نہیں بنانا چاہیئے خواہ کوئی ہندوستان کے ساتھ رہنے میں بہتری سمجھے پاکستان کے ساتھ تعلق رکھنے میں فائدہ محسوس کرے یا دونوں کے ساتھ اچھے روابط کا قائل ہو یہ اس کی مرضی ہے اور یہ کوئی جرم بھی نہیں۔

یہ آمرانہ روش ہے:۔ "آزادئی فکر اور آزادی اظہار جمہوریت کی جان ہے مگر حق بات کہنے والوں کو مختلف جیلوں سے روکا جا رہا ہے ان پر جبر و تشدد کیا جاتا ہے اور ان کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں محض چند غرض پرستوں کو برسر اقتدار رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ آمرانہ روش ہے۔ آمریت تو ویسے بھی خطرناک ہے مگر جس جھگڑے کا ابھی تک فیصلہ ہی نہیں ہوا اس میں آمرانہ روش اختیار کرنا بے حد خطرناک ہوگا۔ یہ جمہوری دور ہے اور ہر ملک کے باشندوں کو اس کا حق ملنا چاہیئے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی قسمت کا فیصلہ کریں اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ جب تک زندہ ہیں حق و انصاف کا مطالبہ کرتے رہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار رہیں۔

صبر و تحمل کی تلقین:۔ "آج کے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے یہ ایک غور طلب بات ہے۔ ہر قسم کے مصائب و آلام میں ہم گھرے ہوئے ہیں مگر آپ صبر و تحمل سے ان کو برداشت کیجئے۔ ذاتی تکالیف سے بے نیاز ہو کر آپ برابر حق و انصاف کے جھنڈے کو بلند رکھئے۔ حضرت امام حسینؑ کی طرح تکالیف کا سامنا کیجئے مگر سچائی کا دامن نہ چھوڑیئے اسی میں کامیابی اور نجات ہے۔ سچائی کے راستہ پر قائم رہ کر آپ کو دنیا پر اپنے بلند کردار کا اظہار کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ کشمیر کے باشندے امن پسند ہیں اور ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کے ملک کے مستقبل کا فیصلہ ان کی رائے سے کیا جائے۔"

موجودہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

ناروا سلوک:۔ "ہم پر اس وقت طرح طرح کے مظالم توڑے جا رہے ہیں اور ایسی گندی کوٹھریوں میں ہمارے ساتھیوں کو بند رکھا جاتا ہے جو گاؤ خانوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیا پنڈت جواہر لال نہرو کو کبھی اس کا احساس ہوا ہے۔ آخر وہ خود بھی جیل خانوں میں رہے ہیں اور متعدد بار قید بھی ہوئے ہیں مگر ایسی بدسلوکی انہوں نے کبھی نہیں دیکھی ہوگی اور جو شرمناک برتاؤ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ افسوس تو یہ ہے کہ پنڈت نہرو نے کبھی بھولے سے بھی نہیں پوچھا کہ ہمارے اوپر کیا گزر رہی ہے! اگر کشمیر کے موجودہ حکمران اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ ظلم و ستم کے ذریعہ وہ ہمیں مرعوب کر سکتے ہیں تو یہ ان کا خیال خام ہے۔ ہم نے جبر و تشدد کے سامنے دبنا نہیں سیکھا۔ اس پاک زیارت کا احترام کرتے ہوئے میں اُن سے کہوں گا کہ یہ سعئی لاحاصل ہے۔ شیخ عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کی گردنیں ظلم اور جھوٹ کے سامنے نہیں جھکیں گی۔ ہماری جنگ، انسانیت کی عظیم جنگ ہے اور ہم برابر انصاف کا مطالبہ کرتے رہیں گے۔

"خدا کے فضل و کرم سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ حق و انصاف کا جھنڈا میرے ہاتھ سے اسی وقت گرے گا جب میرے جسم میں جان باقی نہیں رہیگی اور میرے ہاتھ بے بس ہو جائیں گے۔ حضرت امام حسینؑ میدانِ کربلا میں سیکڑوں زخم کھانے کے باوجود سچائی کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رہے۔ انشاءاللہ ان کا یہ ادنیٰ خادم بھی اُنہی کے نقشِ قدم پر چلے گا۔

دیہات کا دورہ مُلتوی:۔ "میں نے طے کیا تھا کہ دیہات میں جا کر عوام کے حالات دریافت کروں گا، ان کی دلدہی کروں گا اور اُن کو صبر و تحمل کی تلقین کروں گا مگر میرے تمام ساتھیوں کو ایک ایک کر کے گرفتار کر لیا گیا ہے اور ان پر ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں ان حالات میں میں دیہات کا دورہ نہیں کر سکوں گا اگرچہ سرِ دست اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مگر اس کے باوجود میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا تا کہ ہماری

مظلومیت کی داستان سُنی جائے اور ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے ہمارے
جن ساتھیوں پر بے بنیاد مقدمات چلائے جا رہے ہیں ان کے لئے قانونی امداد
کا انتظام کرنا ضروری ہے اس لئے مصروفیت بڑھ گئی ہے۔ مختلف اطراف سے
مجھے بُلایا جا رہا ہے۔ میں اس وقت کہیں نہیں جا سکتا البتہ یہ کوشش کروں گا کہ
یہاں سے ہی اپنے خیالات ان تک پہونچاؤں۔ مجھے احساس ہے کہ غلط افواہوں
کی موجودگی میں اس کی بڑی ضرورت ہے تاکہ عوام پریشان نہ ہوں اکثر لوگ
بلا سوچے سمجھے غلط افواہوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں اور ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ
کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جس کا کام ہی غلط افواہیں
پھیلا کر عوام کے اندر انتشار، نفرت اور خانہ جنگی کے حالات پیدا کرنا ہے
تاکہ اس کے اغراض پورے ہوں۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ مجھ سے کہا گیا کہ
چند لوگ چھریاں لے کر فلاں مقام پر موجود ہیں اس لئے میں اُدھر نہ جاؤں میں نے
اُن سے کہا کہ مجھے خدا پر بھروسہ ہے اور میں کسی طاقت سے نہیں ڈرتا چنانچہ میں اُدھر
گیا اور خدا نے مجھے ہر طرح محفوظ رکھا۔ عوام کی بہتری کے لئے ہر خطرہ میں کودنے کو
تیار ہوں یہ جان خدا تعالٰی کی دی ہوئی ہے اور جب اس کا جی چاہے وہ اسے
واپس لے سکتا ہے اور جب تک اس کی مرضی نہ ہو کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر مجھے
ڈر اور خوف کیسا؟ بہر حال آپ کو بھی ان باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہئے
اور فتنہ و فساد برپا نہ ہونے دیجئے اس لئے کہ اس سے کوئی کام نہیں بنتا۔

حل سے پہلے پُر امن فضا:- "اس ملک کا مسئلہ ہر شخص
اور ہر جماعت کا مسئلہ ہے اس لئے میری یہ کوشش ہے کہ کوئی ایسا حل
نکال لیا جائے جس پر تمام رضامند ہوں مگر اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری
ہے کہ فضا پُر امن ہو۔ ہم نے گذشتہ پانچ سال کے دوران پُر امن رہنے کا
جو ثبوت دیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انتہائی جبر و تشدد کا مقابلہ انتہائی
صبر و تحمل سے کیا اس کے باوجود ہم پر اگر کوئی بد امنی اور تشدد کا الزام لگائے
تو یہ اس کی سراسر دھاندلی اور سینہ زوری ہوگی۔ چند غرض پرستوں کی یہ

کوشش ہے کہ فتنہ و فساد برپا رکھیں اور اسی سے اُن کے اغراض بھی وابستہ ہیں مگر میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ ہم تو عمر بھر فتنہ و فساد کے خلاف لڑتے آئے ہیں اس لیئے یہ بہت بڑا ظلم ہو گا کہ عوام کو اس طرح فتنہ و فساد میں مبتلا کیا جائے۔ ہمارے خلاف فرقہ پرستی کے بے بنیاد الزامات تراشے جاتے ہیں۔ اور اس میں ہمارے وہ ساتھی بھی شامل ہیں جو کل تک اسی مقام پر کھڑے ہو کر اپنی تقریروں میں فرقہ پرستی کی مذمت کرتے رہے ہیں، دوسرے کچھ فرقہ پرست بھی ہیں جو ہم پر یہ الزام لگا رہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں وہ اس قسم کے الزامات شروع ہی سے لگاتے آئے ہیں چونکہ وہ خود فرقہ پرست ہیں اس لئے اپنی فرقہ پرستی کے جواب میں وہ ہمیں فرقہ پرست قرار دے رہے ہیں۔ ہم نے انسان دوستی اور قوم پروری کا اس وقت ثبوت دیا جب برصغیر ہند میں ہندو مسلمان سکھ پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے ہم اس وقت آگ میں کود پڑے تاکہ دنیا کو بتا دیں کہ یہاں کے مسلمان اپنے ہادی برحق حضرت محمد صلعم کے ارشادات پر قائم ہیں اور مذہب و ملت کی تفریق سے بالاتر ہو کر انسانی اخوت و رواداری کے رشتہ کو برقرار رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اس لیئے جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ فرقہ پرستی کا الزام دے کر ان کو گمراہ کیا جا سکتا ہے۔

غنڈوں کے ہاتھوں میں چھریاں:۔ "معلوم ہوا ہے کہ چند غنڈے جن کے ساتھ اسمبلی کے کچھ ممبر بھی ہیں۔ اپنے ہاتھوں میں چھریاں لے کر ہر محلہ میں پھرتے ہیں اور شریف لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں تاکہ وہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں اور ایسی حرکات اس پولیس کی موجودگی میں ہو رہی ہیں جسے ہندستان سے لایا گیا ہے۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ گو سی۔ آر۔ پی اور باقی ہندستانی پولیس خود ہاتھ تو نہیں اٹھاتی مگر ان کی موجودگی میں سب کچھ ہوتا ہے اور وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اس سے غنڈہ عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ غنڈوں کا مقابلہ کریں گے تو ہندستانی

پولیس انہیں گرفتار کرے گی اس سے دو مقاصد مطلوب ہیں ایک تو عوام پر دہشت اور خوف طاری کرنا اور دوسرے ہندوستانی پولیس کی موجودگی کی آڑ میں کشمیری عوام کے دلوں میں ہندستان کے خلاف جذبات ناراضی پیدا کرنا۔ میں ہندوستانی پولیس کے ان سپاہیوں کو گاندھی جی کے نام پر کہتا ہوں کہ وہ غنڈوں کی حوصلہ افزائی کا باعث نہ ہوں اس لئے کہ گاندھی جی نے ہمیشہ غنڈوں اور غنڈہ گردی کی مذمت کی ہے جب کوئی شخص کسی پر حملہ آور ہو تو ان کا یہ فرض ہے کہ حملہ آور کو گرفتار کرلیں خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو ورنہ اس سے جہاں وہ اپنی فرض ناشناسی کا ثبوت دیتے ہیں وہاں گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے ہندوستان کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ اپنی جان اور آبرو بچانے کا ہر ایک کو حق ہے اس لئے اگر غنڈے کسی شریف آدمی پر حملہ کریں تو اس جگہ کے تمام لوگوں کو لازم ہے کہ اکٹھے ہو کر اسے بچائیں ایسی صورت میں ہندوستان کی پولیس کو بھی چاہیئے کہ اگر مدد نہ کرے تو اپنی جان اور عزت و آبرو غنڈوں سے بچانے کے لئے لوگوں کے راستہ میں حائل نہ ہو۔

حق و صداقت پر قائم رہنے کا عہد:- "یہ ہیں وہ حالات جن سے ہم گزر رہے ہیں اور میں نے ابھی جو کچھ اس متبرک مقام پر کہا ہے یہی دوسرے مقامات پر بھی کہہ چکا ہوں اور اس سے میرا خطاب بلا لحاظ مذہب تمام فرقہ کے لوگوں سے ہے اور یہ جدوجہد سب کی بہتری کے لئے ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے ہے وہ غلطی پر ہیں اور اس سے ان کی تنگ نظری اور کوتہ اندیشی پائی جاتی ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ صبر اور حوصلہ سے کام لیں اور فتنہ و فساد اور تعصب کا مقابلہ کریں خدا بالآخر اسی کو کامیابی دیتا ہے جو حق و صداقت پر قائم رہے۔ دعا ہے کہ خدا ہمیں بھی اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ آمین"

آٹھواں باب

۱۔ سری نگر میں علاقہ وار دورے ۔۔۔

تقریروں کے اہم نکات۔

۲۔ کیرالہ کھڈ میں تقریر ۔۔۔

حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش ۔۔۔ جھوٹ اور بہتان تراشی۔ ۔۔۔ بد امنی پھیلانے والوں کا مقصد ۔۔۔ شریف کو غنڈہ اور غنڈہ کو شریف ۔۔۔ ہمارا گزشتہ کردار ۔۔۔ امن کے دشمن کون؟ ۔۔۔ ہندو مسلم اور سکھ عوام سے اپیل۔

۳۔ رعناواری میں تقریر ۔۔۔

اس علاقے میں آنے کا مقصد ۔۔۔ مسلمانوں اور پنڈتوں میں کوئی فرق نہیں ہماری تحریک کا مقصد ۔۔۔ کشمیر کی روح اور اس کا مزاج ۔۔۔ کیبنٹ مشن سے مطالبہ ۔۔۔ گاندھی جی کا ارشاد ۔۔۔ جوں کا توں معاہدہ ۔۔۔ پریشان کن حالات میں اضافہ ۔۔۔ رائے شماری کے ذریعہ الحاق ۔۔۔ دس سال گزر گئے ۔۔۔ میری گرفتاری غیر آئینی تھی ۔۔۔ غنڈہ گردی سے کشمیری پنڈت بھی پریشان ۔۔۔ صرف سچائی پر چلنے سے مسئلہ حل ہوگا ۔۔۔ حکومت ہند کا ماٹو اور کشمیر۔

۴۔ مولانا محمد سعید مسعودی کا خط ۔۔۔

۵۔ خانقاہ معلیٰ میں تقریر ۔۔۔

دوبارہ گرفتاری ۔۔۔ گاندھی جی کا ارشاد ۔۔۔ جھگڑا امن سے طے ہونا چاہیے ۔۔۔ ہمارا مطالبہ ۔۔۔ جدوجہد جاری رکھی جائے ۔۔۔ مسلم ممبران لکھنؤ کانفرنس ۔۔۔ لکھنؤ کے بجائے سری نگر ۔۔۔ عوام کو مشورہ۔

سری نگر میں علاقہ وار دورے

۲۱ فروری ۱۹۵۸ء کے سانحہ کے بعد چونکہ حکومت کشمیر نے اکابرین قوم
کی گرفتاریاں اندھا دھند شروع کر دی تھیں اور اس کے ساتھ ہی عوام میں غلط
فہمیاں پھیلانے اور دہشت انگیزی کی زبردست مہم کا آغاز کر دیا تھا اس لئے
یہ ضروری سمجھا گیا کہ گرفتار شدگان کے اہل و عیال کی تالیف قلوب کی جائے اور
عوام سے براہ راست ملاقاتیں کر کے گمراہ کن پراپگنڈا کے اثر کو بھی کم کیا جائے
چنانچہ علاقہ وار دورہ کے پروگرام کے مطابق ۲ مارچ ۱۹۵۸ء کو شیخ محمد عبداللہ
سری نگر کے وارڈ ۳ اور وارڈ ۲ میں اور ۳ مارچ ۱۹۵۸ء کو نوہٹہ، خانیار،
نادہ پورہ، ڈل گیٹ، مائسمہ، کرن نگر اور بٹہ مالو صاحب تشریف لے گئے
جہاں گرفتار شدگان کے گھروں میں جا کر ان کے اہل و عیال سے ملاقاتیں کیں۔
اکثر قومی کارکنوں کی گرفتاریاں ان کے گھروں میں گھس کر کی گئی تھیں اور گرفتاریوں
کے دوران پولیس اور دوسرے ذمہ دار اہل کاروں نے بڑی سختی برتی تھی اور جبر و تشدد
سے کام لیا تھا اس لئے وہ خائف و پریشان تھے۔ شیخ صاحب نے ہر ایک کے گھر
جا کر ان کے ماں باپ، بیوی بچوں اور دوسرے رشتہ داروں سے جملہ حالات سے
ان کو تسلی دی اور بعضوں کے لئے روزمرہ کی ضروریاتِ زندگی کا انتظام کیا۔

ان دو روز کے اندر تقریباً پچاس ہزار لوگوں نے شیخ محمد عبداللہ سے
شرفِ نیاز حاصل کیا اور ان کی تقریریں سنیں۔ ۲ مارچ کو انہوں نے ان سات
مقامات پر تقریریں کیں۔ پاندان محلہ، قلاش پورہ، خانقاہ معلّی، ملک آنگن،
چینگرال محلہ، کیرالہ کھڈ، بسنت باغ۔ حبہ کدل کے آس پاس جہاں کشمیری پنڈت
زیادہ تعداد میں آباد ہیں وہاں شیخ صاحب نے دو تقریریں کیں۔ ہر جلسہ میں حاضرین
کی تعداد کئی کئی ہزار تھی اور بارش اور سردی کے باوجود سامعین ہمہ تن گوش رہے
۳ مارچ کو انہوں نے ان سات مقامات پر تقریریں کیں شہام پورہ، خانیار کولی پورہ
نادہ پور، ڈل گیٹ، مائسمہ، کرن نگر، بٹہ مالو صاحب۔

تقریروں کے اہم نکات:۔

اِن چودہ تقریروں کے اہم نکات یہ ہیں جن پر شیخ محمد عبداللہ نے زور دیا۔

۱۔ غنڈہ گردی نے گزشتہ پانچ سال سے عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اس سے نجات پانے کے لئے پُرامن اور متحدہ کوشش کی جائے تاکہ ملک کے طول و عرض میں شہری آزادی بحال ہو اور لوگ بلالحاظ مذہب و ملت اطمینان اور آرام کی زندگی بسر کریں۔

۲۔ پولیس کا یہ فرض منصبی ہوتا ہے کہ وہ ملک میں امن و امان بحال کرے مگر جب وہ اس سے قاصر رہے تو پھر عوام ہی کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ خود امن و امان بحال کرنے کی جانب توجہ دیں اور ہر محلہ میں ایسے حفاظتی انتظام کریں جس سے عوام کو غنڈوں کے ظلم اور تشدد سے محفوظ رکھا جا سکے اور مظلوموں کی امداد بھی کی جا سکے۔

۳۔ ۲۱ر فروری ۵۸ء کو فساد برپا کرنے کے بعد اس کی آڑ میں کھنہ بل سے کھادن یار تک ساری وادی میں جس طرح گرفتاریاں کی گئیں اس کا مقصد یہ تھا کہ کشمیر کی پُرامن فضا کو خراب کیا جائے یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت تھا مگر ہم نے اِس حقیقت کو دُنیا پر الم نشرح کر دیا کہ حکمران ٹولی نے محض اس لئے یہ گھناؤنی سازشیں کیں اور انسانیت سوز حربے اختیار کئے کہ ایک تو وہ اپنے سیاسی مخالفوں کو کچلے اور دوسرے اپنے سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالے اور من مانی کارروائیاں کرے شیخ صاحب نے عوام کو اس امر کی جانب بھی متوجہ کیا کہ جو قومی کارکن گرفتار ہوئے ہیں ان کے مقدمات کی پیروی اور ان کے اہل و عیال کی امداد کے لئے چندہ جمع کیا جائے۔

۴۔ شیخ صاحب نے اس کا اظہار کیا کہ ان کی نظروں میں ایک طرف

گاندھی جی اور پنڈت نہرو کا ہندستان ہے اور دوسری طرف یہ موجودہ کشمیر جس میں کہ عوام کا جان و مال اور ان کی عزت و آبرو چند غنڈوں کے رحم و کرم پر ہے۔ ان غنڈوں کی وجہ سے ہندستان کی عزت پر حرف آرہا ہے چنانچہ ہندستان کے مفاد کی حفاظت کرنے والوں کو شیخ صاحب نے اس کی تاکید کی کہ وہ اپنے فرائض اتنی خوش اسلوبی سے انجام دیں کہ کشمیری عوام کی نظروں میں ہندستان کی عزت بیش از پیش ہو۔

۵۔ شیخ صاحب نے عوام سے اپیل کی کہ وہ آئندہ جمعہ کے دن روزہ رکھیں اور گرفتار شدگان کی امداد کیلئے اس دن وہ "شیر کشمیر ریلیف فنڈ" کے لئے چندہ جمع کریں۔

۵ مارچ ۱۹۴۶ء کو شیخ صاحب نے اپنا یہ دورہ جاری رکھا اور ان گیارہ مقامات پر تقریریں کیں۔ صورہ، بچھ پورہ، انزبیر، بانڈ محلہ، چک چندرکول، پاندچھ، گلاب باغ، ذاکورہ، چک نسیم باغ، حضرت بل وغیرہ۔ ہر جگہ عوام نے ان کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ عورتیں اپنے محبوب رہنما کی آمد پر گیت گاتیں اور عوام "شیر کشمیر زندہ باد" اور ہندو مسلم سکھ اتحاد زندہ باد کے نعرے لگاتے۔ ان تقریروں میں شیخ صاحب نے عوام پر یہ حقیقت واضح کی کہ جب تک کشمیر کا قضیہ طے نہیں پاتا ملک ترقی نہیں کرسکتا اور عوام آرام و اطمینان سے زندگی بسر کر سکتے ہیں اور نہ ان کی عزت اور جان و مال محفوظ رہ سکتے ہیں اس لئے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں مدد دے

کیرالہ کھڈ میں تقریر:۔ ۱۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو شیخ صاحب نے شہر کے ایک اور حصہ کا دورہ کیا اور گرفتار شدگان کے گھروں میں جاکر ان کے اہل و عیال کی خیریت دریافت کی۔ شیخ صاحب کو جیل کے باہر دیکھ کر تمام اپنا دکھ درد بھول گئے۔

شیخ صاحب نے کئی مقامات پر تقریریں کیں۔ اندازاً ساٹھ ہزار لوگوں نے مختلف مقامات پر ان کی تقریریں سنیں۔ حبہ کدل کے ایک مقام پر جہاں حبہ کدل، چنکرال محلہ اور گنپت یار کے ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ان کی تقریر کو بڑے شوق سے سنا گیا۔ عوام نے جن میں اکثر کشمیری پنڈت تھے پرزور نعروں میں شیخ صاحب کا استقبال کیا اور "یہ ملک ہمارا ہے" "اس کا فیصلہ ہم کریں گے" کے فلک شگاف نعرے بلند کئے۔"

حاضرین کو مخاطب کرکے شیخ صاحب نے فرمایا

"میں چند باتیں کہنا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ سب بھائی خاموشی سے سنیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش:۔ "آپ کو علم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں ایک سازش کے تحت ہماری حکومت کا تختہ اُلٹا گیا تھا اور اس سازش کے باعث کشمیری عوام ایک زبردست مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ دنیا کے کسی ضابطۂ اخلاق اور دستور و آئین کی رُو سے اسے جائز نہیں قرار دیا جا سکتا جو ۱۹۵۳ء میں رُونما ہوا تھا۔ اگر کوئی شخص ایک بار غلط راستہ اختیار کرلے مگر یہ سمجھے کہ وہ صحیح راستہ پر ہے تو اس پر قائم رہنے کے لئے اُسے ہزاروں غلطیاں کرنی پڑتی ہیں یعنی ایک بنیادی غلطی کو چھپانے کے لئے بیسیوں غلطیاں اور سرزد ہوتی ہیں اس لئے ۱۹۵۳ء کے سانحہ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے حکمران ٹولی کو جبر و تشدد اور عوام میں نفرت و حقارت پھیلانے سے کام لینا پڑا وہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور حکومت کے کچھ زرخرید ہمارے جلسوں میں آکر شور اور ہنگامہ برپا کرنے کی سعی کرتے ہیں اس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی نازیبا حرکات اور گھناؤنی غلطیوں کے چہرہ پر پردہ پڑا رہے اور بھولے بھالے اور سیدھے سادھے عوام کے کان حقیقت آشنا نہ ہوں اور حق و صداقت کی بات اُن تک نہ پہنچے۔ مگر انہیں اچھی طرح یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کا یہ طرز عمل ملک و قوم کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ عوام کو خود سوچنے سمجھنے کا موقعہ دینا چاہیئے تاکہ وہ اپنی کوئی آزادانہ رائے قائم

کر سکیں کیونکہ یہی جمہوریت کا تقاضا ہے۔

جھوٹ اور بہتان تراشی: — ۱۹۵۳ء کی رات کو ایک خطرناک سازش کے تحت حکومت کا تختہ اُلٹنے والوں نے وطن کے ساتھ انتہائی دشمنی کی ایسی دشمنی جسے دنیا کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اس وقت آپ سے یہ کہا گیا کہ شیخ محمد عبداللہ کو اس لئے گرفتار کیا گیا ہے کہ اس نے امریکہ کے ساتھ سازش کی تھی۔ ریاست جموں و کشمیر کو موجودہ جنگ بندی لائن کے مطابق تقسیم کر دیا جائے اور ایسی پیچیدگیوں میں ڈالا جائے کہ کوریا کے سے حالات پیدا ہوں۔ کشمیر کے دو حصے ہو جائیں جو شمالی کوریا اور جنوبی کوریا کی طرح آپس میں برسرپیکار رہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں ہندستان اور پاکستان کو نظر انداز کر کے کشمیر کو امریکہ کے حوالے کر رہا ہوں جہاں میرے خلاف یہ الزام لگایا گیا وہاں ان متضاد الزام لگانے والوں نے اپنے عوام کے بارے میں پہلے یہ کہا کہ وہ ملک کی سالمیت کو بحال کرنا چاہتے ہیں گر بعد میں یہ کہا کہ اس قضیہ کا واحد حل یہ ہے کہ ریاستی باشندوں سے رائے لے کر ہندستان یا پاکستان دونوں میں سے ایک مملکت کے ساتھ اس کا الحاق کر دیا جائے۔

یہ ڈرامہ میں ساڑھے چار سال تک خاموشی کے ساتھ دیکھتا رہا اور مجھے اس کا افسوس تھا کہ ہندستان کے وہ بڑے لیڈر جو دنیا کو اخلاق اور صداقت اور امن کی تلقین کرتے ہیں میری اس درخواست کو در خور اعتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب کچھ بہتان اور جھوٹ ہے میں نے ان سے کئی موقعوں پر کہا کہ وہ حقائق کا جائزہ لیں مگر انہوں نے ادھر کوئی توجہ نہ دی۔ کیا ان کی اس خاموشی کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ وہ اسی میں فائدہ سمجھتے ہیں مگر جھوٹ اور بہتان تراشی سے کسی کو فائدہ نہیں پہونچا کوئی شخص قاتل بھی ہو تو اس کی بات سنی جاتی ہے، مگر شیخ محمد عبداللہ کو اس امر کا موقعہ بھی نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس کی سنی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ تو وہی ہے جو گذشتہ ستائیس سال سے ملک و قوم کی خدمت کرتا آیا ہے۔

میں نے یہ بھی کہا کہ شیخ محمد عبداللہ مرعوب نہ ہوگا البتہ اگر الزام ثابت کیا جائے کہ

میں نے امریکہ کے ساتھ سازش کی ہے تو اس سنگین جرم کی معافی میں کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں سے نہیں بلکہ سارے ہندستان کے انسانوں سے مانگنے کو تیار ہوں اور بڑی خوشی سے وہ سزا بھگتوں گا جو میرے لئے تجویز کی جائے گی۔ میرے خلاف اس بات کا تو پراپاگنڈا بڑے زور شور سے کیا گیا مگر اس کی تائید میں کوئی ایسی شہادت یا ثبوت گزشتہ ساڑھے چار سال کے اندر پیش نہ کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں میرے ایک کرم فرما ہندستان گئے۔ وہاں لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ شیخ عبداللہ کے خلاف امریکہ کے ساتھ سازش کرنے کا جو الزام لگایا گیا ہے اس کا ثبوت دیجئے۔ اس پر انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس سلسلہ میں دستاویزیں اور تحریریں جمع کی جارہی ہیں اور بہت جلد انہیں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ خبریں میں نے جب اخبارات میں دیکھیں تو میں نے حکومت ہند اور ان لوگوں کو جو کشمیر کے اجارہ دار بنے ہوئے تھے یہ لکھا کہ براہِ مہربانی ان دستاویزوں اور تحریروں کو جلد سے جلد شائع کیا جائے تاکہ دنیا پر حقیقت واضح ہو جائے کہ میں واقعی ملزم ہوں۔ عوام کو افواہوں اور غلط بیانوں سے ڈرا کر بے وقوف بنانا صحت مند رائے عامہ کی تشکیل کے منافی ہے۔ بہرکیف مجھے تو اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا مگر عوام کو بدستور اپنی غلط فہمیوں میں مبتلا رکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس کی بھی امکانی کوشش کی گئی کہ یہاں کے ہندو، مسلمان اور سکھ سب بھائیوں کا اعتماد مجھ سے اُٹھ جائے وہ اعتماد جس کی بنا پر میں نے وزارتِ عظمیٰ کی ذمہ داری سنبھالی تھی اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں آپ کی خدمت کرتا رہا اور اب بھی کر رہا ہوں۔ آپ کی طرف سے میں جملہ اختیارات کا مالک تھا مگر میں نے کبھی اس میں خیانت نہ کی اور میرے کسی تعلقدار نے میرے اس منصب سے فائدہ نہ اُٹھایا اور نہ ہی کسی ہندو یا سکھ کے ساتھ میں نے بے انصافی یا امتیازی سلوک روا رکھا۔ کیا کوئی آج بھی انگلی اُٹھا کر کسی ایسے واقعہ کی طرف اشارہ کر سکتا ہے یا میرے ان ساتھیوں کے خلاف

اس قسم کا کوئی الزام لا سکتا ہے جو ۱۹۵۳ء میں میرے ساتھ گرفتار کیے گئے
تھے اور اگر ایسا نہیں اور ہمارا ماضی خود ہمارے کردار کا شاہد عادل ہے تو یہ کیسے
باور کیا جا سکتا ہے کہ ہم کوئی سازش کر سکتے تھے میرے بار بار یاد دہانی کے باوجود
اس کا کوئی ثبوت پیش نہ کیا گیا مگر اس کی تہ میں کچھ اور بات تھی اور وہ یہ کہ مجھ پر
سازش کا الزام لگا کر وہ اپنی سازش کو چھپانا چاہتے تھے۔ جھوٹے لوگ ہمیشہ
دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہیں اور انہیں مورد الزام ٹھہراتے ہیں اس سے
ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی آڑ میں ان کے اپنے عیبوں پر پردہ پڑا رہے ان
لوگوں نے کشمیریوں کی آزادی کو بیچ کھایا ہے اس لئے کہ یہ مال اور اقتدار کے حصول
کی خاطر ہماری عزت و آبرو سے کھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول
ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن تابہ کے۔ میں مسلمان ہوں اور میرا یہ پکا عقیدہ
ہے کہ سچائی کو کسی حیلے بہانے چھپایا نہیں جا سکتا۔ آج ساڑھے چار سال کا
عرصہ گذر چکا ہے نہ تو حکومت ہند نہ ہی یہاں کے کارندے دنیا کو یہ باور کرا سکے
ہیں کہ ہمارے خلاف جو کچھ کہا گیا وہ سچائی پر مبنی تھا۔ دنیا تو اتنا ہی جانتی ہے
کہ ان لوگوں نے اپنے اس ساتھی کو دھوکا دیا جو جنگ آزادی میں سالہا سال
تک ان کے ساتھ مل کر مصروف جد وجہد رہا۔ وہ میری برطرفی۔ گرفتاری۔ نظر
بندی کے جواز میں کوئی دلیل یا ثبوت پیش نہ کر سکے۔ جب دنیا کی رائے عامہ نے
اس کی مذمت کی تو مجھے رہا کرنے پر مجبور ہوئے۔ مگر اب پھر محض اپنی خفت
کو چھپانے اور گذشتہ سازش پر پردہ ڈالنے کے لیے وہ دنگا فساد برپا کرانے
کی کوشش میں ہیں چنانچہ جا بجا خفیہ پولیس۔ ملیشیا اور سی آر پی۔ پھیلا دیا
گیا ہے تاکہ فسادی عناصر کی حوصلہ افزائی ہو وہ خود فساد برپا کریں اور لوگوں کو
اس پر اکسائیں۔ کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ پولیس اور ملیشیا سے یہ کام لیا
گیا ہو؟

بدامنی پھیلانے والوں کا مقصد:۔ اس دنگا و فساد اور خوف و دہشت
پھیلانے کا کیا مطلب؟ پہلے یہ خبریں آ رہی تھیں کہ بدامنی پھیلانے سے ان کا مقصد

یہ ہے کہ امن پسندوں پر امن شکنی کا الزام لگا کر انہیں گرفتار کرایا جائے اور دنیا کو باور کرایا جائے کہ یہی فسادی ہیں مگر جب اس میں بھی ان کو کامیابی نہ ہوئی تو اب یہ پراپگنڈا کیا جا رہا ہے کہ شیخ عبداللہ فرقہ پرست بن گیا ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آخر یہ بتایا جائے کہ میری کونسی بات فرقہ پرستی سے تعلق رکھتی ہے؟ کیا محض اس لئے وہ مجھے فرقہ پرست ٹھہرا رہے ہیں کہ میں مسلمانوں سے یہ کہتا ہوں کہ تم قرآن مجید کے احکام کے مطابق عمل کرو اور انہیں نماز پڑھنے کی تلقین کرتا ہوں۔ میں خود بھی نماز پڑھتا ہوں اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ ہر مسلمان نماز پڑھے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مجھے تو محض اس بنا پر فرقہ پرست کہا جاتا ہے کہ میں قرآنی احکام کی تعمیل کے لئے کہتا ہوں۔ مگر جو لوگ ناچ۔ نغمہ شراب نوشی اور لوٹ کھسوٹ میں مدہوش ہیں انہیں عوام کا لیڈر کہا جاتا ہے۔ بہرکیف ان کا جو جی چاہے مجھے کہیں۔ مگر میں تو خدا سے یہی دعا مانگتا ہوں کہ وہ یہاں کے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے یہاں کے مسلمان سچے مسلمان بنیں۔ یہاں کے ہندو سچے ہندو بنیں، یہاں کے سکھ سچے سکھ بنیں یہاں کے بدھ سچے بدھ بنیں۔ غرض تمام اپنے دین و دھرم پر سختی سے قائم رہیں اور اپنے اپنے مذہب کی حقیقی روح کو سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کریں تو پھر دلوں کی میل کچیل دھل جائے گی۔ اور سب لوگ آپس میں بھائیوں کی طرح محبت اور پریم کے ساتھ زندگی گذارنا سیکھیں گے۔ یاد رکھئے مذہب کی پابندی سے انسان صحیح معنوں میں انسان بن جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ تمام مخلوق کا خالق ایک ہی ہے اور اس کے درمیان انسانیت کا رشتہ ایک ہی ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مگر جو لوگ اس میں رخنہ اندازی کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس سے ان کے ذاتی مفادات خطرہ میں پڑتے ہیں اور وہ فتنہ و فساد برپا کرنے ہی میں اپنی

بہتری سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اس طرح عوام کے ذہنوں کو الجھائے بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ کئی مذہبی تقریبوں پر فساد برپا کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ اور درگاہ شریف آثار حضرت بل کو اس مقصد کے لئے منتخب کیا گیا۔ وہاں لاکھوں انسانوں کا مجمع تھا۔ جنہیں میں نے سچا مسلمان اور امن پسند شہری بننے کی تلقین کی۔ مگر جب جلسہ ختم ہوا۔ اور لوگ اپنے گھروں کو جانے لگے تو راج باغ کی طرف سے چند غنڈے آئے جنہوں نے ان لوگوں کو گالیاں دیں اور اشتعال انگیز حرکتیں کیں۔ حضرت بل سے کافی دور مقام پر وہ غنڈے کچھ لوگوں سے الجھ پڑے تو فوراً زر خرید اخباروں نے یہ شور و غل برپا کر دیا کہ نیشنل کانفرنس کے کارکنوں پر حملہ کر دیا گیا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ پیشتر ازیں کہ حکومت کی طرف سے یہ کہا گیا ہو کہ حملہ آور کون ہے اور کسے گرفتار کیا جائے اخبار والوں نے محاذ رائے شماری اور پولیٹیکل کانفرنس کے کارکنوں کا نام حملہ آور کے طور پر لینا شروع کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ منصوبہ پہلے ہی سے بنایا گیا تھا اور ان اخبار والوں کو بتا دیا گیا تھا کہ کس مضمون کی خبر وہ شائع کریں چنانچہ کھنہ بل سے خان پور تک یعنی وادی میں ہمارے تمام رفقاء کو گرفتار کر لیا گیا اور ایسی معزز ہستیوں کو قاتل اور لٹیرا قرار دیا گیا۔ جنہوں نے ۲۷ سال تک قومی جدوجہد میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ اس کی صف اول میں رہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ صوفی محمد اکبر سابق ممبر لوک سبھا۔ غلام محی الدین ہمدانی سابق نائب وزیر حکومت کشمیر۔ مسٹر غلام محمد بٹ سکریٹری ریڈ کراس سوسائٹی ریاست جموں و کشمیر خواجہ غلام محمد چکن ڈپٹی کمشنر۔ خواجہ علی شاہ سابق نائب وزیر مال اور خواجہ غلام قادر سابق ممبر لوک سبھا۔ ان کے علاوہ متعدد دیگر اصحاب کے خلاف بھی یہ الزام لگایا گیا کہ انہوں نے نیشنل کانفرنس کے دس پندرہ افراد پر حملہ کیا۔

شریف کو غنڈہ اور غنڈے کو شریف حیرت کی بات ہے کہ ملک کے ایسے معزز

---

[1] مولانا محمد سعید مسعودی سابق ممبر پارلیمنٹ و جنرل سکریٹری آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس۔ مرزا غلام محمد بیگ ذیلدار خواجہ غلام قادر بیگ رجسٹرار کوآپریٹیو سوسائٹی۔ حاجی صبور دانگو وغیرہ کو اس واقعہ کے بعد جلد ہی گرفتار کر کے حضرت بل کیس کے ملزموں میں شامل کر دیا گیا۔

افراد کو قاتل اور ڈاکو قرار دیا گیا جن کے دیانت نفس اور نیک کرداری میں کسی کو بھی شک و شبہ نہیں اس کے برعکس بخشی غلام محمد کے خاندان کے لوگ اور چند مشہور غنڈے شریف ہیں جنہوں نے فساد برپا کرایا یا خود برپا کیا۔ تعجب کی بات ہے کہ شرافت کا سرٹیفکیٹ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جنہوں نے کشمیریوں کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ اور جن کے ہاتھوں کسی کی بھی عزت محفوظ نہیں۔ جیل میں ہندوؤں کے چند اخباروں میں میں نے پڑھا کہ نمائش گاہ ہوٹل اور سینما میں کئی بار ان شریف غنڈوں نے عورتوں کی عزت و آبرو پر حملے کئے اس پر وہ اخبارات چلائے بھی۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اور کسی نے ان سے باز پرس نہ کی اخبار "مارتنڈ" بھی بہت چلایا مگر بے سود۔

"اس قماش کے لوگ ملک میں امن و امان کب چاہتے ہیں کیونکہ بصورت امن ان کی تجارت۔ ان کے ٹھیکے۔ ان کی عیش و عشرت اور لوٹ کھسوٹ کے تمام مواقع ختم ہو جائیں گے اور ان کا اقتدار باقی نہیں رہے گا۔ جبتک ملک میں بدامنی اور دنگا فساد کا راج ہے ان کے تمام کام بڑی کامیابی سے چلتے ہیں۔ میں یہاں کے سب باشندوں سے خواہ ہندو ہو، سکھ یا مسلمان یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ سب مل کر اس صورت حال کی اصلاح کریں۔ یہ غنڈے بڑے ہوشیار ہیں۔ حکومت ہند کو انہوں نے سمجھا رکھا ہے کہ اگر یہاں کے لوگوں پر جبر و تشدد نہ کیا جائے تو ہندوستان کا مفاد خطرہ میں پڑ جائے گا۔ ہندوستان کے صرف وہی حامی ہیں اور باقی لوگ اس کے خلاف ہیں۔ یہ ہندوستان کو اصلی حقیقت سے بے خبر رکھتے ہیں اور اس کی اس لاعلمی سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہندوستان بھی ان کی باتوں میں آ جاتا ہے۔ زود یقینی بلاشبہ خطرناک عادت ہے۔

ہمارا گذشتہ کردار: آپ ہمارے گذشتہ کردار سے بخوبی واقف ہیں۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو آپ ۱۹۳۱ء سے جانتے ہیں۔ آج میرے ہندو بھائیوں سے کہا جاتا ہے کہ شیخ عبداللہ تو تمہارا دشمن ہے وہ اس ملک کا سلطان بننا چاہتا ہے میں آپ کو ۱۹۴۷ء کی نازک گھڑی کی یاد دلاتا ہوں۔ جب قبائلی اس ملک پر حملہ آور ہوئے تھے

وہ کون تھا جسنے ملک کو منظم کیا۔ اور ان کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔؟ وہ یہی شیخ عبداللہ
اور اس کے ساتھی تھے جنہوں نے یہاں کے مسلمانوں کو ایک ایک ہندو مرد عورت
اور بچے کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اپنے سینوں پر گولیاں کھانے
کے لئے تیار کیا۔ اور انہوں نے اس امر کی عملاً تعمیل کرکے دنیا کو دکھا بھی دیا۔ میرا جو
کردار ۴۷ء میں تھا وہی اب بھی ہے اور یہی حال میرے ساتھیوں کا ہے۔ مگر ہم جو کچھ
کرتے ہیں۔ اپنا فرض منصبی سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس میں ہمارا کسی پر احسان نہیں ہوتا۔ آپ
اور میں ہم دونوں الگ الگ نہیں۔ میری زندگی آپ کی زندگی کا ایک حصہ ہے۔ کشمیر
کے ہر باشندے کی عزت میری عزت ہے اور اس کی حفاظت کے لئے اگر مجھے جان
کی بازی بھی لگانی پڑے تو اس سے دریغ نہ ہوگا۔ اور مجھے آپ اپنے پیش پیش پائیں گے
شیخ عبداللہ اکیلا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھی بھی ساتھ ہوں گے۔ میں ہندو مسلمان
اور سکھ تمام بھائیوں کی عقیدت و محبت کا شکر گذار ہوں۔ مگر میں جن جذبات
کا اظہار کر رہا ہوں۔ اس سے کسی کی خوشامد مقصود نہیں۔ میرے چند گمراہ ساتھی مجھے اور
میرے مخلص ساتھیوں کو ڈاکو کہیں اور "مردہ باد" کے نعرے لگوائیں۔ اس سے ہمارا
کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ میں ساری عمر جس مسلک پر تھا آج بھی اسی پر ہوں اور آئندہ بھی
رہوں گا۔ یہاں کے باشندوں کے ساتھ مل کر یہاں کی خوشحالی اور عزت و آبرو کی
حفاظت کرنا ہمارا ایمان ہے میں ہندو بھائیوں کو اس کا یقین دلاتا ہوں کہ خدانخواستہ
ایسا موقع آئے کہ ہمیں جان کی بازی پھر لگانا پڑے تو آپ اسکے لئے ہمیں بالکل تیار
پائیں گے۔ میں یہ زبانی جمع خرچ نہیں کر رہا۔ آپ کو بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔
میں ان لوگوں کو چیلنج کرتا ہوں جو میرے بارے میں غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں
کہ میری بد دیانتی کی ایک مثال بھی پیش کریں یا کوئی ایسی مثال پیش کریں جہاں
میں نے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں میں کبھی امتیاز برتا ہو۔ میرے دیانت نفس
پر حملہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو آٹھ آنہ روز بھی نہیں کما سکتے۔ مگر آج وہ کروڑوں روپیہ
کے مالک ہیں اور یہ اس وقت کے بعد کروڑ پتی ہوئے جب ۱۹۵۳ء میں انہوں نے
سازش کرکے حکومت کا تختہ الٹا تھا ان کے پاس یہ بیشمار دولت کہاں سے

آئی؟ وہ ذرائع کسی کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ اور سب جانتے ہیں۔

امن کے دشمن :۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یہاں کا جھگڑا حل ہونے نہیں دیتے اس لئے کہ پھر انہیں لوٹ کھسوٹ کے مواقع کیسے میسّر آئیں گے۔ یہ بدامنی اور فساد پیدا کرنے میں ہی خوش ہیں اور امن کے دشمن ہیں۔ اور قرآن مجید میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آیا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ اور جب کہا جاتا ہے ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے۔

انصاف۔ ترقی اور اقتصادی مساوات امن کی صورت ہی میں ممکن ہے اس لئے میں نے ہمیشہ یہ مطالبہ کیا ہے کہ کشمیر کا یہ جھگڑا جلد سے جلد طے کیا جائے تاکہ ملک میں امن قائم ہو اور امن کی صورت میں غیر یقینی حالت باقی نہ رہے اور موقعہ پرستوں کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہ ملے۔ جب میں وزیر اعظم تھا تو اس وقت بھی میں نے یہی کہا تھا۔ مگر یہ معاملہ دس سال سے یونہی لٹک رہا ہے۔ حکومت ہند کہتی ہے کہ ریاست جموں وکشمیر ہماری ہے اور پاکستان اس پر اپنا حق جتا رہا ہے اور ہم جو اس ملک کے باشندے ہیں۔ کوئی ہم سے پوچھتا ہی نہیں کہ تم کیا چاہتے ہو۔؟ سرزمین کشمیر کا دعوے دار تو ہر ایک ہے مگر اس پر بسنے والے انسانوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ہمارا ہی ایک گمراہ ساتھی چلّا چلّا کر کہہ رہا ہے کہ اس ملک کا فیصلہ ہو چکا ہے اور کوئی طاقت اسے بدل نہیں سکتی مگر اس قضیہ کا فیصلہ چلّانے اور گلا پھاڑنے سے تو نہیں ہوتا یہ زبردستی کا فیصلہ ہے جو عوام پر ٹھونسا جا رہا ہے۔ اور چند خود غرض اشخاص کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے اور اس فیصلہ سے یہاں کے عوام کا کوئی تعلق نہیں۔

ہندو مسلم اور سکھ بھائیوں سے اپیل :۔ ”میں ہندو مسلم اور سکھ بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح اپنے سامنے رکھیں کہ جب

تک یہ قضیہ طے نہ ہو گا۔ لوٹ کھسوٹ جاری رہے گی اور کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ اس لئے سب مل جل کر اس کی کوشش کریں کہ یہ قضیہ جلد سے جلد طے پائے۔ ہمیں بڑی ہمت اور بڑے صبر سے کام لینا ہو گا اور اتنا اچھا ماحول پیدا کرنا ہو گا کہ ہندستان اور پاکستان بھی ایک دوسرے کے قریب آ جائیں۔ اور ہم بھی اطمینان کا سانس لے سکیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس پُرامن مطالبہ کی بھی مخالفت کی جاتی ہے۔ ہم پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں اور ہمیں مطعون کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور امن پسند شہریوں کو خائف و ہراساں کرنے کے لئے غنڈہ گردی کرائی جاتی ہے۔ اس غنڈہ گردی کو ختم کرنے کے لئے آپ اپنی طاقت کو متحد کیجئے۔ ہر انسان کی عزت اپنی عزت سمجھئے اور ہر انسان کے جان و مال کو اپنا سمجھئے۔ آیئے۔ ہم سب مل کر اس آدرش کو اپنا مقصد حیات بنائیں۔

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

رعناواری میں تقریر —

رعناواری کا علاقہ کشمیری پنڈتوں کی آبادی ہے اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ ۵ر مارچ ۵۰ء کو یہاں کے ایک بڑے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا۔

اس علاقہ کے دورے کا مقصد:۔ "اس علاقہ میں آنے کا میرا مقصد یہ تھا کہ گذشتہ دس بارہ روز کے اندر جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کے لواحقین کو آپ کی طرف سے تسلّی دوں اور ان سے کہوں کہ ان کے مصائب میں ہم سب شریک ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ کچھ ضروری باتیں آپ سے عرض کروں۔ رعناواری ایک ایسا علاقہ ہے۔ جہاں سب بھائی ہندو، مسلمان اور سکھ آباد ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ ہندو اور سکھ بھائیوں کے دلوں میں جو خوف و ہراس اور غلط فہمیاں ڈال دی گئی ہیں ان کو دور کروں۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ ان بے بنیاد باتوں سے عوام کے باہمی اتحاد کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود بعض شر انگیز عناصر اس کے درپے رہتے ہیں۔

مسلمانوں اور پنڈتوں میں کوئی فرق نہیں:۔ "کشمیر میں مسلمانوں کے بعد سب سے زیادہ تعداد کشمیری پنڈت بھائیوں کی ہے اور ان دونوں میں سوائے طریقِ عبادت اور مذہبی عقائد کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ مذہب ہر ایک کا اپنا اپنا ہے۔ اور ہر انسان کو اس کا اختیار ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی جس طرح چاہے عبادت کرے یا پوجا کرے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْن۔ یعنی دین اور مذہب اختیار کرنے میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔ اور ایک دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت اس طرح کی گئی ہے

لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن یعنی تم کو تمھارا دین اور مجھ کو میرا دین ۔ اس لئے اختلاف مذہب کا کوئی جھگڑا نہیں ۔
یہاں کی اکثریت اور اقلیت دونوں زندگی کے باقی شعبوں اور حلقوں میں مشترک ہیں ۔ ان کی بود و باش مشترک ہے ۔ پیشہ اور رسم و رواج ایک ہیں ۔ خوشی اور غمی ایک ہے اور ان کی تاریخ بھی ایک ہے اور ان کا کلچر بھی ایک ہے ۔ غرض ہماری ساری زندگی ایک خاندان کی سی ہے ۔ کشمیر میں باہر کے حکمران کا تسلط جب کبھی ہوا ہے تو اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہم دونوں کوشاں رہے ہیں ۔ اکثر یہ ہوا ہے کہ باہر سے آنے والوں نے یہاں کے مناظر قدرت سے مسحور ہو کر باشندوں کو اپنا مطیع اور محکوم بنا لیا جس کا گہرا احساس یہاں کے عوام کو ہوا ۔ اور انہوں نے متحد و متفق ہو کر اس سے گلو خلاصی کرانے کی جد و جہد کی جس سے ان کے باہمی اتحاد کا رشتہ اور مضبوط ہو گیا ۔ اس اتحاد اور احساس کو جھوٹے پروپیگنڈے سے کمزور نہیں کیا جا سکتا اس صدی کی پہلی چوتھائی میں یہاں جب آہستہ آہستہ کچھ حالات بدلے تعلیم پھیلی اور باہر کی سیاست نے ریاست کے اندر بیداری کی روح پھونکی ۔ اور جس نے سنہ ۱۹۳۱ء میں باقاعدہ تحریک کی صورت اختیار کر لی تو اس وقت حکومت نے ہندوؤں کو ڈرا کر کچھ دیر تک تحریک کے خلاف کھڑا کیا چونکہ ان میں اکثر تعلیم یافتہ تھے اس لئے انہوں نے آخر کار محسوس کیا کہ وہ اس تحریک حریت سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے ۔ چنانچہ جب نیشنل کانفرنس قائم ہوئی تو کشمیری ہندوؤں نے بھی اس میں شامل ہو کر اپنے مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش ملکی خدمات انجام دیں اور ہم سب نے حکومت کی شرارتوں کے باوجود ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہونے نہیں دیا اس کے بعد ایک وقت آیا جب ۱۹۴۷ء میں ہماری قوم پروری اور ہمارے سیکولرزم کو معرض امتحان میں لایا گیا خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے اس بات کا ثبوت دیا کہ اقلیتوں کی حفاظت کرنا ان کا ایمان ہے ۔ یہ واقعات کچھ زیادہ پرانے نہیں گذشتہ دس سال کے اندر

ہی رونما ہوئے اور ان کی یاد تمام ہندؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کے ذہنوں میں تازہ ہے۔ آج ۱۹۴۷ء کے خونی واقعات کی یاد سے ہندستان اور پاکستان کے نیک دل لوگ شرمسار ہیں۔ لیکن کشمیری مسلمان اور ہندو فخر سے سر اٹھا کر اپنے اُس وقت کے طرز عمل کو یاد کرتا ہے۔

کشمیر کی روح اور اس کا مزاج :۔ کشمیر کی روح اور اس کا مزاج سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس کی پرامن اور پرسکون فضا میں صدیوں کی مشترکہ تاریخ نے ہمارے اندر ایک ہونے کا گہرا احساس پیدا کیا ہے اور اسی جذبہ کی بنا پر ہمیں ہر حال میں اُن بے انصافیوں کے خلاف لڑنے کے لیے متحد رکھا جو زبردستوں اور طاقتوروں نے ہم سے روا رکھیں۔ چنانچہ جب بیداری عام ہوئی تو عوام نے مطالبہ کیا کہ وہ خود اس ملک کی قسمت بنانے کے مالک ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت جن زبردستوں کے خلاف ہم لڑ رہے تھے ان کے مورث اعلیٰ نے کشمیر کی اس سرزمین کو انگریزوں سے خریدا تھا۔ اس لئے وہی اپنے آپ کو کشمیر اور اس کی آبادی کے مالک سمجھتے تھے۔

ہماری تحریک کا مقصد :۔ ہماری تحریک کا مقصد یہ تھا کہ اسوقت کے جابر حکمران سے اپنے ملک کو آزاد کرائیں اور اپنے حق خود ارادیت کے لئے جد و جہد جاری رکھیں دفعتہً حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ انگریزی سامراج کا تسلط برصغیر ہند سے اٹھنے لگا اور وہ ہندستان کی عوامی جماعتوں کے ہاتھ اقتدار منتقل کرنے لگا۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں جب کیبنٹ مشن ہندستان آیا۔ تو کشمیر کی طرف سے ہم نے اس کے سامنے ایک یادداشت[1] رکھی جس میں اس مشن پر واضح کر دیا کہ برطانوی تسلط اُٹھ جانے کی صورت میں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کہ کشمیر کا معاملہ ہندستان کی دیگر ریاستوں سے بالکل مختلف ہے۔ دیگر ریاستوں کے مہاراجے اور نواب ان کے مورث اعلیٰ کے جانشین ہیں جو انگریزی راج کے قیام سے پہلے ہی موجود تھے یا جن کا

---

[1] پریس کے نام شیخ عبداللہ کا وضاحتی بیان۔ کتاب ہذا کا باب چھٹا۔

حقِ حکمرانی انگریزی راج نے اس لئے تسلیم کیا تھا کہ ہندستان مختلف ریاستوں میں بٹا رہے اور ہندستانیوں کے اندر ایک متحدہ طاقت نشو ونما نہ پائے۔ چنانچہ سندات اور معاہدات کا ایک طویل سلسلہ ان دیسی حکمرانوں اور انگریزی راج کے مابین جاری رہا۔ مگر کشمیر کا معاملہ اس سے مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۸۳۹ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب مرا تو اس کے جانشینوں میں جھگڑا ہوا۔ کشمیریوں نے ۱۸۴۱ء میں غلامی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مگر اسے دبا دیا گیا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نابالغ لڑکا تخت نشین ہوا۔ تو جموں کے راجہ گلاب سنگھ نے اپنے اثر ورسوخ کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سکھوں میں خانہ جنگی کرانے کی سازش کی۔ جس کا انکشاف ہونے پر بددیانتی اور غیر وفاداری کے جرم میں اسے جموں سے بطور قیدی گرفتار کرکے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے مشیروں کے سامنے لے جایا گیا جنہوں نے ایک کروڑ روپیہ وصول کرکے راجہ گلاب سنگھ کو چھوڑ دیا۔ اس کے فوراً بعد سکھوں اور انگریزوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ راجہ گلاب سنگھ کو انتقام لینے کا موقع ملا چنانچہ اس نے درپردہ انگریزوں کی امداد شروع کردی۔ یہ راجہ گلاب سنگھ ہی تھا جس نے ۱۸۴۲ء میں سکھوں کی حکومت سے یہ اجازت حاصل کی تھی کہ انگریزی افواج پنجاب سے گذرتے ہوئے افغانستان پر حملہ آور ہوں۔ بہرحال فروری ۱۸۴۶ء میں سبراؤں کے مقام پر انگریزی فوج نے سکھ فوج سے ہتھیار ڈلوائے اس دوران میں راجہ گلاب سنگھ ریشہ دوانیوں میں لگا رہا وہ ہوشیار تھا اس لئے اس نے بھانپ لیا کہ اگر انگریز فتحمند ہوں گے تو وہ نہ صرف اپنے جذبۂ انتقام کو تسکین دے سکے گا بلکہ سودا بازی بھی کرسکے گا۔ چنانچہ سبراؤں کی فیصلہ کن لڑائی سے راجہ گلاب سنگھ نے مزید فائدہ اٹھایا۔ انگریزوں کے ساتھ اس کی پہلے ہی سے یہ سازباز تھی کہ جب سکھ فوج کے سالار میدان جنگ میں ہتھیار ڈالدیں تو سکھ دربار (یعنی حکومت لاہور) کو مجبور کردیا جائے کہ راجہ گلاب سنگھ اور انگریزوں کے درمیان بندربانٹ کی جو

۱۔ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔

باتیں پہلے ہی طے پا چکی تھیں وہ اس کی اجازت دیدے چنانچہ ایسا ہی ہوا سر ہنری ہارڈنگ گورنر جنرل نے لاہور دربار سے ایک کروڑ روپیہ تاوان جنگ طلب کیا راجہ گلاب سنگھ کو اس کا علم تھا کہ حکومت لاہور کا خزانہ خالی ہے اور وہ تاوان جنگ ادا نہیں کر سکے گی۔ جب سکھوں پر دباؤ پڑا تو انہوں نے ۹ ر مارچ ۱۸۴۶ء کو انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے سلطنت پنجاب کا وہ حصہ جس میں کشمیر بھی شامل ہے۔ ایک کروڑ روپیہ تاوان جنگ کے بدلے انگریزوں کے ہاتھ فروخت کرنا طے پایا۔ اور جس معاہدہ کی رو سے انگریز اس کے حقدار ہوئے وہ معاہدۂ لاہور کے نام سے مشہور ہے اس کے صرف سات روز کے بعد انگریزوں اور گلاب سنگھ کے درمیان ۱۶ ر مارچ ۱۸۴۶ء کو جو علاقہ سلطنت پنجاب سے خرید کیا گیا ہے ایک کروڑ روپیہ میں راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا چنانچہ ۱۶ ر مارچ ۱۸۴۶ء کو اس معاہدہ کی تکمیل کی گئی اور یہ معاہدۂ امرتسر کہلایا[1] جب کشمیریوں کو اس کا علم ہوا کہ انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کیا گیا ہے پہلے لاہور[2] میں سکھ حکومت کو دھوکہ دے کر اور پھر راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ اس سازش کے تحت جو انگریزوں اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان سودا بازی کے لئے ہو رہی تھی۔ جب سکھ حکومت کے خلاف سازش کامیاب ہوئی تو انگریز نے بیک وقت ایک تیر سے دو شکار کئے۔ گلاب سنگھ سے ایک کروڑ روپیہ وصول کیا۔ اور کشمیر کو راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر کے سکھوں کی حکومت کو کمزور کر دیا۔ تاریخ کا یہ ایک اور ستم ہے کہ ہندستان کو غلام بنانے کے لئے انگریز کو جو اخراجات برداشت کرنا پڑتے یہاں کے لوگوں ہی سے وصول کئے جاتے بہرحال کشمیریوں نے بغاوت کی اور راجہ گلاب سنگھ کو واپس جانا پڑا۔ اس وقت سکھ حکومت کا گورنر راجہ لال سنگھ تھا۔ جسے راجہ گلاب سنگھ کی تمام سازشوں

---

[1] کتاب ہذا کا ضمیمہ باب دسواں۔ [2] کتاب ہذا کا ضمیمہ۔ باب دسواں۔

کا علم ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس دغابازی کے خلاف اپنی آواز بلند کی مگر راجہ گلاب سنگھ اور انگریز کی مشترکہ چالوں نے اس کی آواز کو دبا دیا۔ اور اس طرح راجہ گلاب سنگھ اپنے مکر و فریب کی چالوں میں کامیاب ہوگیا۔ اور کشمیری اور ان کا ملک فروخت ہوگیا۔

کیبنٹ مشن سے مطالبہ: کیبنٹ مشن کے سامنے یہ تمام سرگذشت پیش کرنے کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا کہ اب جبکہ انگریز ہندستانیوں کو ان کا ملک واپس کر رہا ہے تو اخلاق اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ ریاستی باشندوں کو ان کا ملک واپس کردیں وہ ملک جو انگریزوں نے گلاب سنگھ کے ہاتھ سازش کے تحت فروخت کیا تھا۔ اس تحریک کے آغاز کا باعث بھی یہی بات تھی جسے "کشمیر چھوڑ دو" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشین مہاراجہ ہری سنگھ کو کب یہ گوارا تھا چنانچہ اس کے ظلم و تشدد کی مشینری حرکت میں آئی اور کشمیر کے رہنماؤں کو جیل میں بند کر دیا گیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جن رہنماؤں کو قید کیا گیا ان میں کشمیری پنڈت رہنما بھی تھے۔ بہرکیف ابھی ہم قید و بند کی صعوبتیں ہی برداشت کر رہے تھے کہ ہندستان کو نہ صرف سیاسی آزادی ملی بلکہ اسے ہندستان اور پاکستان کی مملکتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تقسیم کے متعلق جب کانگریس اور مسلم لیگ میں سمجھوتہ ہوا تو ریاستوں کے متعلق یہ مان لیا گیا کہ وہاں کے باشندوں کی مرضی۔ جغرافیائی تعلق وغیرہ کی بنا پر وہ الحاق کریں گی۔ مہاراجہ تو یہ چاہتا تھا کہ وہ ہندستان اور پاکستان دونوں سے آزاد رہے۔ مگر ہماری جد و جہد اس کی مطلق العنانی سے چھٹکارا پانا تھا ہندستان بھر کے راجے مہاراجے اور نواب انگریز سامراج کی پیداوار تھے اور انہیں انگریزی راج کا ستون سمجھا جاتا تھا۔ مہاراجہ وائسرائے کے پاس دوڑے اور آئندہ کے لئے اپنے راج پاٹ کی حفاظت کی فکر میں لگ گئے۔ مگر وائسرائے نے اپنی اور برطانوی حکومت کی مجبوریوں کا اظہار کرکے اُن پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ اب برطانیہ ان کی سرپرستی کرنے سے قاصر

ہے اس لئے وہ ہندُستان و پاکستان کی دو مملکتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل جائیں۔ مہاراجہ کشمیر نے اپنے وزیر اعظم رام چندر کاک کو دہلی بھیجا جہاں وہ مسٹر محمد علی جناح سے بھی ملے ہندُستان بھر میں ایک وسیع پیمانہ پر فسادات برپا تھے۔ لاکھوں ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے اور فرقہ پرست جماعتیں ان کی رہنمائی میں پیش پیش تھیں مگر دوسری طرف راجے مہاراجے کچھ اور ہی منصوبے باندھ رہے تھے ان کے پیش نظر یہ بات تھی کہ کسی نہ کسی طرح ہندُستان کی عوامی حکومت کمزور رہے اور ملک کے لوگوں میں یکجا نہ ہو تا کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنے اپنے مفاد محفوظ کر سکیں مگر عوام کے اندر آزادی کا جو بے پناہ جوش و خروش کارفرما تھا اس کی وجہ سے راجوں مہاراجوں کو اپنے منصوبوں کو علانیہ طور پر عملی جامہ پہنانے کی ہمت نہ تھی مگر درپردہ وہ اس سازباز میں رہے۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا تھا کہ مہاراجہ ہری سنگھ بعض دوسرے مہاراجوں اور راجوں کے ساتھ مل کر اس بات پر راضی ہو گیا تھا کہ وہ ہندُستان کے اس شمالی حصہ میں ایک الگ ریاست قائم کریں۔ اسی مقصد سے وہ خود مختاری کے لئے بھی کوشاں تھے۔ ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے نے اعلان کر دیا کہ برطانوی حکومت ہندستانیوں کے ہاتھ اختیارات منتقل کر دے گی۔ ہم ابھی جیل میں تھے کہ معلوم ہوا کہ جون اور جولائی ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ نے تگ و دو کی کہ انگریز حکومت کی مدد سے وہ ریاست کی الگ حیثیت اور خود مختاری منوائے۔ ریاست کے اضلاع مظفرآباد۔ میرپور۔ پونچھ۔[1] میں مہاراجہ کی فوج لوگوں پر سخت مظالم توڑ رہی تھی۔ گاؤں کے گاؤں نذر آتش کئے جا رہے تھے غرض مہاراجہ کی حکومت فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکانے اور پھیلانے میں مصروف تھی جب کہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی کہ ہندُستان کی قسمت کا فیصلہ اس طرح ہو کہ اُس روز اُسے ہندُستان و پاکستان کی دو مملکتوں میں

---

[1] ضمیمہ کتاب ہٰذا باب دسواں۔

تقسیم کر دیا جائے مگر مہاراجہ ہنوز کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ وائسرائے ہند
لارڈ ماؤنٹ بیٹن مہاراجہ کی دعوت پر سرینگر آیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے مہاراجہ
کو یہ مشورہ دیا کہ وہ خود مختاری کی کوشش نہ کرے بلکہ ہندوستان یا پاکستان
کسی ایک مملکت کے ساتھ عوام کی مرضی کے مطابق الحاق کرے۔ وائسرائے کا
بیان ہے کہ اس سے سردار پٹیل نے کہا تھا کہ وہ مہاراجہ سے جا کر یہ کہے کہ اگر
مہاراجہ پاکستان کے ساتھ بھی الحاق کرلے تو حکومت ہند اس کے اس اقدام
کو کسی دشمنی پر محمول نہیں کرے گی۔ بہر حال وائسرائے کو مہاراجہ
نے ٹال دیا اور بیماری کا بہانہ کر کے ملاقات بھی نہ کی۔ اصل میں مہاراجہ
کے دل میں خود مختاری کا خیال گھر کر گیا تھا اور وہ اسی پر مصر تھا۔ اسی
اثنا میں اگست ۱۹۴۷ء میں گاندھی جی سرینگر تشریف لائے اور واپسی پر ۵ اگست
کو بمقام واہ ضلع اٹک اُنہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا۔

گاندھی جی کا ارشاد: "میں کشمیر نہ کسی سیاسی مقصد سے گیا تھا
اور نہ میرا ارادہ عبادت کی کوئی میٹنگ بلانے کا تھا۔ مگر سری نگر میں دو
روز اور جموں میں ایک روز مجھے عبادت کی میٹنگ بلانے کا موقع مل گیا
ان میٹنگوں میں ہزاروں آدمیوں نے شرکت کی۔ سری نگر کے سہ روزہ قیام
کے دوران بہت سے قومی کارکنوں نے مجھ سے ملاقات کی۔ بیگم شیخ محمد
عبداللہ مسلسل میری میزبان رہیں۔ مہاراجہ صاحب، مہارانی صاحبہ اور وزیر
اعظم مسٹر کاک سے بھی میری ملاقاتیں ہوئیں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں شیخ
محمد عبداللہ سے نہ مل سکا جو بلاشبہ کشمیریوں کے واحد لیڈر ہیں اور میں شیخ محمد
عبداللہ سے ملنے گیا بھی نہیں تھا۔

"میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ۱۵ اگست کو اگر ہر طرح خیریت رہی تو ریاست جموں
و کشمیر آئینی طور پر خود مختار ہو جائے گی مگر مجھے یقین ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد
ریاست زیادہ دنوں تک اس حالت میں نہیں رہے گی اسے ہندستان یا پاکستان
دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرنا ہوگا۔ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت

ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ شیخ محمد عبداللہ نے کشمیریوں کے اندر مقامی حب الوطنی کی روح پھونک دی ہے برطانوی اقتدار اعلیٰ ۱۵ اگست کو ختم ہو جائیگا اس کے بعد حقیقی اقتدار اعلیٰ کا دور شروع ہو گا اس سے میری مراد کشمیر عوام کا اقتدار اعلیٰ ہے۔ کشمیریوں کی ایک زبان ہے، ایک کلچر ہے اور جہانتک میں دیکھتا ہوں وہ لوگ بھی ایک ہی ہیں۔ میں کشمیری ہندو اور کشمیری مسلمان میں بیک نظر امتیاز نہیں کر سکا۔ ایک بڑا وفد میرے پاس آیا تھا۔ مگر میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ اس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے یا ہندوؤں کی۔ خواہ کچھ بھی تھا۔ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ کشمیر اور جموں میں کشمیریوں کی مرضی ہی اعلیٰ قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں یہ کہنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ مہاراجہ صاحب اور مہارانی صاحبہ نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے۔ خوش قسمتی سے مجھے وہ معاہدہ دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ جسے معاہدہ امرتسر کہتے ہیں۔ وہ ایک بکری پٹہ ہے۔ جس کی رو سے کشمیر فروخت کیا گیا تھا۔ اب جبکہ انگریز جا رہا ہے وہ بکری پٹہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اور اقتدار اور سرداری کے مالک عوام ہوں گے۔ اس وقت فروخت کرنے والا برطانوی گورنر جنرل تھا۔ اور خریدار مہاراجہ گلاب سنگھ۔ معاہدہ کے خاتمہ پر کیا ریاست برطانیہ کو واپس چلی جائے گی۔ اور انگلستان کی ملکیت قرار پائیگی اور اگر ہندوستان کی ملکیت ہوگی تو اس کے کس حصہ کی؟ قانونی پیچیدگیوں میں گئے بغیر میں کہہ سکتا ہوں کہ جموں و کشمیر کا فیصلہ وہاں کے عوام ہی اپنی مرضی سے کریں گے۔ اور مہاراجہ صاحب اور مہارانی صاحبہ دونوں اس سے متفق ہیں۔ یہ جس قدر جلد ہو بہتر ہو گا۔ یہ سوال بھی معقول ہے کہ عوام کی رائے کیسے معلوم کی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ اس سوال کو دونوں مملکتیں۔ ہندوستان اور پاکستان۔ اور مہاراجہ کشمیر اور کشمیر کے باشندے باہم مل کر طے کر لیں گے۔ اگر یہ چاروں

نوٹ ۔۔۔ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔

کسی متفقہ فیصلہ پر پہونچ جائیں تو پھر بہت زیادہ مصیبتوں کی روک تھام ہو جائے گی۔[1]

جوں کا توں معاہدہ: چند روز کے بعد ہی مہاراجہ نے ہندستان اور پاکستان کی حکومتوں کو جوں کا توں (STANDSTILL) تعلقات برقرار رکھنے کی پیشکش کی جس کا جواب حکومت ہند نے تو نہ دیا مگر حکومت پاکستان نے اسے تسلیم کر لیا[2] یہاں یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس خیال کی بنا پر کہ کشمیر خود مختار رہے۔ مہاراجہ خود ہی اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ بہر کیف ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اس نے مجبوراً ہمیں جیل سے رہا کر دیا۔ اس وقت صورت حال بے حد نازک تھی ۔۔ ہندستان دو قومی نظریہ، کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا لاکھوں انسان گھر سے بے گھر در بدر مارے مارے پھر رہے تھے ہزاروں بچے اور عورتیں انسانی درندگی اور سفاکی کا شکار ہو رہے تھے۔ خود ہماری اس ریاست میں جہاں میرپور۔ مظفرآباد اور پونچھ[3] کے باشندوں کو مہاراجہ کی فوج بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار رہی تھی ۔ وہاں جموں اور اس کے نواحی علاقہ میں بھی فساد کی آگ بھڑکائی جا رہی تھی اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا جا رہا تھا میں نے رہا ہوتے ہی یہاں کے ہندؤوں۔ سکھوں اور مسلمانوں کو بتایا کہ ہماری اتحاد و اتفاق ہی میں زندگی ہے اور تفرقہ و عداوت میں موت ہے۔ اس لئے سب لوگ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ اس وقت ہم چاروں طرف سے گھپ اندھیرے میں ہیں۔ الحاق سے پہلے آزادی کا سوال درپیش ہے مگر حصول آزادی کے لئے آزاد ماحول درکار ہوگا۔

پریشان کن حالات میں اضافہ: "مہاراجہ کشمیر کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر میرپور۔ پونچھ اور مظفرآباد کے ستم رسیدہ باشندوں نے جو بغاوت کی

---

[1] "مہاتما گاندھی" جلد ۸ صفحہ ۷۸ اور ۷۹ مصنفہ ڈی جی ٹنڈولکر

[2] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں۔ [3] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں [4] ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں

اس سے پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگیا ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کو قبائلیوں نے بھی حملہ کردیا اور وہ سکھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو بلا امتیاز لوٹتے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے سری نگر کی جانب بڑھتے چلے آرہے تھے ۔ دوسری طرف جموں اور میرپور میں فرقہ وارانہ فسادات نے ہولناک صورت اختیار کرلی تھی ۲۲/۲۳ اکتوبر کو مہاراجہ کشمیر کی آنکھ کھلی اس وقت قبائلی حملہ آور سری نگر کے مضافات میں پہونچ گئے تھے ۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر مہاراجہ نے حکومت ہند سے فوجی امداد کی درخواست کی ۔ مگر اس وقت حکومت ہند نے ایک ایسی ریاست کو فوجی امداد دینے سے اظہار معذرت کیا ۔ جس نے قاعدہ کے مطابق اس سے الحاق نہیں کیا تھا ۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ مہاراجہ کے سر میں خود مختاری کا سودا سمایا ہو ۔ مہاراجہ کشمیر سری نگر سے بھاگ کر جموں چلا گیا تھا اندریں حالات اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ حکومت ہند پر الحاق کے لئے زور دے ۔ آخر حکومت ہند نے الحاق اس شرط پر منظور کرلیا کہ امن بحال ہونے پر ریاستی باشندوں سے اس کی تصدیق کرائی جائے گی ۔ یعنی الحاق کا فیصلہ رائے شماری سے ہوگا ۔ اس کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اس کی تائید مزید کی ۔ اور سرینگر کے لال چوک میں کھڑے ہو کر کشمیریوں سے وعدہ کیا کہ الحاق کے فیصلہ کا انحصار کشمیریوں کی رائے پر رہے گا ۔ اور وہ خود اپنی مرضی سے سے اس کا فیصلہ کریں گے ۔ پنڈت نہرو نے کشمیریوں سے اس کا وعدہ کیا اور فوجی امداد دینے کی وجہ یہ بتائی کہ امن بحال ہونے کی صورت میں اہل کشمیر الحاق کا فیصلہ آزادی سے کرسکیں گے اور جوں ہی امن بحال ہوگا فوج واپس بلالی جائے گی ۔

رائے شماری کے ذریعہ الحاق :۔ نومبر سنہ ۱۹۴۷ء کے پورے مہینہ میں دونوں مملکتوں کے گورنر جنرل اور ان کے وزراء اعظم کے درمیان طویل خط

مـ۱ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں ۔ مـ۲ ضمیمہ کتاب ہذا باب دسواں

وکتابت ہوئی۔ جس میں دونوں نے تسلیم کیا کہ رائے شماری کے ذریعہ الحاق
کا فیصلہ ہوگا۔ صرف تفصیلات میں اختلاف رہا۔ مثلاً یہ کہ پاکستان کے
گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناح کی یہ تجویز تھی کہ دونوں مملکتوں کے گورنر جنرل اپنی
نگرانی میں رائے شماری کرائیں۔ مگر اس کے برعکس لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی رائے
یہ تھی کہ ادارہ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ہو۔ آخر کار حکومت ہند نے حفاظتی
کونسل کی جانب رجوع کیا۔ کہ ریاست پر قبائلی حملہ آور ہوئے ہیں اور ان کی
پُشت پر پاکستان کا ہاتھ ہے۔ حفاظتی کونسل میں اس مسئلہ پر بڑی طویل بحثیں
ہوئیں۔ اور اس کے اجلاس میں میں خود بھی ہندستانی وفد کے ساتھ شریک ہوا
اور حفاظتی کونسل میں میں نے یہاں کے باشندوں کے بنیادی اور انسانی حقوق
کی نسبت وہی کچھ کہا جو آج کہتا ہوں۔ یعنی یہ کہ تاریخی۔ سیاسی اور اخلاقی۔ ہر
لحاظ سے یہ حق صرف یہاں کے باشندوں کو پہونچتا ہے کہ وہ اپنی آزادانہ رائے
سے الحاق کا فیصلہ کریں۔ قبائلی حملہ کی وجہ سے اس حق کے چھن جانے کا
اندیشہ تھا۔ ہمارے خود اختیاری کے موقف کو آخر کار سب نے تسلیم کرلیا اور
اس پر تمام متفق ہوئے کہ حفاظتی کونسل کی نگرانی میں کشمیر کے باشندوں
کی رائے اس امر میں دریافت کی جائے گی۔ کہ ہندستان یا پاکستان دونوں
مملکتوں میں سے کس کے ساتھ وہ اپنے ملک کا الحاق چاہتے ہیں۔ میں نے حفاظتی
کونسل میں ہندستان کے موقف کے مطابق اور ہندستانی وفد کی طرف سے بھی
یہ کہا تھا کہ ہماری تحریک حق خود ارادی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ الحاق کا
فیصلہ لوگ اپنی آزادانہ رائے سے کریں ہندستانی وفد کے صدر نے بھی اپنی
تقریر میں اس کی تائید کی تھی۔ اس حقیقت کو دونوں مملکتوں نے تسلیم کر
لیا۔ کہ مہاراجہ کے بجائے عوام کو حق ہے خود حفاظتی کونسل نے بھی اسے
بطور ایک بنیادی حق مان لیا۔ میں ان اختلافات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا
جو اس کے بعد تفصیلی امور میں پیدا ہوئے۔ اس دوران میں کشمیر میں دستور
ساز اسمبلی بھی بنادی گئی اس کا آپ کو بخوبی علم ہے کہ کن حالات میں اُسے

وجود میں لایا گیا تھا۔ حکومت ہند نے ہم سے خود وعدے کیے تھے اور بلا جبر و اکراہ کیے اور اس کی تصدیق تمام دنیا نے کی۔ ان وعدوں کی بنا پر میں نے جو کچھ کہا میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر حکومت ہند ان وعدوں پر قائم رہی اور کشمیر کی اندرونی آزادی اور حق خود ارادیت کا اس نے احترام کیا۔ تو ایسی صورت میں کشمیری عوام ہندستان کے ساتھ الحاق کو زیادہ مفید سمجھیں گے اور رائے شماری پر ملک کو ہندستان کا حصہ قرار دیں گے۔ مگر حکومت ہند نے ایسا نہ کیا۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ ان وعدوں کا کیا ہوا۔ اور کیوں ایفا نہیں کیے گیے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں ہمارے ساتھ کیے گئے وعدوں سے ریاست کی تشکیل جس صورت میں ہوتی تھی وہ تو اب مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ کس نے کیا؟ ہم نے یا کسی اور نے؟ الحاق کے سوال کو حفاظتی کونسل نے اسمبلی کی حدود سے خارج قرار دیدیا اور ہندستان نے بھی کونسل کے اس فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے اُسے یقین دلایا کہ کشمیر دستور ساز اسمبلی کا کوئی فیصلہ الحاق کے بارے میں قطعی اور فیصلہ کن ثابت نہ ہوگا۔

دس سال گذر گئے:۔ دس سال سے کشمیر کا یہ مسئلہ لٹکا ہوا ہے مسلسل غیر یقینی حالات اور ڈر اور خوف کے باعث عوام سخت مصیبت میں مبتلا ہیں ہندوؤں کو جس طرح پاکستان میں اپنا مستقبل تاریک دکھائی دیتا ہے۔ مسلمان کو بھی اس باہمی کشمکش اور شبہات کے ماحول میں اپنے مستقبل پر بھروسہ نہیں اور اسے قدم قدم پر خدشات اور غیر محفوظ حالات پیش آتے ہیں۔ ہماری انتہائی خواہش ہے کہ اس قسم کے ماحول کو ختم کرنے میں تعاون کریں تاکہ عوام اپنے مستقبل کے بارے میں بلا خوف و جبر سوچ سکیں۔ فیصلہ کرتے وقت اگر ان کے ذہنوں پر کسی قسم کا دباؤ اور خوف اثر انداز رہا تو وہ صحیح فیصلہ کرنے سے قاصر رہیں گے۔ ہم تو گاندھی جی کی تعلیم اور ان کے فرمان کو ماننے والے ہیں سنہ ۱۹۴۷ء کے افسوسناک حالات کے باوجود ہندستان سے ہماری امیدیں بندھ گئی تھیں مگر اگست سنہ ۵۳ء کے بعد جو واقعات پیدا کیے گئے انھوں نے اُن

امیدوں کو مایوسی میں بدل دیا۔ حکومت ہند نے وعدہ کیا تھا کہ کشمیر کے ساتھ انصاف ہی نہیں بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ میں دُکھ کے ساتھ کہتا ہوں کہ فیاضی تو کہاں انصاف بھی نہیں ملتا۔ اس بے انصافی کے خلاف آواز اٹھانا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے کہ بے انصافی کے اس دور میں کسی کی بھی عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ امن اور محبت سے زندہ رہنے کے لئے انصاف کی ضرورت ہے۔ میرے پنڈت بھائی اس ملک کی زندگی کا ایک اہم اور مفید حصّہ ہیں اور ان کی قابلیت کا شہرہ دور دور ہے اس لئے ان کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ملک میں انصاف کو فروغ دیں انسانی مساوات اور انصاف دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ مگر انصاف بغیر مساوات قائم نہیں رہ سکتی۔ ہم ہمیشہ سے اس کے قائل ہیں بلکہ اس کے لئے مصروف جدّوجہد ہیں کہ اس ملک کا مالک اس کا ہر باشندہ ہے کوئی واحد شخص یا واحد فرقہ نہیں۔ اس لئے اس کے مستقبل کے فیصلہ کا اختیار بھی ہر فرد واحد اور ہر فرقہ کو ہے۔

یہ بات کشمیر کے مزاج اور اس کی روایات کے منافی ہے کہ انسانوں کے مابین محض اس بنا پر امتیاز روا رکھا جائے کہ وہ مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم سے اس قسم کی توقع نہ رکھی جائے کہ ہم کسی ایک فرقہ کے لئے انصاف کے طالب ہوں گے اور دوسرے کو نظر انداز کر دیں گے یا خاموشی سے اس کے ساتھ بے انصافی ہوتے دیکھیں گے ایسا فرقہ وارانہ اتحاد قائم نہیں رہ سکتا۔ حقیقی اتحاد تو اسی سے برقرار رہتا ہے کہ ہر فرد بشر کے لئے مساوی طور پر انصاف طلب کیا جائے۔ خیر یہ ہے ہمارا بنیادی اصول۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری حکومت میں کچھ خامیاں تھیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے مذہب کی بنا پر کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا۔

۱۹۵۳ء کے واقعات کا تذکرہ: ۱۹۵۳ء کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا ۔۔۔ "کشمیری پنڈت تعلیمیافتہ ہے اس لئے

وہ خود اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ میری گرفتاری میں کون سا آئینی جواز تھا۔ کیا ایک وزیر اعظم کو برطرف کرنے کا یہ طریقہ آئینی اور دستوری تھا۔؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ اسمبلی کے بھرے اجلاس میں اس کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پیش کیا جاتا اور ممبروں کی اکثریت جس طرح فیصلہ دیتی اس کے مطابق عمل کیا جاتا۔ ہندوستان کی جمہوریت کو فروغ دینے کے لیئے بہت کچھ کیا جاتا ہے۔ میں آج اسی جمہوریت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ ایک وزیر اعظم کو اس کے منصب سے ہٹانے کا جو طریقہ ۹ راگست ۵۳ء کو اختیار کیا گیا وہ کون سی جمہوریت کا نمونہ تھا۔ وزیر اعظم کی حیثیت میں اگر مجھ سے بددیانتی کا کوئی فعل سرزد ہوا ہو تو میں اس کی سزا بھگتنے کو ہر وقت حاضر ہوں۔ اس وقت یہ الزام لگایا گیا تھا کہ میں نے امریکہ کے ساتھ سازش کی اور ہندوستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کے مفادات کو خطرے میں ڈال کر اس ملک کو ہندوستان و پاکستان سے الگ کر کے امریکہ کے حوالے کر رہا ہوں۔ مگر حیرت کی بات ہے الزام تراشیاں کرنے والوں کی نظر سے یہ حقیقت کیسے پوشیدہ رہی کہ ریاست میں دونوں مملکتوں کی بے شمار فوج جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہے اس کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن تھا۔ پانچ سال تک مسلسل یہی رٹ لگائی گئی مگر جب اسے ثابت نہ کیا جا سکا تو نیا پینترا بدلا گیا اور مجھے فرقہ پرست کہہ کر ریاست کی اقلیت کو مجھ سے متنفر کرنا چاہا۔ مگر آج تک وہ اسے بھی ثابت نہ کر سکے اور یہ سب الزامات جھوٹے نکلے اور آئندہ بھی وہ کوئی الزام ثابت نہیں کر سکیں گے۔ ہمیشہ فتح سچائی کی ہوگی اسلام ہو یا ہندو دھرم دونوں کے مطابق سچ ہمیشہ غالب آتا ہے۔ یاد رکھیئے۔ سچ ایک ہی ہوتا ہے۔ دو نہیں ہوتے اور جھوٹ دوئی میں پڑ کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

شیر کشمیر نے اخبار "ہارتند" سری نگر کی بعض خبروں کا حوالہ دیتے ہوئے

حاضرین کو بتایا۔

غنڈہ گردی سے کشمیری پنڈت بھی پریشان: "یہاں غنڈہ گردی کی وجہ سے صرف مسلمانوں ہی کی عزت اور جان کے لالے نہیں پڑے ہوئے بلکہ کشمیری پنڈتوں کو بھی سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ ترقی، ترقی کی بہت جورٹ لگائی جا رہی ہے۔ مگر واقعات تو بتاتے ہیں کہ پچھلے چار پانچ کے اندر اگر کسی بات میں ترقی ہوئی ہے تو وہ لوٹ کھسوٹ اور غنڈہ گردی میں۔ وقت آگیا ہے کہ ان خرابیوں کی اصلاح کی جائے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ دوسروں کی ماں بہن اپنی ماں بہن نہیں۔ کسی بھی عورت کی عزت کا غنڈوں کے ہاتھوں کھلونا بن جانا برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ یاد رکھو کہ کشمیری پنڈت کی عزت مسلمان کی عزت ہے اور مسلمان کی عزت کشمیری پنڈت کی عزت ہے اگر کوئی شخص اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرے تو سب کے سب عزت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور جبتک میری جان میں جان ہے میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر ایک کی جان اور ہر ایک کی عزت کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

صرف سچائی سے مسئلہ حل ہوگا: گرفتاری کے بعد جو کوششیں کی گئیں وہ آپ کے سامنے ہیں مگر ہر قسم کے پروپاگنڈا کے باوجود لوگ میرے پاس آتے ہیں اور خوف و ہراس سے بے نیاز ہو کر عوام جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں اس سے ثابت ہے کہ وہ میری بات کو سچ پر مبنی سمجھتے ہیں۔ خدا جب سچائی کا اظہار چاہتا ہے تو اس کے لئے وہ عوام کے دلوں میں جوش و خروش کے جذبے پیدا کر دیتا ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے وہ مصنوعی ہوتا ہے اور اس کی نمود عارضی ہوتی ہے وہ تفرقہ۔ نفرت جھگڑا۔ فساد میں اپنی بقا سمجھتا ہے۔ اس لئے عوام میں لاعلمی۔ جہالت اور بدگمانیاں پھیلا کر اپنی مطلب براری کرتا ہے اور انسان کو تاریکی میں رکھتا ہے۔ سچ کی مثال سورج جیسی ہے۔ جس کے طلوع ہوتے ہی رات کی ظلمت

کافور ہو جاتی ہے یہی مثال انسانوں کی بھی ہے ایک گروہ یا کوئی شخص انسانوں کے اندر لاعلمی۔ جہالت اور دوسری کمزوریاں پیدا کر کے ان کو جھوٹ۔ نفرت اور خوف کے اندھیرے میں محدود کر دیتا ہے۔ مگر سچائی کی روشن کرنیں جب ظاہر ہوتی ہیں تو وہ اس اندھیرے کی چادر کو چیر کر باہر نکل جاتی ہیں۔ اور ہر طرف اجالا ہی اجالا ہو جاتا ہے یاد رہے کہ جھوٹ کی بنیاد کمزور ہوتی ہے اور سچائی کے ایک ہی دھکے سے وہ متزلزل ہو جاتی ہے۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ کشمیر کے قضیہ میں کتنا جھوٹ بولا گیا اور سچ کو کس طرح چھپایا گیا۔ یہ قضیہ دس سال سے شروع ہے۔ اور آج بھی اس کا روز اول ہے کروڑوں انسانوں کو ذہنی پریشانی۔ دماغی کوفت خوف و بدگمانی اور نفرت و حقارت سے معمور ماحول نے غیر یقینی حالات حالات میں ڈال رکھا ہے۔ اور امن و اطمینان کی زندگی سے وہ محروم ہیں آخر یہ حالات کب تک رہیں گے۔ اور کیا ان کا کوئی بھی علاج نہیں؟ میرے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ بلا خوف و خطر سچ کا دامن پکڑو۔ سچ اور صرف سچ ہی کی رہنمائی آپ کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ ہمارے ذہنوں پر جب تک غربت اور دوئی چھائی رہے گی۔ سچائی کے راستے پر ہنس کر چل سکتے اگر آپ سچائی کے طلبگار رہیں تو دوئی خود بخود ہی باقی نہیں رہے گی اور جب دوئی باقی نہیں رہتی تو اس کی جگہ انسانی برادری کی وحدت لے لیتی ہے اس لئے ہندوستان اور پاکستان دونوں سچائی کو اپنا قائد سمجھیں اسی صورت سے یہاں کے باشندے اُن تمام مصائب و آلام سے نجات پا سکتے ہیں جو جھوٹ کی طومار کی پیداوار ہیں۔ اگر سبھی سچائی کا راستہ اختیار کریں تو پھر کشمیر کے قضیہ کا بہت جلد تصفیہ ہو جائے گا۔ اور ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا جس میں سب کے لئے عزت۔ آزادی۔ امن اور اطمینان ہو گا۔

حکومت ہند کا ماٹو اور کشمیر:۔ حکومت ہند نے اپنا اسٹیٹ ماٹو (آدرش) "ستیمے وجے تے" قرار دے رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ کی جیت ہوتی ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اسی آدرش کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ ایک دوسرے پر تہمت طرازی نہ کریں اور کسی کو برا بھلا نہ کہیں جو بات بھی کہنی ہو سچائی کے ساتھ کہہ دیں تو پھر وہ دن دور نہیں کہ انسانوں کے دلوں میں نفرت و حقارت کے بجائے محبت اور دوستی کے جذبات پیدا ہو جائیں اور ان کے دل آپس میں مل جائیں ؎

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں

"میں آپ کو تلقین کرتا ہوں کہ غیر یقینی اور بے اطمینانی حالت کو ختم کرنے کی کوشش کیجیے۔ اور امن اور قانون کی حکومت قائم کرنے میں مدد دیجیے۔ آپس میں پیار اور محبت رکھئے۔ جس قدر فضا پر امن ہوگی اور دو ہمسایہ ملکوں کے مابین تعلقات خوشگوار ہوتے جائیں گے۔ کشمیر کے مسئلہ کا حل بھی آسان ہوتا جائیگا۔

مولانا محمد سعید مسعودی سابق ممبر پارلیمنٹ و جنرل سکریٹری جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کا وہ خط جو انہوں نے ۴ مارچ ۱۹۵۸ء کو سری نگر سے بوساطت شریمتی مردولا سارابھائی ان دوستوں کے نام بھیجا جو پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند اور شیخ محمد عبداللہ کے درمیان ملاقات کرانے کی کوشش میں تھے۔

سری نگر

۴ مارچ ۱۹۵۸ء

حالات نے یہاں عجیب صورت اختیار کی ہے چونکہ مخالفین امن کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور دوستانہ ماحول نہیں رہنے دیتے اور ہمیں ختم کرنے کے لئے وہ وادی کشمیر کے طول وعرض میں سیاسی کارکنوں کے خلاف فوجداری مقدمات چلانے پر اُتر آئے ہیں اس لئے شیخ صاحب نے عوام سے براہ راست رابطہ پیدا کر لیا ہے، اور محلہ محلہ اور گھر گھر جا جا کر ہر شخص سے ملاقاتیں کر رہے ہیں اور اپنا مافی الضمیر اُن کے ذہن نشین کرتے ہیں۔

اُن کی تقریروں کی رپورٹ ہر شام اس لئے آپ تک پہونچائی جاتی ہے کہ اخبارات میں اُن کی اشاعت ہو لیکن نہایت افسوس ہے کہ کہیں بھی یہ رپورٹ نہیں چھپتی اور ہنوز "صدائے برنخواست" کی کیفیت ہے۔

آپ کی وہاں موجودگی کا اگر اتنا فائدہ ہوتا کہ یہاں کے عوام کی داستانِ مظلومی وہاں کے عوام تک نہ سہی خواص تک تو پہونچ جاتی تو ممکن تھا کہ کچھ تلافی ہو جاتی اور یہاں کے عوام ہندوستان سے انصاف کی توقع کرنے میں اتنے مایوس نہ ہوتے! کیا آپ سب مل کر ہندوستان اور کشمیر کی اتنی سی خدمت نہیں کر سکتے کہ کشمیری

عوام کو یہ محسوس کرنے کا موقعہ دیں کہ تم کو چاولوں[1] کے ساتھ ساتھ انصاف بھی مل سکتا ہے۔

حوالاتوں میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو انتقامی سلوک[2] کیا جا رہا ہے گذشتہ پانچ سالہ ایذارسانی کے واقعات پر سبقت لے گیا ہے۔ ہندوستانی دوستوں کو بتاؤ کہ سری نگر کی حوالاتوں میں پارلیمنٹ کے سابق ممبروں اور پنڈت نہرو کے ایک وقت کے رفقائے کار کو ۲۴ گھنٹوں میں دس آنہ کی روٹی کھانے اور اس پر زندہ رہنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح ایسی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں ٹھونس دیا گیا ہے جہاں مٹی کے تیل کے جلنے کا دھواں ان کا دم گھونٹ رہا ہے اگر دروازہ کھول دیں تو سردی کی شدت سے جان نکلتی ہے اور بند رکھیں تو سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے اور روشنی بجھا دیں تو اندھیرے میں بری گت بنتی ہے۔

ایسے تمام واقعات کی تفصیل یہاں سے آپ دوستوں تک پہونچائی گئی ہے۔ آج بھی اگر گرفتاریاں بند ہو جائیں، غنڈہ گردی ختم ہو جائے اور مرکز سے بھیجے گئے افسر نظم و نسق کو یہاں سازشیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کے بجائے خود اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اپنے فرائض انجام دیں اور فضا کو پرسکون بننے دیں تو پنڈت جی اور شیخ صاحب کے درمیان ملاقات کرنے کے لئے راستہ ہموار ہو سکتا ہے اور ساری پریشانیوں کا کوئی موثر اور نتیجہ خیز علاج کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو شیخ محمد عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد سے کشمیر میں چاول ۳ $\frac{1}{4}$ آنہ سیر کے حساب سے فروخت کیا جا رہا ہے حالانکہ یہ چاول مشرقی پنجاب سے بیس بائیس روپیہ من کے حساب سے خریدا جاتا ہے اور اس پر سری نگر پہونچانے تک اس کے علاوہ ساٹ آٹھ روپیہ من کرایہ و بار برداری خرچ آتا ہے اس حساب سے کشمیر پہونچنے تک یہ چاول اٹھائیس روپیہ من ہو جاتا ہے مگر فروخت آٹھ روپیہ من ہوتا ہے یعنی حکومت کشمیر کو کم از کم بیس روپیہ من کا اس میں خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے اس سلسلہ میں بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ خود ہندوستان میں کہیں چاول آٹھ روپیہ من نہیں بکتا۔ [2] مس مردولا سارا بھائی کی تصنیف انگریزی زبان میں بنام "Call for Impartial Enquiry"

خانقاہِ معلّیٰ میں تقریر

۷ مارچ ۱۹۵۸ء کو خانقاہ معلّیٰ میں ایک اجتماع عظیم ہوا صحن کے علاوہ زیارت کا بالائی حصّہ، تمام دالان اور چھتیں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ حاضرین کا تخمینہ ایک لاکھ ہوگا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے شبِ برات کی تقریب پر آپ نے شب بیداری کی اور آج روزہ رکھا اور ان بھائیوں کی امداد کے لئے صرف تین دن میں پچیس ہزار روپیہ جمع کیا جو اس وقت طرح طرح کے مظالم کا شکار ہیں اور مختلف تھانوں اور پوچھ گچھ سنٹروں میں نظر بند ہیں جو رقم اس وقت یہاں پیش کی جارہی ہے وہ بنک میں داخل کی جائے گی اور ڈیفنس کمیٹی اس رقم کو قانونی پیروی پر خرچ کرے گی امید ہے کہ اس فنڈ میں آئندہ زیادہ سے زیادہ چندہ دیا جائے گا۔

"میں آپ کی ہمت کی داد دیتا ہوں اور اپنی جانب سے اس فنڈ میں پانچ ہزار روپیہ شامل کرتا ہوں۔

پولیس کا طرزِ عمل:۔ "رہائی کے بعد میں جہاں کہیں بھی گیا لوگوں نے میرے استقبال کے لئے جابجا ڈیوڑھیاں بنائیں اور سجاوٹ کی مگر پولیس نے عوام کو خائف اور ہراساں کر کے ان کے سجاوٹی سامان کو نقصان پہونچایا اس سلسلہ میں آج نائد کدل اور بہوری کدل وغیرہ کے عوام نے شکایت کی کہ علاقہ سب انسپکٹر تنگ کر رہا ہے وہ کچھ گرفتاریاں بھی عمل میں لایا ہے اس موقعہ پر میں آئی۔ جی۔ پولیس کو اس کے ماتحتوں کی اس غیر قانونی حرکت کی جانب متوجہ کرتا ہوں۔

"۹ اگست ۱۹۵۳ء کے بعد یہاں کوئی عوامی حکومت تو ہے نہیں اس لئے جو بھی قدم اٹھایا جاتا ہے وہ غیر قانونی اور اخلاقی اعتبار سے ناجائز

ہوتا ہے ہمیں حکومت ہند سے شکوہ ہے جو دراصل یہاں لا اینڈ آرڈر (ضبط و نظم) کی ذمہ دار ہے یہاں کے عوام جانتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کچھ مرکزی حکومت کی پولیس اور مالی امداد کے سہارے ہے تو پھر مقامی حکومت سے انصاف کی امید کیسے رکھی جا سکتی ہے۔ حکومت ہند کے کئی ذمہ دار افسر یہاں موجود ہیں جو یہاں لا اینڈ آرڈر (ضبط و نظم) رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ عوام کے ساتھ انصاف کرنے کے فرائض وہ کما حقہ ادا کریں اور پارٹی بازی سے بالاتر رہیں۔ میں آئی۔ جی۔ پولیس کو جانتا ہوں وہ شمال مغربی صوبہ سرحد کے رہنے والے ہیں وہ تجربہ کار آدمی ہیں اور اُن سے توقع تھی کہ ان کی موجودگی میں ماتحت پولیس ایسی ناشائستہ حرکتیں نہیں کرے گی مگر آج میں ان توقعات کے خلاف دیکھتا ہوں اس لئے آئی۔ جی۔ پولیس کو ادھر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان حالات کا جائزہ لے کر سدِّباب کریں میرے خیال میں پولیس کے ان اہل کاروں کا طرزِ عمل ہندوستان کے لئے بھی مفید نہیں بلکہ بدنامی کا باعث ہے لوگ اگر مجھ سے عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں تو ان کے جذبات کو دبانے سے ہندوستان کا کیا فائدہ ہوگا؟ آئی۔ جی۔ پولیس سے براہ راست اپیل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہندستان کی نمائندگی کرتے ہیں اس حیثیت سے ان کا یہ فرض ہے کہ سوچیں کہ ہندستان کا فائدہ کس بات میں ہے؟ اور لوگوں کو کس طرح ہندوستان کا دوست اور حامی بنایا جا سکتا ہے۔ گلیوں اور کوچوں میں سی۔ آر۔ پی وغیرہ کے سپاہی رکھنے سے سوائے ڈر اور خوف پیدا کرنے کے اور کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا اور یہاں کے لوگ اس تلخ حقیقت کو پانچ سال سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔

دوبارہ گرفتاری :۔ "آج کل میری دوبارہ گرفتاری کا بہت چرچا ہو رہا ہے گزشتہ پانچ سال کی نظربندی سے کشمیر کا جھگڑا ختم نہ ہوا تو اب اگر دوبارہ مجھے گرفتار کر کے نظربند کر دیا جائے تو کیا اس سے کشمیر کا جھگڑا ختم ہو جائیگا اور اس کے مستقبل کا فیصلہ ہو جائے گا؟ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے تو میں یہ قربانی خود بخود دینے کو تیار ہوں ممکن ہے ان انواہوں کے پھیلانے سے

مخالفین کا مقصد عوام میں پریشانیاں پیدا کرنا ہو آپ کو ان افواہوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ یہ معاملہ جو دس سال سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے اسے حل کیا جائے تاکہ ہندوستان اور پاکستان کے عوام کی طرح کشمیر کے عوام بھی آرام و آسائش سے زندگی گزاریں اور غیر یقینی حالات کا خاتمہ ہو جائے مگر یہاں ظلم و ستم توڑا جا رہا ہے اور گاندھی جی کے عدم تشدد اور سچائی کے اصولوں کا ستیاناس کیا جا رہا ہے حالانکہ ہندوستان میں بہت سے بزرگ موجود ہیں جنہیں گاندھی جی کے اصولوں پر یقین اور اعتماد ہے مگر میں مایوس نہیں ہوں۔ کبھی نہ کبھی ان پر حقائق آشکار ہوں گے اور ان کا احساس بیدار ہوگا اسے سب جانتے ہیں کہ گاندھی جی کے پاس نہ فوج تھی نہ ٹینک نہ ہوائی جہاز اور نہ گولہ بارود۔ ان کے پاس صرف اخلاقی قوت تھی، عدم تشدد اور سچائی کے ہتھیار تھے اور انہی اصولوں پر کاربند رہ کر انہوں نے انگریزوں جیسی بڑی طاقت کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

گاندھی جی کا ارشاد:۔ "میں پنڈت جواہر لال نہرو اور ان کے ساتھیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ گاندھی جی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سچائی اور عدم تشدد سے کام لیں اور اپنی اخلاقی قوت سے کشمیریوں کے دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں اور اپنے وعدوں کے مطابق کشمیری عوام کو یقین دلائیں کہ انہیں اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کریں نیز حکمران ٹولی اور اس کے ایجنٹوں کا طرز عمل اور فساد انگیز حرکات، پولیس کا ناجائز سلوک، اور اخباروں کا جانبدارانہ رویہ جو ماحول کو خراب کرتا ہے ان سب کی وہ روک تھام اور اصلاح کریں اس لئے کہ اسی میں سب کی بہتری ہے۔

جھگڑا امن سے طے ہونا چاہیئے:۔ "سب کو یاد ہے کہ یہاں کے عوام کے ساتھ پنڈت نہرو اور حکومت ہند کے دوسرے نمائندوں نے کیا وعدہ کیا تھا اسی یقین دہانی پر ہندوستان کے ساتھ کشمیر کا رشتہ استوار ہوا تھا میں ان پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ شیخ عبداللہ اور اس کے حامی کیا چاہتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کا جھگڑا محبت، اخلاص اور دوستی سے طے پائے۔ ہم ہندوستان

کے دشمن نہیں اس وقت بھی ہم اسے اپنا دوست سمجھ رہے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہندوستان سچائی کو اپنالے اور طاقت کے بجائے محبت، اخلاص اور انصاف سے کام لے۔ ہماری یہی کوشش ہے مگر حکمران ٹولی کو یہ بات پسند نہیں وہ یہاں بدامنی اور غیر یقینی حالات پیدا کرنے ہی میں اپنا فائدہ سمجھتی ہے اسے یہ خطرہ ہے کہ اگر کشمیر کا جھگڑا ساز گار فضا میں حل ہو گیا تو اس کی اجارہ داری باقی نہیں رہے گی یہی وجہ ہے کہ عوام کو مشتعل کرکے وہ رات دن فضا کو خراب کرنے میں لگی رہتی ہے تاکہ وہ بدامنی پھیلانے میں کامیاب ہو اور اس کے اقتدار کی مدت دراز ہو جائے اس امر کا بارہا اعلان کیا جا چکا ہے کہ کشمیر کے عوام اگرچہ غریب اور نادار ہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ ہوشمند ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی بہتری کس بات میں ہے۔ حکمران ٹولی کی اشتعال انگیزی کے باوجود وہ ٹھنڈے دماغ سے کام لیتے ہیں جب ہمارا یہ ارادہ اور پروگرام ہے تو ہندوستان کے حاکموں کو بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ کشمیری عوام کی طرف سے بدامنی کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور ان کا ماضی اس کا شاہد عادل ہے۔ ہماری یہ انتہائی کوشش ہو گی کہ ماحول خوشگوار رہے اور کسی قسم کی بدامنی اور فساد نہ ہو تاکہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور یہاں کے عوام عذاب سے چھٹکارا پائیں۔

ہمارا مطالبہ:۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ لوگوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ اپنی مرضی سے کریں اگر پنڈت نہرو یا ان کے رفقائے کار سمجھ رہے ہیں کہ کشمیر میں رائے شماری سے ہندوستان میں فرقہ وارانہ فساد برپا ہو جائے گا اور ۱۹۴۷ء کی فضا لوٹ آئے گی تو وہ کوئی اور حل بتائیں جو ہندوستان، پاکستان بالخصوص کشمیر کو قابل قبول ہو اس لئے کہ بنیادی طور پر وہی فیصلہ درست ہو گا جو سب کو تسلیم ہو اور سب کے لئے باعزت ہو۔ یہ کہنا کوئی بغاوت نہیں، کوئی جرم نہیں مگر جب ہم یہ نعرہ بلند کرتے ہیں کہ یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس کا فیصلہ کریں گے تو ہمیں تکلیف میں کیوں ڈالا جاتا ہے؟ اور گرفتار کرکے تھانوں میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ اور ہم پر جھوٹے مقدمات کیوں

چلائے جاتے ہیں؟ ناقص خوراک کھانے کو دی جاتی ہے۔ اس سخت سردی میں اوڑھنے کو کمبل بھی نہیں دیے جاتے۔ سیمنٹ کے سخت اور سرد فرش پر لٹایا جاتا ہے اور کپڑے تک بدلنے کی اجازت نہیں دی جاتی غرض گرفتار شدگان کو تنگ اور پریشان کرنے کے متعدد طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اب سنا جاتا ہے کہ پوچھ گچھ کے لئے قیدیوں کو مرکزی پوچھ گچھ (Indian Central Interrog-ation Centre) کے دفتر واقع بادامی باغ لے جایا جاتا ہے یہ ہندوستان کی پولیس کا تحقیقاتی مرکز ہے یہاں ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے بے حد انسانیت سوز ہوتا ہے مارپیٹ کے علاوہ ان کے منہ میں پیشاب تک ڈالا جاتا ہے۔ ان میں مریض اور ضعیف العمر بھی ہوتے ہیں جو سختیوں کی تاب نہیں لا سکتے۔ چنانچہ حاجی صبور دانگنو، خواجہ غلام محمد بٹ اور خواجہ غلام رسول جب سختیوں کی تاب نہ لا سکے تو انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے ہندوستان سے ہمیں یہ توقع نہ تھی جس ہندوستان نے سچائی اور عدم تشدد کی بنیاد پر انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی اور جس نے جنگ آزادی کے دوران ہماری بھی امداد کی یہ جو کچھ ہو رہا ہے بے حد افسوسناک ہے۔ پنڈت نہرو کشمیری عوام کو قریب سے جانتے ہیں اور انہیں شیخ عبداللہ کے متعلق بھی پوری پوری واقفیت ہے۔ کشمیری عوام مرنا قبول کریں گے مگر جبراً اپنے مطالبہ سے دستبردار نہیں ہوں گے اس کا تجربہ گزشتہ پانچ سال کے دوران ہو چکا ہے اگر اب تک تسلی نہیں ہوئی اور مزید تجربہ مطلوب ہے تو ہم حاضر ہیں ؎

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

لیکن یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مطالبہ کو کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے۔ میں پھر پنڈت جی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے سیاسی تدبر کو بروئے کار لائیں۔ ساری دنیا ان سے یہی توقع رکھتی ہے، جب پنڈت نہرو اپنے ناخن تدبیر سے دنیا کے بڑے بڑے جھگڑوں کو حل کر سکتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں کشمیر کا جھگڑا ان کے لئے کیا مشکل ہے اگر وہ

کوشش کریں تو بہت جلد حل ہو جائے گا۔ ہمارا تمام تعاون ان کو حاصل ہوگا اور وہ ہمیں اپنے وعدوں میں سچا پائیں گے۔

جد وجہد جاری رکھی جائے:۔ "ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے مطالبہ کے حصول کے لئے ہمیں کس طرح جد وجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ اور آپس میں ربط ضبط قائم رکھنا چاہیئے اس کی بڑی ضرورت ہے کہ ہم ایک ہو کر رہیں۔ اپنی آوازیں ملا کر ایک آواز میں زبان کھولیں، ایک ساتھ شانہ بہ شانہ چلیں، سوچنے اور غور کرنے کا انداز اور طریقہ بھی ایک ہو! جب یہ تمام خصائص ہمارے اندر پیدا ہو جائیں گے تو کامیابی یقینی ہے مگر یہ تمام خصائص بغیر کسی تنظیم کے پیدا نہیں ہو سکتے کسی تنظیم کے اندر رہ کر اس کی ہدایتوں کے مطابق چلنا ہوگا چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے [1]

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ج وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ٥ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ٥

ترجمہ:۔ اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے۔ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہو وہ چیز جو نہ کرو۔ اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیواریں ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

مسلم ممبران کانفرنس:۔ جب ۱۹۵۳ء میں مجھے نظر بند کیا گیا تھا تو ہندوستان کے بعض مسلمانوں نے بیان بازی کی تھی اور مجھے نصیحتوں اور مشوروں سے نوازا تھا پھر انہی مسلمانوں نے حکومتِ ہند کی آواز کے ساتھ اپنی آواز ملا کر کہنا شروع کیا تھا کہ کشمیریوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر لیا ہے اب پھر یہ خبر نشر کی گئی ہے کہ ہندوستان

---

[1] قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۃ الصف۔

کی پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے اکثر مسلمان ممبروں کا ایک کنونشن ۱۹ اور ۲۰ مارچ ۵۸ء کو بمقام لکھنؤ بلایا جا رہا ہے جس کے کنوینر حافظ محمد ابراہیم اتر پردیش کے وزیر خزانہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کنونشن میں کشمیر کے مسئلہ پر سوچ بچار کیا جائے گا۔ اور میرے حالیہ بیانوں اور تقریروں کو بھی زیر بحث لایا جائے گا۔

"حافظ صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں میرے دل میں ان کی عزت ہے اگر مسلم ممبران پارلیمنٹ اور اسمبلی کا یہ کنونشن کوئی ایسا مشورہ دے جو قابل قبول اور قابل عمل ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر میں نہایت ادب کے ساتھ حافظ صاحب اور دوسرے ممبران پارلیمنٹ اور اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ ۹ اگست ۵۳ء کو جو ڈرامہ کشمیر کے اسٹیج پر کھیلا گیا تھا اور شیخ عبداللہ کو ایک سازش کے تحت غیر قانونی اور غیر پارلیمانی طریقہ سے وزارت عظمیٰ سے ہٹا کر اسکے ساتھیوں سمیت بند کر دیا گیا تھا نیز یہاں کے عام مسلمانوں کو ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا تھا، ان پر بے پناہ ظلم و ستم روا رکھا گیا تھا گولیاں برسائی گئی تھیں اور بے عزتی اور بے حرمتی کی گئی تھی کیا انہوں نے اس کے خلاف بھی اپنی آواز بلند کی تھی اور اس کی تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا تھا؟ اگر ایسا نہیں کیا گیا اور یقیناً نہیں کیا گیا تو پھر آج اس کی ضرورت کیوں محسوس کی جا رہی ہے؟ گزشتہ پانچ سال کے اندر بھی یہاں کے مسلمانوں پر وہ کون سے مظالم ہیں جو توڑے نہیں گئے کیا کبھی ان مسلم ممبران نے اس کی زحمت گوارا کی کہ یہاں آکر بچشم خود حالات کا مشاہدہ کرتے اور مظلوم مسلمانوں کی تالیف قلوب کرتے حالانکہ ان کا یہ فرض تھا مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی اور اسمبلی اور پارلیمنٹ کا ممبر ہونے کے اعتبار سے بھی کہ وہ کشمیر آتے اور مسلمانان جموں وکشمیر کے معاملات میں دلچسپی لیتے مگر افسوس کہ کسی نے بھی ایسا نہ کیا اور نہ ان مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا یا حق کی حمایت کی۔ حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ۹ اگست ۵۳ء کے سانحہ پر تو زبان تک نہیں کھولی اور تحقیقات کا کوئی مطالبہ نہ کیا جب شیخ عبداللہ پر امریکہ کے ساتھ ساز باز کرنے کا الزام لگایا گیا تھا تو اس

وقت بھی حافظ صاحب اور ان کے یہ ساتھی خاموش رہے اور انہوں نے اس کے متعلق حکومتِ ہند سے بالکل دریافت نہ کیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ یہ الزامات سراسر بے بنیاد اور جھوٹے ہیں۔ میں آج بھی اس کا یقین دلاتا ہوں کہ اگر کوئی بھی الزام میرے خلاف سچا ثابت ہو تو میں نہ صرف یہ کہ تمام ہندستان سے معذرت خواہ ہوں گا بلکہ جو بھی سزا میرے لئے تجویز کی جائے گی اُسے بھگتنے کے لئے تیار ہوں گا۔

لکھنؤ کے بجائے سری نگر:۔ "حافظ صاحب اور ان کے رفقاء سے میں یہ عرض کروں گا کہ مجھے اُن کی مجبوریوں کا احساس ہے لیکن لکھنؤ میں کشمیر کے مسئلہ پر غور کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ قضیۂ زمین برزمین ہوا کرتا ہے اگر مسلم ممبران اسمبلی اور پارلیمنٹ نیک نیتی سے یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ حل ہو تو اس کے لئے لکھنؤ موزوں مقام نہیں وہ قدرے جرأت سے کام لیں اور کشمیر تشریف لائیں اور سری نگر آکر کشمیری عوام کے سامنے اپنی تجاویز پیش کریں۔ میں انہیں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنا کنونشن سری نگر بلائیں گو ہم غریب اور مفلس ہیں مگر ان کی آؤ بھگت اور مہمانداری میں جہاں تک ہو سکے گا کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے ان سب کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ ان کے کنونشن میں شرکت کر کے ہم اپنا دُکھ درد اُن کو سُنائیں گے اور اپنا موقف ان کے سامنے رکھیں گے یہ ضروری ہے کہ یہاں کے لوگوں کے حالات سننے کے بعد وہ کوئی نظریہ قائم کریں اور ہمیں مشورہ دیں۔ اس طریقہ سے ہندستان کو بھی فائدہ پہونچے گا اور کشمیر کو بھی ورنہ لکھنؤ میں بیٹھ کر بے جانے بوجھے اور بن دیکھے تجاویز پاس کر دینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ یہ کوئی ذمہ دارانہ اقدام نہیں۔ ملکوں کی قسمت کے فیصلے اس طرح دُور بیٹھ کر نہیں کئے جاتے۔

عوام کو مشورہ:۔ عوام کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ افواہوں پر اعتماد نہ کریں اور نہ ان سے پریشان خاطر ہوں۔ یاد رکھئے! جیل خانوں میں بند کرنے سے کشمیر کا قضیہ طے نہیں ہوگا اور نہ ہی عوام پر سختیاں کرنے سے یہ مسئلہ حل ہوگا۔

پنڈت نہرو بہت بڑے آدمی ہیں۔ اُن کی رہنمائی سے ہندوستان ہی مستفید نہیں بلکہ دنیا بھر کی نگاہیں اُن کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ کشمیر کے بارے میں وہ کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کریں گے جس سے ان کی عالمگیر شہرت اور عزت کو دھبّہ لگے اور کشمیر کے حالات کی جانب اپنی توجہ خاص دے کر وہ کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کے دلوں کو موہ لینے کی کوشش کریں گے! کیا میری آواز صدا بہ صحرا تو ثابت نہیں ہوگی؟"

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے شیخ صاحب نے عوام کو صبر و تحمل اور مصمّم عزم و ارادہ اور مضبوطی کے ساتھ آپس میں اتحاد اور ربط و ضبط قائم رکھنے کی تلقین کی اور قرآن کریم کے اس ارشاد کو دہرایا[1]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ع

ترجمہ:- اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مُراد کو پہونچو۔

---

[1] قرآن کریم پارہ ۴ سورۃ آل عمران آخری رکوع۔

نواں باب

۱- ۸؍ مارچ ۱۹۵۸ء سے ۲۱؍ اپریل ۱۹۵۸ء تک

۲- پنڈت جواہر لال نہرو کے نام شیخ محمد عبداللہ کا خط

۳- جمعۃ الوداع کے موقعہ پر جامع مسجد میں تقریر

۴- رضاکاروں کی بھرتی کے پراپاگنڈا کی تردید

۵- شیخ صاحب سے انٹرویو کے بعد "اسٹیٹس مین" نئی دہلی کے نمائندہ خصوصی کی رپورٹ

۶- عیدُ الفطر کی تقریب پر جامع مسجد میں تقریر

سیاسی مسائل پر تبصرہ سے پرہیز — قرآن مجید مشعلِ ہدایت — پیغامِ حق و صداقت پر تکلیفیں۔

۷- ۲۹؍ اور ۳۰؍ اپریل ۱۹۵۸ء کی درمیانی شب کو گرفتاری کے وقت قوم کے نام پیغام

۸ر مارچ ۱۹۵۸ء سے ۲۱ر اپریل ۱۹۵۸ء تک۔

۷ر مارچ ۱۹۵۸ء کو خانقاہِ معلّٰی میں شیخ محمد عبداللہ کی آخری تقریر تھی جس میں انہوں نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ کشمیر کا مسئلہ محبت، اخلاص اور دوستی سے طے پانا چاہیئے اور کوئی ایسا حل تلاش کرنا چاہیئے جو سب کیلئے باعزت اور قابلِ قبول ہو۔ اس کے بعد ۸ر مارچ ۱۹۵۸ء کو حکومت کشمیر نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی جس کے رُو سے جلسوں اور جلوسوں کی ممانعت کردی گئی شیخ صاحب نے قانون کا پورا پورا احترام کیا۔ یہی نہیں بلکہ رہائی کے وقت سے ۷ر مارچ ۵۸ء تک انہوں نے جتنی بھی تقریریں کی تھیں ان میں عوام کو پُرامن رہنے کی تلقین کی تھی اور ایک لفظ بھی اُن کی زبان سے ایسا نہیں نکلا تھا جس سے تشدّد کا مفہوم پایا جاتا۔ اُنہوں نے عوام کو ہمیشہ یہ مشورہ دیا کہ وہ ہر حالت میں پُرامن رہ کر تحریک جاری رکھیں۔

دفعہ ۱۴۴ نافذ ہونے کے بعد انہوں نے صرف دو تقریریں کیں اور وہ بھی جامع مسجد میں ایک جمعۃ الوداع کے موقعہ پر اور دوسری عید الفطر کی تقریب پر۔ یہ دونوں تقریریں بھی اس مجموعہ میں دیجاتی ہیں۔ کشمیری عوام نے بھی اپنے محبوب رہنما کے ارشاد کی تعمیل کماحقہٗ کی اور حکمران ٹولی کی انتہائی اشتعال انگیزی کے باوجود سر رشتۂ صبر و تحمل اور ضبط و نظم ہاتھ سے نہ دیا۔ اسکی ایک مثال بھی کوئی شخص پیش نہیں کرسکتا کہ شیخ عبداللہ کی رہائی ۸ر جنوری ۱۹۵۸ء کے وقت سے دوبارہ نظربندی ۲۹ر اپریل ۱۹۵۸ء تک ۳½ ماہ کے دوران یا اس سے پہلے یا اس کے بعد کشمیری عوام نے کوئی امن شکن حرکت کی ہو۔ ان دونوں تقریروں پر جبکہ لاکھوں کی تعداد میں کشمیری عوام جامع مسجد میں جمع ہوئے تھے۔ فریضۂ نماز ادا کرنے کے بعد وہ بڑے امن و سکون کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور اس طرح انہوں نے دنیا پر اطاعتِ امیر اور امن پسندی کی ایک اور شاندار مثال قائم کی اور ضبط و نظم اور اصول پسندی کا وہ عمدہ نمونہ پیش کیا۔ جسے دیکھ کر ہزاروں سیاح عش عش کر اُٹھے۔ شریف اور منصف مزاج ہندوؤں اور سکھوں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور اسے شیخ محمد عبداللہ کی عام مقبولیت اور ان کی قیادت کی کامیابی قرار دیا مگر حکومت کشمیر اس نظارے کو برداشت نہ کرسکی اور اس نے امن پرور فضا کو بدامنی میں بدل دیا۔ اور شیخ محمد عبداللہ کی امن پسندانہ کوششوں اور ان کے کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔

پنڈت نہرو وزیرِ اعظم ہند کے نام خط

(یہ خط انگریزی زبان میں تھا۔ اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے)

سری نگر

۱۱ر اپریل ۵۸ء

محترمی پنڈت جی!

جب سے مجھے نظر بندی سے رہا کیا گیا ہے بخشی غلام محمد اور ان کے حامی اپنی گزشتہ غلط کارروائیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے میری سرگرمیوں کو قصداً اور عمداً غلط اور شرانگیز طریقہ سے خود پیش کر رہے ہیں یا دوسروں سے کرا رہے ہیں۔ یہ بے حد افسوسناک بات ہے کہ اس پراپاگنڈا کی آڑ میں مختلف حلقوں کے سیکڑوں کشمیری جن میں وکلاء، ڈاکٹر، تاجر، ریاست کے سابق وزراء اور سابق ممبران لوک سبھا شامل ہیں۔ یا تو ان کو بغیر کسی چارج کے حراست میں رکھا گیا ہے یا جھوٹے اور بے بنیاد فوجداری مقدموں میں پھنسایا جا رہا ہے، اور مختلف حوالاتوں میں ان کے ساتھ ناروا (در) جابرانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ جو کھانا اور دوسری ضروریاتِ زندگی انہیں مہیا کی جاتی ہیں ان کی قیمت بمشکل دس آنہ یومیہ ہے ان کو اتنی بھی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ اپنے لئے بستر کا انتظام کریں اور اپنے گھروں سے کھانے پینے کی چیزیں منگوائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو سلوک ان کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس سے بھی بُرا ہے جو جیل کے حکام اخلاقی مجرموں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ پولیس جان بوجھ کر کسی عدالت میں چالان نہیں کرتی تاکہ گرفتار شدگان کو اپنی تحویل میں زیادہ مدت تک رکھ کر اُن کو روحی اور جسمانی اذیت پہونچاتی رہے۔ معزز شہریوں کو حکومت ہند کے انٹیلی جنس بیورو میں رکھا گیا ہے وہاں اُنکو ایسی اذیتیں دی جاتی ہیں کہ نازی کیمپوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اُنہیں

مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے جھوٹے بیانات دیں یا ایسے بیانات پر دستخط کریں جن سے عوامی رہنماؤں کو بغاوت کے جُرم میں پھنسایا جا سکے۔ ڈیفنس رولز کی دفعہ ۵۰ جس کے رو سے عام جلسوں اور جلوسوں کی ممانعت کر دی گئی ہے اس کے نفاذ سے ساری وادی کو شہر خموشاں میں بدل دیا گیا ہے۔ سی۔ آر۔ پی۔ پیس بریگیڈ، ملیشیا اور پولیس کو عوام کے ذہنوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنے کے لئے شہروں، وادی کے طول و عرض اور ضلع ڈوڈہ میں پھیلا دیا گیا ہے روزانہ بلا وجہ جھوٹے الزامات لگا کر لوگوں کو گرفتار کر کے حوالاتوں میں بند کیا جا رہا ہے اور وہاں ان کو سخت اذیت دی جاتی ہے۔ میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں تاکہ مجھے اچھی طرح اس کا علم ہو جائے کہ اس حصّہ میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ہندستان کی جمہوری مشینری کیسے چل رہی ہے؟ مگر میری خاموشی اور اس کے ساتھ ہی کچھ نہ کرنا بھی ۱۹۵۳ء میں سازش کرنے والوں کی نیندیں حرام کر رہا ہے اور وہ اس جوڑ توڑ میں ہیں کہ مجھے کسی طرح پھر جیل خانہ میں ڈال دیں۔

مجھے تعجب ہوا جب کہ بخشی غلام محمد نے حال ہی میں حیدر آباد اور دہلی میں تقریر کرتے ہوئے مجھ پر بے بنیاد الزام لگایا کہ میں رضا کاروں کی بھرتی کر رہا ہوں اور اس کے لئے روپیہ جمع کر رہا ہوں تاکہ کسی موزوں اور مناسب وقت پر پوری طاقت کے ساتھ حکومت پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ اس شخص کی ایک اور اختراع ہے جس نے نہ صرف کشمیری عوام سے بے وفائی کی بلکہ اپنے محسن کو بھی دغا دیا تاکہ خود اقتدار حاصل کرے اور رشوت اور لوٹ کھسوٹ سے اپنے خاندان کے لئے دولت اکٹھی کرے ۱۹۵۳ء میں وہ آپ کو اور آپ کے کچھ رفقائے کار کو غلط فہمیوں میں پھنسانے میں کامیاب ہوا جس کا نتیجہ اسی سال ۹ اگست کے سانحہ کی صورت میں رونما ہوا پھر اس نے میرے اوپر یہ الزام لگایا کہ ریاست کو خود مختار بنانے کے لئے میں نے ایک غیر ملکی طاقت سے ساز باز کی ہے اس الزام کو درست بنانے کے لئے اس نے وہ خط کتابت شائع

کردینے کی دھمکی دی جو میں نے مرحوم مولانا ابوالکلام آزاد، مرحوم رفیع احمد قدوائی اور آپ کے ساتھ کی تھی مگر اُسے اب تک ایسا کرنے کی ہمت نہ ہوئی چونکہ وہ اس جھوٹے الزام کو باور نہ کرا سکا اس لئے اب پھر وہی پرانا کھیل کھیل رہا ہے اپنے دہلی اور کشمیر میں رہنے والے معاون سازشیوں کے ساتھ مل کر میری سرگرمیوں کے متعلق ملک کے اندر شرانگیز فضا پیدا کرنے کی کوشش میں ہے مجھے امید ہے کہ آپ ایسے شخص سے دوبارہ دھوکا نہیں کھائیں گے جو ادب و اخلاق سے عاری ہے۔

آپ خود بخوبی واقف ہیں کہ میں سازشوں اور دروغ بافیوں میں کبھی نہیں پڑا البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے حکومتِ ہند کی اس پالیسی سے اختلاف ہے جو اس نے کشمیر کے متعلق اختیار کر رکھی ہے اور میں نے اپنے ان خیالات کو کسی سے پوشیدہ بھی نہیں رکھا میرے نزدیک اس دس سالہ جھگڑے کو ختم کرنے کا صرف یہی ایک منصفانہ اور صحیح طریقہ ہے کہ کشمیری عوام کو ان کا وہ حق خودارادیت دیا جائے جس مطالبہ کی تائید و حمایت ایک وقت آپ بھی بڑے جوش و خروش سے کر رہے ہیں اور اس کے تحفظ کے لئے حکومت ہند نے ۱۹۴۷ء میں اپنی مسلح فوج بھی بھیجی تھی۔ میں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ ہر جائز اور پرامن طریقہ سے ہر قیمت پر کشمیری عوام کے لئے اس حق کو حاصل کیا جائے۔

مجھے پورا یقین ہے کہ ہمارا مطالبہ انصاف پر مبنی ہے اور وہ دن دُور نہیں جب دُنیا بھر کی رائے ہماری تائید میں ہوگی اور ہندوستان کو ہمارا مطالبہ ماننا ہوگا۔ مجھے اس سے کوئی فائدہ نہیں کہ اس مقصد کے لئے ریاست کے اندر بدامنی پیدا کروں اور حکومت خواہ کسی نوعیت کی ہو اس کا تختہ الٹوں۔ بلاشبہ میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ کشمیر اور ہندوستان کے ہر طبقہ کے لوگوں میں منظم رائے پیدا کروں تاکہ کشمیر کے بارے میں دو عظیم ہمسایوں — ہندوستان اور پاکستان کے مابین تنازعہ ریاستی عوام کی خواہش کے مطابق جلد سے جلد

طے پائے اور کشمیری عوام کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع بغیر کسی اندرونی اور بیرونی رکاوٹ اور خوف کے مل جائے۔

باوجود ان تمام واقعات کے جو اگست ۵۳ء میں رونما ہوئے مجھے اب بھی یقین ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کُنجی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے اس لئے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ بخشی غلام محمد اور اُن کے ساتھیوں کی اختیار کردہ پالیسی سے آپ دھوکا نہ کھائیں ورنہ یہ آخر کار سب کے لئے تباہ کُن ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ آپ سب بخیریت ہوں گے۔

بگرامی خدمت آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو
پرائم منسٹر حکومت ہند
نئی دہلی

آپ کا مخلص
(شیخ) محمد عبداللہ

رضا کاروں کی بھرتی کی تردید۔

نمائندہ "سچ" جموں نے جب ملاقات کے دوران شیخ محمد عبداللہ کی توجہ بخشی غلام محمد کے اس بیان کی طرف مبذول کی کہ وہ کشمیر میں رضا کار تنظیم کی لائن پر ایک خفیہ تحریک منظم کر رہے ہیں، ہتھیار اکھٹے کئے جا رہے ہیں اور اسکے لئے چندہ بھی جمع ہو رہا ہے تو اس کے جواب میں شیخ صاحب نے فرمایا

"اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ محض دنیا کو میرے بارے میں بدظن کرنے کے لئے یہ پراپگنڈا کیا جا رہا ہے اور یہ بھی میرے خلاف ایک طرح کی سرد جنگ ہے۔

"جہاں تک چندہ جمع کرنے کا تعلق ہے ہم نے چندہ جمع کیا ہے مگر یہ رقم ان مصیبت زدوں پر خرچ کی جائے گی جو ۲۱ فروری ۵۸ء کے سانحہ کے بعد گرفتار کر لئے گئے اس کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں۔ رہی رضاکاروں کی بھرتی اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ہتھیار جمع کرنے کے بارے میں ازراہ تفنن مسکراتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

"ہمیں سابق وزیر اعظم روس مارشل بلگانن[1] کے یہ الفاظ یاد ہیں کہ "جب امداد کی ضرورت پڑے تو اُدھر پہاڑ پر چڑھ کر پکارنا۔" اس یقین دہانی کے بعد کیا ہتھیار اکھٹا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے؟"

---

[1] سابق وزیر اعظم روس مارشل بلگانن اور نکیتا خروشچیف دونوں جب ۵۵ء میں ہندوستان آئے تھے تو کشمیر بھی گئے تھے جہاں انہوں نے دو روز قیام کیا تھا۔ مارشل بلگانن نے بخشی غلام محمد اور خواجہ غلام محمد صادق سے ان لفظوں میں اظہار خیال کیا تھا اور اس امدادی پیشکش سے انہوں نے کشمیر کا رُخ روس کی طرف موڑنا چاہا تھا۔

جمعۃ الوداع کے موقعہ پر تقریر

۱۸ اپریل کو اس مبارک تقریب پر جامع مسجد سری نگر میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان جمع تھے۔ جنہوں نے شیخ محمد عبداللہ کی آمد پر ان کا استقبال اللہ ہو اکبر کے نعرہ ہائے تکبیر سے کیا۔

شیخ صاحب نے کھڑے ہو کر سب سے پہلے قرآن مجید کی ان آیات شریف کی تلاوت کی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۸۳) اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۸۴) شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ؕ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (۱۸۵)

ترجمہ:- اے پیروانِ دعوتِ ایمانی! جس طرح ان لوگوں پر جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں روزہ فرض کر دیا گیا تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کر دیا گیا ہے تاکہ تم برائی سے بچو (یعنی برائیوں سے بچنے اور پرہیز گار ہونے کی تم میں صلاحیت پیدا ہو) (یہ روزہ کے) چند گنے ہوئے دن ہیں (کوئی بڑی

اور ناقابلِ برداشت مدّت نہیں ہے اور نہ ایسا ہے کہ بغیر کسی مدت کی تحدید کے عام طور پر حکم دے دیا گیا ہو) پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کے لئے اجازت ہے کہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر روزہ کے دنوں کی گنتی پوری کرے اور جو کوئی ایسے ہوں کہ ان کیلئے روزہ رکھنا ناقابل برداشت ہو (جیسے نہایت بوڑھا آدمی کہ نہ تو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ یہ توقع رکھتا ہے کہ آگے چل کر قضا کر سکے گا) تو اس کے لئے روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے پھر کوئی اپنی خوشی سے مزید نیکی کرے (یعنی اس مقررہ تعداد سے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے) تو یہ اس کے لئے مزید اجر کا موجب ہو گا لیکن اگر تم سوجھ بوجھ رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے (ہر حال میں) بہتر ہے۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول (شروع) ہوا ہے۔ وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کرنے والا ہے پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے تو چاہئے کہ اس میں روزہ رکھے یا جو کوئی بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ دوسرے دنوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی پوری کر لے۔ اللہ تمہارے لئے نرمی چاہتا ہے، سختی و تنگی نہیں چاہتا اور یہ اس لئے ہے کہ گنتی پوری کر لو اور اس لئے اللہ نے تم پر راہ (سعادت) کھول دی ہے تو اس پر اس کی بڑائی کا اعلان کرو نیز اس لئے کہ اس کی شکر گزاری میں سرگرم رہو![1]

اس کے بعد علامہ اقبالؒ کے ذیل کے اشعار پڑھے ؎

نفسِ[2] تو مثلِ شتر خود پرور است　　خود پرست و خود سوار و خود سر است

---

[1] ترجمانِ قرآن جلد اول صفحہ ۲۳۲ اور ۲۳۳ از مولانا ابوالکلام آزادؒ

[2] مثنوی اسرار و رموز علامہ اقبالؒ صفحات ۴۶، ۴۷، ۴۸

مرد شو آور زمامِ او بکف | تا شوی گوہر اگر باشی خزف
ہر کہ بر خود نیست فرمانش رواں | می شود فرماں پذیر از دیگراں
لا الٰہ باشد صدف گوہر نماز | قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است | قاتلِ فحشا و بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخوں زند | خیبرِ تن پروری را بشکند

اور پھر حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا

"عزیزو، بھائیو، بزرگو!

دفعہ ۱۰۵ کا نفاذ:۔ میری خوش قسمتی ہے کہ اس مبارک موقعہ پر مجھے آپ کو مخاطب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی آپ کو اس کا علم ہے کہ حکومت کشمیر کی طرف سے جلسوں اور جلوسوں پر دفعہ ۱۰۵ نافذ کرکے پابندی لگادی گئی ہے۔ اس لئے میں اس جامع مسجد میں میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو قانون کے احترام کے منافی ہو اور اپنی تقریر دینی احکام کی توضیح اور تشریح تک محدود رکھوں گا۔ امید کہ آپ بھی اپنی روایتی امن پسندی اور صبر و سکون سے کام لیں گے اور خداوند تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ ہماری مشکلات کو حل کرے۔

روزہ کے فضائل و برکات:۔ میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی جو آیات تلاوت کی ہیں اُن میں روزہ رکھنے کا حکم اور اس کے فلسفہ کی وضاحت کی گئی ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے فضائل اور برکات کیا ہیں۔

یہ ہر بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے اور اس طرح بھوکا اور پیاسا رہنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ انسان جسم کو تکلیف و مشقت کا عادی بنائے بلکہ نفسِ انسانی کی اصلاح اور تہذیب ہے اور اسی پر زیادہ زور بھی دیا گیا ہے تاکہ انسان کے اندر متقی اور پرہیزگار بننے کی قوت پیدا ہو، صبر و سکون کا وہ عادی بنے اور نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا وہ سبق سیکھے

روزہ سے قوتِ ضبط و استقلال۔ عزم و ارادہ، حوصلہ اور صبر اور طاقت

سلہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ قرآن مجید۔

پڑتا ہے۔ جسم میں مضبوطی۔ روح میں تازگی۔ دماغ میں پختگی اور دل کو تسلی
ہوتی ہے۔ بے لوث اور بے غرض خدمت کرنے کا جذبۂ ایثار اور قربانی پیدا ہوتا ہے
اور پھر انسان اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی نگہداشت اپنا فرض سمجھ کر
انجام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اُسے خالق کلّ مانا جائے اور اُس کا
کسی کو شریک نہ ٹھیرایا جائے اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کی جائے اور بندوں کا
حق یہ ہے کہ انسان ہر انسان کی جان۔ مال اور عزّت کی حفاظت کرے اور
اس میں کسی قسم کی بھی تمیز روا نہ رکھے۔ بلکہ اُسے خدا تعالیٰ کی عبادت سمجھے اور
پوری پوری دلچسپی سے انجام دے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی دلوں
کو تسلّی اور اطمینان بخشتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ "الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب" آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت دلوں کو اطمینان دینے والی اور
تسلّی بخش ہے۔

رمضان شریف کے بے شمار فضائل ہیں اور روزہ کی برکتیں اَنگنت ہیں
اُن سے فائدہ اُٹھانے اور فیض یاب ہونے کے لئے رسول اکرم حضرت صلی اللہ کے
احکام سے آگاہی اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے ؎

از پیامِ مصطفےٰؐ آگاہ شو فارغ از اربابِ دُونِ اللہ شو

انسان جسم اور روح کا مرکّب:۔ "میں اس سے پہلے بھی معراج
شریف کے سلسلہ میں بتا چکا ہوں کہ انسان جسم اور روح کا مرکّب ہے اور جسم کی
ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کو اُبھار کر روح پر غالب
آجائے مگر جو لوگ خدا کے احکام پر سختی سے عمل کرتے ہیں ان کی روح جسم سے کبھی
مغلوب نہیں ہوتی اور اپنے نفس کی اصلاح سے وہ اپنے اندر اتنی پختگی پیدا
کر لیتے ہیں کہ جسم ان کا مطیع اور غلام ہو کر رہ جاتا ہے اصل میں وہی لوگ متقی
اور پرہیزگار ہوتے ہیں اور دیگر ارکانِ اسلام کی طرح روزہ بھی ان کے نفس
کی اصلاح میں بہت بڑا پارٹ ادا کرتا ہے۔ آپ بھی متقی اور پرہیزگار بننے
کی کوشش کیجئے۔ یہی روزہ کا فلسفہ ہے۔ جب انسان کے نفس میں اصلاح و تہذیب

ہو جائے تو اس پر یہ لازم آتا ہے کہ خدا کے بندوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ نیکی اور بھلائی کا یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے مگر افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو اس راستہ سے منحرف ہیں اور اپنے ہی بھائیوں کو انہوں نے تختۂ مشقِ ستم بنا رکھا ہے اصل میں وہ خدا کے ان احکام کو بھول گئے ہیں اور رمضان شریف کے اس مبارک مہینہ کی بھی انہوں نے قدر و منزلت نہیں کی اس کی کیا وجہ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ اُن پر غالب آگیا ہے اور مادی جسم نے ان کی روحانی قوت کو ختم کر دیا ہے۔

رمضان شریف کا مبارک مہینہ:۔ رمضان شریف کا یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تھا اور اُسے روزہ کے لئے اس وجہ سے بھی مخصوص کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی یاد آوری رہے اور مسلمان روزہ رکھنے کے ساتھ ہی قرآن مجید کی تلاوت اس پر عمل کرنے کی مسلسل مشق جاری رکھیں اور اس کے مفہوم اور معنی کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ تراویح کا مقصد بھی یہی ہے۔ آج بھی قرآن کریم کی روشن صداقتیں دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کر رہی ہیں مگر وہ قلب بینا کہاں ہے جو اس سے مستفیض ہو اور وہ چشم بصیرت کہاں جو اس سے کسب نور کرے۔ روزہ کے حقیقی معنوں کو صحابہ کرام نے اور خاص کر حضرت علیؓ نے نہ صرف سمجھا بلکہ اپنے آپ کو اُن کے سانچے میں ڈھالا یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ابوتراب کے القاب سے نوازا تھا اس لئے کہ روحانی اصلاح و تہذیب سے وہ جسم پر غالب آگئے تھے اقبالؒ نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے [۵]

شیرِ حق ایں خاک را تسخیر کرد — ایں گِلِ تاریک را اکسیر کرد

مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است — بوتراب از فتح اقلیم تن است

آپ بھی اپنے جسم پر قابو پا سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کریں اور رمضان شریف کا یہ مہینہ اسی لئے مقرر کیا گیا ہے اور ہر سال یہ آتا ہے

---

[۵] مثنوی اسرار و رموز علامہ اقبالؒ صفحہ ۵۳

اور گزر جاتا ہے مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو قرآن مجید کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہوئے اس کی بے شمار نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں بلاشبہ روزہ سے بھوک اور پیاس کی قوت کی آزمائش ہوتی ہے نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کے متعلق بھی احساس تازہ ہوتا ہے اور انسان کے دل میں دوسروں کے لئے ہمدردی اور دلسوزی کے جذبات اُبھرتے ہیں۔

روزہ کی تاکید:۔ روزہ کی تاکید دُنیا کے دوسرے مذاہب میں کی گئی ہے مگر بعض مذاہب نے جو شرطیں اس کے بارے میں لگا رکھی ہیں وہ بہت سخت ہیں اس کے برعکس اسلام میں روزہ دار کے لئے بڑی سہولتیں ہیں اور اس کی تفصیل قرآن مجید نے خود بتائی ہے جو آیات شریفہ میں نے شروع میں پڑھی ہیں اُن سے اس تفصیل کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کون سی حالتیں ہیں جن میں کسی کو روزہ سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے مگر اس استثنائی حالت میں بھی اسے فدیہ کیسے ادا کرنا چاہیئے نیز سفر و حضر کے بارے میں بھی روزہ کے احکام کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اتنی سہولتوں کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان رمضان شریف کے اس مبارک مہینہ کو لہو و لعب، ہوس رانیوں اور ستم کوشیوں میں گزارے تو اس سے زیادہ بدبخت کون ہوگا۔ ماہ رمضان کا یہ آخری جمعہ ہے اس لئے اسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں اور آج ہم روزہ کو رخصت کر رہے ہیں اس امید پر کہ بشرط زندگی آئندہ سال یہ پھر آئے گا اور ہمیں ان کی نعمتوں اور برکتوں سے بہرہ مند ہونے کا موقعہ ملے گا۔ آیئے ہم سب مل کر اپنے رَبُّ العزت سے دعا مانگیں کہ وہ اسکی توفیق دے کہ اس ماہ مبارک کی برکت سے ہمارے نفس کی اصلاح و تہذیب ہو تاکہ ہم بنی نوع انسان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

ہمارے ساتھی:۔ ہمارے جو ساتھی جیلوں میں بند ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ ان میں کتنوں کو روزے رکھنے کا موقعہ ملا ہے کیونکہ وہ تمام انتظامات مفقود ہیں جو روزہ رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ ہمارے وہ بہادر ساتھی ان تمام دقتوں اور مشکلوں کے باوجود اپنے اس

فریضہ کو بھی اسی طرح ادا کرتے ہوں گے جیسے کہ وہ دوسرے فرائض ادا کرتے ہیں مشکلات سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ ہمت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے کیونکہ آنکھیں بند کرنے سے خطرات ٹلتے نہیں اور ہمت ہار کر بیٹھ جانے اور دل چھوڑ دینے سے معاملات طے نہیں ہوتے۔ کام تو کرنے ہی سے انجام پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بار بار اس امر کی تاکید کی ہے کہ انسان جفاکش اور محنتی بنے تاکہ مضبوط اور بہادر بن کر نوع انسانی کی بے لوث خدمات سرانجام دے سکے۔ رسول اللہ صلعم شعب ابی طالب میں تین سال تک اپنے تمام اصحاب کے ساتھ نظر بند رہے مگر اس نظر بندی اور اس کے باعث مصیبت میں بھی خدا کی یاد میں ہمہ تن مصروف رہے اور یہ نظر بندی خدا کی عبادت کے راستے میں حائل نہ ہو سکی اس لئے ہماری بھی یہی سعی ہونی چاہئے اور ہمارے راستے میں بھی جتنی مصیبتیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے یادِ خدا میں لگے رہنا چاہئے۔ اُسی کی لگن میں مگن رہنا کلید کامیابی ہے ؎

در جہاں روشن تر از خورشید شو
صاحبِ تابانیٔ جاوید شو

آخر میں پھر آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ نہایت ہی پُرامن طریق سے اپنے اپنے گھروں کو جائیں اور فضا کو پُرامن رکھنے میں میری مدد کریں۔ حکمران جماعت دفعہ ۱۴۴ کی آڑ میں امن شکنی کا ارادہ رکھتی ہے۔ اب آپ سب کا فرض ہے کہ حکومت کو امن کے نام پر بدامنی پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔ اور اگر میں یا میرے ساتھی گرفتار کر لئے جائیں تب بھی آپ ضبط سے کام لیں اور مستقل مزاج رہ کر امن کو ہر قیمت پر قائم رکھیں۔ امید کامل اور یقین واثق ہے کہ آپ سب میری اس آواز پر لبیک کہیں گے۔ بڑے صبر و تحمل سے امن قائم رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا مددگار رہے اور اس کا سہارا بہترین سہارا ہے۔

اسٹیٹس مین، نئی دہلی کے خصوصی نمائندہ کے انٹرویو کا اقتباس۔

سری نگر

۲۰ر اپریل ۱۹۵۸ء

شیخ عبداللہ جن کی رہائی کے بعد کی تقریریں بحث کا موضوع بنی ہوئی ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ "کشمیر میں رائے شماری کے وقت یہ نامعقول اور غیر منصفانہ ہوگا اگر اس کا دائرہ ہندستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق تک محدود رکھا جائے"۔

سابق وزیر اعظم کا یہ اظہار میرے اس سوال کے جواب میں تھا کہ آیا وہ ہندستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کے بجائے اس متبادل حل کے حق میں ہیں کہ کشمیر کو خود مختار رہنا چاہیئے۔ سلسلۂ جواب کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے مزید کہا "آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ کشمیری عوام کو خود ارادیت کا بنیادی حق حاصل ہے۔"

ایک اہم سوال جسے ابھی تک وہ واضح نہیں کر سکے تھے رائے شماری کے دائرۂ عمل کا تھا جب اُن سے اس کی وضاحت میں نے چاہی کہ آیا وہ رائے شماری کے حق میں ہیں تو کہنے لگے "میں ہر تجویز پر غور کرنے کو تیار ہوں اس لئے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ کشمیر کے قضیہ کو ہندستان اور پاکستان اور کشمیر تینوں کے لئے تسلّی بخش طور پر حل کیا جائے۔ اس موضوع پر میں اپنا ذہن کھلا رکھتا ہوں۔ خود مختار کشمیر کا یہ حل بھی ناقابل عمل نہیں اور "غیر جانبدار علاقہ" کی صورت میں یہ قائم رہ سکتا ہے بشرطیکہ اسے ہندستان، پاکستان اور بعض دوسرے ممالک کی نیک خواہشات حاصل ہوں۔"

میں نے ان سے دریافت کیا کہ جیسے کہ کہا بھی جاتا ہے کیا یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۵۳ء میں وہ کشمیر کو ایک الگ آزاد ریاست بنانا چاہتے تھے اس کے جواب میں انہوں نے بڑے زور سے کہا "نہیں" اور اس کے ساتھ ہی یہ کہا

"میں رائے شماری کے ذریعہ اپنی متبادل تجویز پر غور کرنے کو تیار ہوں جو امن پسندانہ گفتگو کا نتیجہ ہو مگر حکومتِ ہند کا یہ موقف کہ الحاق ناقابل تنسیخ ہے اور جس قسم کے بیانات مسٹر کرشنامینن دے رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر گفتگو کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔"

انہوں نے اس بات کو جھوٹ قرار دیا کہ ۱۹۵۳ء میں جب انہیں برطرف کیا گیا تھا تو وہ ہندوستان کے خلاف کوئی سازش کر رہے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ "امور داخلہ اور پولیس پر بخشی غلام محمد کا کنٹرول تھا اور ان محکموں کے ساتھ میرا براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے میں سازش کرنے کا تصور بھی اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا تھا۔"

چونکہ انہوں نے مسٹر نہرو کے ساتھ دوستی اور ان کے لئے گہرے احترام کا کافی اظہار کیا تھا اس لئے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ وہ وزیراعظم ہند سے جلد سے جلد ملاقات کریں گے جس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔ "ایسی ملاقات کیوں نہ ہو میرے ذاتی تعلقات اور احساسات میرے سیاسی خیالات سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں مگر مسٹر نہرو مصروف آدمی ہیں وہ گوہاٹی چلے گئے ہیں اور مجھے بھی یہاں بہت کام ہے۔"

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے شیخ عبداللہ نے کہا "میری ذہنیت ہرگز فرقہ پرستانہ نہیں اور اگر میں ان مسائل کے متعلق بہت زیادہ کہتا ہوں جو کشمیری مسلمانوں کو درپیش ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کے لئے بے چین ہوں کہ مسائل کو اچھی طرح سلجھایا جائے اور حل کیا جائے اس سے جذباتِ نیک خواہی و یگانگت پیدا ہوں گے۔"

عیدالفطر کی تقریب سعید پر تقریر

۲۱ اپریل ۱۹۵۸ء کو سری نگر میں عیدالفطر کی تقریب سعید پر عیدگاہ میں لاکھوں کے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے حاضرین کو یوں خطاب کیا

"مسلمانانِ کشمیر!

میں آج عیدالفطر کی اس تقریب سعید پر اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں اور ان رفیقوں کی طرف سے جو اس وقت قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں آپ کو صمیم قلب سے 'عید مبارک' پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان رفیقوں کے حق میں دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح و سلامت رکھے اور ہم سب کو استقامت اور صبر کی توفیق دے۔"

اس کے بعد شیخ صاحب نے علامہ اقبالؒ کی یہ دعائیہ نظم پڑھی۔

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے ۔۔۔ جو قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے
پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے ۔۔۔ پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے
محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے ۔۔۔ دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل ۔۔۔ اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو ۔۔۔ وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر ۔۔۔ خودداریٔ ساحل دے آزادیٔ دریا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا ۔۔۔ امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

پھر سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا

"حکومت کی حیلہ جوئی اور بہانہ سازی کی وجہ سے ملک کے موجودہ سیاسی مسائل پر تبصرہ کرنے سے معذور ہوں اور ان حالات میں جب مجھے کل اس کا خیال آیا کہ صبح عید کی نماز ادا کرنے کے لئے عیدگاہ جانا ہے تو میں آپ لوگوں کو کیا پیغام

دینا ہو گا اس وقت میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ روزوں کی فضیلت اور ان کا فلسفہ تو جمعۃ الوداع کے موقعہ پر بیان کر ہی چکا تھا اور یہ واضح کر دیا تھا کہ روزہ کا حقیقی مقصد خدا کی فضیلت اور بزرگی کا اعتراف ہے۔ اب کوئی اور موضوع نہ تھا جس پر میں روشنی ڈالتا آخر یہ فیصلہ کیا کہ صبح نماز سے فراغت پانے کے بعد جب قرآن مجید تلاوت کے لئے کھولوں تو سب سے پہلے جس آیت شریف پر نظر پڑے اسی کو خدا کی بشارت سمجھ کر بطور پیغام آپ کو پیش کروں۔ چنانچہ آج صبح قرآن کھولتے ہی سورۃ قصص پر نظر پڑی اُسے پڑھا اور واقعی اسے برمحل پیغام پایا۔ اسی پیغام خداوندی کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[1]

طٰسٓمٓ ⦅۱⦆ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ⦅۲⦆ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ⦅۳⦆ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ⦅۴⦆ وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ⦅۵⦆ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ⦅۶⦆

ترجمہ:- طٰسم - یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ فرعون سرزمین میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسموں میں کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں کو

---

[1] قرآن مجید سورۃ القصص، شروع ہی سے!

زندہ رہنے دیتا تھا۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن
لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جا رہا ہے ہم اُن پر احسان کریں اور ان کو
پیشوا بنا دیں اور ان کو مالک بنائیں اور اُن کو زمین میں حکومت دیں اور
فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین کو ان کی جانب سے وہ واقعات
دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

"اس آیت شریف کی شانِ نزول یہ ہے کہ فرعون نے ایک رات یہ
خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ ایک حصہ میں پھیلی ہوئی ہے
اور فرعون کی قوم کے تمام گھر اس آگ سے جل گئے لیکن بنی اسرائیل کا محلہ بچ گیا۔
صبح کو جب فرعون سو کر اُٹھا تو اس نے اپنے نجومیوں کو جمع کر کے خواب کی تعبیر پوچھی
تو انھوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری بادشاہت
کا زوال ہوگا اور مصر میں انقلاب عظیم کا باعث ہوگا۔ تب فرعون نے بنی اسرائیل
کے ہر پیدا ہونے والے لڑکے کے قتل اور لڑکی کے زندہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ہزاروں
لڑکے قتل ہو گئے تو وزیروں نے ایک درخواست پیش کی کہ اگر اسی طرح لڑکے مارے
گئے اور بنی اسرائیل کے بوڑھے اپنی موت مر گئے تو حضور کی قوم کی ذلیل خدمتیں
کس سے لی جائیں گی تب فرعون نے حکم دیا کہ اچھا ایک سال اُن کے لڑکے مارے جانے
چاہئیں اور ایک سال زندہ چھوڑے جائیں۔ حضرت ہارون زندہ رکھنے اور حضرت
موسےؑ قتل کے سال پیدا ہوئے۔ تب خدا نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات
ڈال دی کہ اگر تجھے خوف ہے تو صندوق میں رکھ کر موسیٰ کو نہر میں ڈال دے۔"

اس کے بعد شیخ صاحب نے آیات قرآنی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا

مفہوم:۔ "بنی اسرائیل کی ہدایت اور ان کے سدھار کے لئے اللہ تعالیٰ
نے حضرت موسےؑ کو مبعوث کیا تھا اور حضرت موسےؑ نے قوم کو پیغام حق سنایا
حاکم وقت فرعون عوام پر ظلم و ستم توڑ رہا تھا، ان پر طرح طرح کی سختیاں روا
رکھتا تھا اور ان کو اس طرح دبائے ہوئے تھا کہ اُبھرنے کا کوئی موقعہ نہیں ملتا
تھا۔ یہاں تک کہ فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے لڑکے پیدا ہوتے ہی قتل

کر دئے جانے اور صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے کی اجازت ہوتی اس انسانیت کش پالیسی کی یہ وجہ تھی کہ نجومیوں نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوگا اس لیئے فرعون نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوّں کو قتل کر دینے کا حکم جاری کر دیا تھا مگر قدرت کا قانون اٹل ہوتا ہے اُسے موسیٰ کو پیدا کرنا تھا اور دینِ حق کی اشاعت کا کام اس کے سُپرد کرنا تھا۔ چنانچہ فرعون کی ان سختیوں کے باوجود نعرہُ حق بلند ہوا اور حضرت موسیٰ نے قوم کو پیغامِ حق سُنایا۔ اس سلسلہ میں فرعون کا جو حشر ہوا تاریخ عالم کے اوراق اس کے شاہد ہیں کہ کس طرح دریائے نیل اسے اور اس کی جماعت کو ایک ساتھ بہا کرلے گیا۔ قدرت کے ہاتھوں ظالموں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے اور ان کو یہی سزا ملتی ہے۔

"ان آیات میں اللہ تعالے نے بشارت دی تھی کہ وہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ زمین کے حقیقی وارث اور مالک وہی ہیں۔ اگر آپ بھی حقیقی معنوں میں صراطِ مستقیم پر چل کر اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری کریں اور اسکی ہدایات اور اس کے احکام پر عمل کریں، قرآن کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو خدا اس زمین کا مالک اور وارث نہ بنائے۔ قرآن دُنیا کے لیئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایک بہترین رہنما ہے آپ اسے مشعلِ راہ بنائیں۔ رسول اللہ صلعم کی بعثت کے وقت عرب کی جو حالت تھی وہ ظاہر ہے۔ اگر آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ عرب جہالت اور لاعلمی کے گہرے گڑھے میں گرے ہوئے تھے انہوں نے چوری، شراب خوری، دختر کشی کو اپنی روزمرّہ زندگی کا شعار بنا رکھا تھا وہ خطرناک جرائم میں مبتلا تھے اور خدائے واحد کو بھول گئے تھے، بلکہ اس کے برعکس اُنہوں نے اپنے دلوں کو کئی خداؤں سے آباد کر رکھا تھا۔

خدا نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت محمد صلعم کو مبعوث کیا۔ دنیا کے اس ہادی برحق، عاشقِ الٰہی نے چالیس برس غاروں اور تنہائیوں میں عبادتِ خدا

کی آخر غاروں سے نکل کر انھوں نے نعرۂ حق بلند کیا اور دنیا کو حق و صداقت کا پیغام دیا۔ مولانا ظفر علی خاں نے اس مفہوم کو کتنے دلکش پیرایہ میں نظم کیا ہے ؎

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی وہ دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاکَ لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

"یہ پیغام حق و صداقت پہونچانے پر ان کو کیا کیا تکلیفیں دی گئی تھیں کسی سے پوشیدہ نہیں مگر وہ حق کی آواز برابر بلند کرتے رہے۔ گر مسلمان اس ہادیٔ برحق کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں تو کبھی مصائب و آلام کا شکار نہیں ہوں گے بلکہ ہر مرحلہ پر سرخرو ہوں گے مگر افسوس کہ مسلمان اسلام کے صحیح راستہ سے دُور نکل گئے اُن کے دلوں میں کئی معبود بسے ہوئے ہیں اور حقیقی معبود کو وہ فراموش کر چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ مشکلات، سختیوں، تنگ دستی اور مظالم کا آئے دن شکار ہوتے ہیں اس لئے آپ خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلئے، لوگوں کے ساتھ انصاف کیجئے۔ نماز پنجگانہ ادا کیجئے۔ قرآن مجید پر عمل کیجئے اور اُسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر خدا کے بھیجے ہوئے کلام پر عمل کیا جائے اور حضرت محمد صلعم کے بتائے ہوئے راستہ پر خلوص کے ساتھ چلا جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیاب و کامران نہ ہوں اور ہمیں مصائب و مشکلات سے نجات نہ ملے قرآن مجید تمام دنیا کے لئے ایک بہترین رہنما، لائحہ عمل اور مشعلِ ہدایت ہے مگر افسوس کہ ہم نے اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دلوں پر وہ کیفیت طاری نہیں ہوتی جو سابقون الاولون پر

ہوتی تھی۔ ہم قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرتے ہیں مگر اس کے مفہوم و مطالب سے بے خبر رہتے ہیں۔ عام طور پر اس کا علم ہی نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کی جو تلاوت کی گئی ہے اس کا مقصد کیا ہے اور خدا نے اس سے ہمیں کیا ہدایت کی ہے اور کیسی تعلیم دی ہے۔ اگر مسلمان ایک ایک آیت شریف کو سمجھے اور اس کے مفہوم اور اس کی وسعت کو اپنے سامنے رکھے تو اس کا دل کشادہ اور اس کی روح بالیدہ ہوگی اور وہ اپنے آپ کو ایک بحرِ بے کنار میں پائے گا۔

"آپ کو میرا یہ پیغام ہے کہ حق و صداقت سے کبھی مُنہ نہ موڑیئے یقیناً آپ کو ہر مصیبت سے نجات ملے گی اور آپ ہی اس سرزمین کے وارث اور مالک ہوں گے۔ خدا سے میری یہ دعاء ہے کہ وہ تمام لوگوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور ان کے حال پر رحم و کرم کی نظر رکھے۔"

"میں اوقافِ اسلامیہ کے منتظمین کا شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے عیدگاہ میں خاطر خواہ انتظام کیا۔"

گرفتاری کے وقت قوم کے نام پیغام

۲۹ر اور ۳۰ر اپریل ۱۹۵۸ء کی درمیانی شب کو جب شیخ محمد عبداللہ کو اُن کے مکان واقع صورہ سے دوبارہ گرفتار کیا گیا تو انھوں نے قوم کے نام ذیل کا پیغام اپنے خاندان کے افراد کے ذریعہ دیا:۔

"ملک کی آزادی کے حصول اور عوام کے سُود و بہبُود کی خاطر دُنیا کے عظیم رہنماؤں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں اس لئے میری اس گرفتاری سے آپ بے حوصلہ نہ ہوں۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ لوگوں کو جا کر میرا یہ پیغام دیں کہ وہ پُرامن رہیں اور عدم تشدّد کے حربہ سے ظلم و تشدّد کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میری یہ نظربندی بہت کم مُدّت کے لئے ہوگی اور سچ کی ہر حالت میں جیت ہوگی۔"

دسواں باب

۱۔ ضمیمہ :

حصۂ اوّل

ا بیگم شیخ محمد عبداللہ
ب انڈین اسٹیٹس پیپلز کانفرنس لدھیانہ سیشن ۱۹۳۹ء کی قرارداد
ج برطانوی کیبنٹ مشن کو تار
د وایسرائے کا والیانِ ریاست سے خطاب (اقتباس)
ر حکومتِ ہند کا اعلان ۳؍جون ۱۹۴۷ء (اقتباس)
س جموں برادرز کی سازش
ص پونچھ، مظفر آباد اور میرپور
ض معاہدۂ دہلی

حصۂ دوم

ا عہدنامہ لاہور ۱۸۴۶ء
ب عہدنامہ امرتسر ۱۸۴۶ء
ج جموں کاتوں معاہدہ (متن)
د مولانا مسعودی کو خطوط اگست ۱۹۵۳ء

۲۔ تتمہ :

۳۔ ماخذ اور امدادی کتب ـــــ

حصۂ اوّل

بیگم شیخ محمد عبداللہ:۔ جب کانگرس اور مسلم لیگ کے باہمی سمجھوتہ سے ہندستان دو مملکت ـــــ ہندستان اور پاکستان میں تقسیم ہو کر آزاد ہوا تو ریاست کشمیر میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تاریخی تحریک بڑے زور سے چل رہی تھی اور تمام رہنماؤں کو مہاراجہ ہری سنگھ نے جیلوں میں بند کر رکھا تھا تقسیم کے ہندستان اور پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی جو آگ پھیلی تھی مہاراجہ ہری سنگھ اور اس کی حکومت نے میدان خالی پا کر اُسے اور ہوا دی جس نتیجہ یہ نکلا کہ صوبہ جموں بھی اس کی لپیٹ میں آگیا اس وقت بیگم شیخ محمد عبداللہ نے بہت ہمت اور جرأت سے کام لیا اور تمام قیود اور پابندیوں کو بالائے طاق رکھ کر گھر سے نکل کھڑی ہوئیں اور ریاستی عوام سے انھوں نے انسانیت کے نام پر پُر درد اپیلیں کیں، اُنھوں نے کلام مجید ہاتھ میں لے لیا اور وادی کشمیر کے گاؤں گاؤں، محلہ محلہ اور گھر گھر جا کر مسلمانوں کو خدا کے احکام سُنائے اور ان کو بتایا کہ ایسے موقعوں پر اسلام کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کی تعمیل کیسے جان و دل سے کرنی چاہئے! مزید وضاحت کرتے ہوئے اُنھوں نے بتایا کہ ایک سچے مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و ملت ہر انسان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور امن و آشتی کا پیغام سب کو سُنائے اسوقت ہندو سکھ بھائیوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

بیگم صاحبہ کی ان اتحاد پرور کوششوں سے نہ صرف وادی کشمیر فرقہ وارانہ فساد کی آگ سے محفوظ رہی بلکہ جو ہندو، سکھ اور مسلمان پناہ گزیں باہر سے آئے ہوئے تھے ان کو پناہ دی اور اس مقصد سے ان سب کے لئے مشترکہ کیمپ کھولے۔ بیگم صاحبہ موصوف شبانہ روز اس کوشش میں ہمہ تن مصروف رہیں حتیٰ کہ شیخ محمد عبداللہ اور ان کے ساتھی جیلوں سے باہر آ گئے۔

انڈین اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے لدھیانہ سیشن ۱۹۳۹ء کی قرارداد:۔

"ہر گاہ ریاستوں اور برطانوی حکومت کے درمیان پُرانے معاہدوں پر بہت زور دیا گیا ہے اور اور اس کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ ان معاہدوں کے ذریعہ اس شخصی حکومت اور نیم جاگیرداری نظام کو تا دیر برقرار رکھا جائے جو ایک عرصہ سے ریاستوں میں رائج ہے تا کہ عوام کی ترقی کے راستہ میں رکاوٹ کی صورت باقی رہے اس لئے ان امور کی جانب توجہ دلانا ضروری ہے کہ ان معاہدوں کا کیریکٹر کیا تھا

کس طریقہ اور کن حالات میں وہ کئے گئے تھے اور بعد میں سالہا سال تک ان کی کیا تشریح کی جاتی رہی؟ ہندوستان کی ۵۶۲ ریاستوں میں سے صرف ۴۰ ریاستوں کے ساتھ اس قسم کے معاہدے کئے گئے اور عام طور پر یہ معاہدے ان حالات میں کئے گئے جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں اور ایجنٹوں کا جھگڑا ایسے اشخاص سے ہوا جو خود مختار حیثیت کے مالک نہ تھے مگر مغلیہ خاندان کے زوال کے بعد جب ہندوستان میں کوئی مرکزی حکومت نہ رہی تو اس ملک کے کچھ حصہ پر وہ اپنے اختیارات کا استعمال کرنے لگے۔ یہ معاہدے انہوں نے کئے تھے مگر عوام کی رضامندی کے بغیر بہر کیف ان کا اطلاق کیا گیا مگر رفتہ رفتہ جب حالات بدلنا شروع ہوئے تو ان معاہدوں کی کوئی اہمیت نہ رہی چنانچہ ان میں سے کئی ایک معاہدے نظر انداز کر دئیے گئے یا حکومتِ ہند کا پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ اپنے اس قاعدے کے مطابق جو اقتدارِ اعلیٰ کی بدلتی ہوئی پالیسی کے ساتھ ساتھ خود بھی ادلتا بدلتا رہتا ہے ایک مدت ہوئی ان پر خطِ تنسیخ کھینچ چکا ہے وہ معاہدے جو ایک صدی قبل کئے گئے تھے ریاستی عوام کو ایسے وقت ان کا پابند نہیں کیا جا سکتا جب حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ اب اقتدارِ اعلیٰ معاہدوں کو ان والیانِ ریاست کے حقوق کی حفاظت کے لئے استعمال کر رہا ہے جہاں آزادی کی جنگ جاری ہے اور وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر رہا ہے کہ عوام کو جابرانہ حکومت سے بچانا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔

اس کانفرنس کی یہ پختہ رائے ہے کہ ان معاہدوں کا خاتمہ فوراً کر دینا چاہئے اس لئے کہ یہ بالکل فرسودہ ہو چکے ہیں اور موجودہ حالات میں ان پر عملدرآمد ممکن نہیں نیز یہ کانفرنس اقتدارِ اعلیٰ سے درخواست کرتی ہے کہ وہ ایسے حکمرانوں کی مدد یا ان کی حفاظت نہ کرے جو عوام سے بازنہ آئیں اور جو اپنی ریاست میں آزادی کی تحریک کو کچلیں۔"

برطانوی کیبنٹ مشن کو تار:۔ برطانوی کیبنٹ مشن جب سری نگر پہونچا تو شیخ محمد عبداللہ نے آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے اسے حسبِ ذیل تار دیا۔

"آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس جو ریاست کے تمام فرقوں اور طبقوں کا ایک نمائندہ ادارہ ہے اس کے صدر کی حیثیت سے میں اس ریاست میں تشریف آوری پر آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس سے ریاست کے چالیس لاکھ باشندوں کی سیاسی اور اقتصادی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے گا چونکہ مشن والیانِ ریاست کے اس تعلق پر نظرِ ثانی

کر رہا ہے جو معاہدوں کے مطابق اقتدار اعلیٰ کے ساتھ قائم ہے ہم آپکی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے لئے کشمیر کے معاملہ میں اس پر نظر ثانی اس بنا پر اور بھی ضروری ہے کہ ایک سو سال پہلے ۱۸۴۶ء میں کشمیر کی سرزمین اور اس کے باشندوں کو برطانیہ نے جموں کے ایک ڈوگرہ خاندان کے ہاتھ ۷۵ لاکھ روپیہ (جو برطانوی سکّہ کے حساب سے ۵۰ لاکھ روپیہ ہوتا ہے) کے عوض بیچ کر غلام بنا دیا تھا اس وقت کے گورنر کشمیر نے ملک کو اس طرح حوالے کر دینے میں مزاحمت کی تھی مگر برطانوی امداد سے اسے سپر تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ غرض ۱۸۴۶ء کے بکری پتر نے جسے غلط نام سے معاہدۂ امرتسر کہا جاتا ہے کشمیر کے عوام کی قسمت پر مُہر لگا دی۔ ہم دنیا پر ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ اس بکری پتر سے ان ریاستوں کے برابر حقوق حاصل نہیں ہوتے جن پر معاہداتی حقوق کے رُو سے حکمرانی ہوتی ہے اس وجہ سے ریاست کشمیر کی حیثیت جُداگانہ ہے اور کشمیری عوام اپنے اس مسلمہ مطالبہ کے لئے مشن پر زور دیتے ہیں کہ ہندُستان سے برطانوی حکومت کی دستبرداری کے بعد اُنہیں آزادی دی جائے ہم اس امر کا اظہار بھی کر دینا چاہتے ہیں کہ کوئی بکری پتر خواہ وہ کتنا ہی مقدس کیوں نہ ہو چالیس لاکھ سے زیادہ مردوں اور عورتوں کو ایک مطلق العنان حکمران کی غلامی کی لعنت میں مبتلا نہیں رکھ سکتا خاص طور پر جب وہ ایسی حکومت میں نہ رہنے کا عزم کر چکے ہوں کشمیری عوام کا یہ مصمم ارادہ ہے کہ وہ اپنی قسمت خود ہی بنائیں گے اور ہم مشن سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اس معاملہ کی اہمیت اور اس کے حق بجانب ہونے کو تسلیم کرے۔"

وائسرائے کا والیانِ ریاست سے خطاب:- ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے والیان ریاست کے چیمبر کو خطاب کیا۔ ذیل میں اس طویل تحریر کے ایک حصّہ کا اقتباس دیا جاتا ہے۔

"انڈی پنڈنس ایکٹ کے رُو سے تمام ریاستیں ان ذمہ داریوں سے آزاد ہو جاتی ہیں جو تاج برطانیہ کی طرف سے اُن پر تھیں۔ اب ریاستوں کو مکمل آزادی ہو گی ——— اصطلاحی اور قانونی ہر دو اعتبار سے وہ خود مختار ہو جاتی ہیں۔

"یہ ضروری تھا کہ دو ریاستی محکمے وجود میں لائے جاتے دونوں مملکتوں میں ایک ایک ——— اس لئے کہ ریاستیں اس میں عملی طور آزاد ہیں کہ دونوں مملکتوں

میں سے جس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنا چاہیں کریں۔"

حکومتِ ہند کا اعلان ۳ جون ۱۹۴۷ء :- "حکومتِ برطانیہ اسکی وضاحت کر دینا چاہتی ہے کہ متذکرہ ما سبق فیصلوں کا تعلق صرف برطانوی ہند سے ہے اور یہ کہ ریاستوں کے بارے میں حکومتِ برطانیہ کی پالیسی وہی ہے جو ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کے کیبنٹ مشن میمورنڈم میں موجود ہے۔"

اور وہ پالیسی یہ ہے۔

"برطانوی حکومت ایسا نہیں کر سکتی اور نہ کسی حالت میں کرے گی کہ اقتدارِ اعلیٰ حکومتِ ہند کے سپرد کر دے...... جب برطانوی حکومت اقتدار اعلیٰ کا استعمال نہیں کرے گی تو اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ ریاستوں کے وہ حقوق جن کا رشتہ تاج برطانیہ سے مربوط تھا وہ ٹوٹ جائے گا اور وہ تمام حقوق جو ریاستوں نے اقتدارِ اعلیٰ کے سپرد کئے تھے وہ ریاستوں کے پاس لوٹ جائیں گے۔"

"**جموں برادران کی سازش**":- جموں کے ان ڈوگرہ بھائیوں نے کس طرح مہاراجہ کھڑک سنگھ کو اس کے بیٹے کنور نونہال سنگھ سے سازش کر کے قید کرایا اور جب کھڑک سنگھ کچھ عرصہ بعد قید میں مر گیا اور اس کا بیٹا کنور نونہال سنگھ اپنے باپ کی لاش جلا کر واپس آ رہا تھا تو انہی ڈوگرہ بھائیوں نے حضوری باغ کی ڈیوڑھی کا چھجا گرا کر اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد جب یہ سوال درپیش ہوا کہ مہاراجہ کے تخت کا وارث کسے بنایا جائے تو راجہ گلاب سنگھ کنور نونہال سنگھ کی ماں اور مہاراجہ کھڑک سنگھ کی بیوہ مہارانی چاند کور کے ساتھ ہو گیا اور اس کا بھائی راجہ دھیان سنگھ شیر سنگھ کا ساتھی بن گیا اور اس طرح ان جموں برادران نے سکھوں کو سکھوں سے خوب لڑایا آخر جب مہارانی چاند کور ہار گئی اور اسے جموں میں ایک جاگیر دیدی گئی تو یہی راجہ گلاب سنگھ اس کا منتظم مقرر ہوا جہاں مہارانی چاند کور کو بھی اس کے ملازموں کے ہاتھوں ابدی نیند سلوا دیا گیا۔ چونکہ مہاراجہ شیر سنگھ ان ڈوگروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا اور سکھ اس سے سخت ناراض تھے اس لئے انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی راجہ گلاب سنگھ کے بھائی راجہ دھیان سنگھ ڈوگرہ کا بھی خاتمہ کر دیا۔ دھیان سنگھ ڈوگرہ کے بیٹے ہیرا سنگھ ڈوگرہ نے بہت سے سکھوں کو تہِ تیغ کیا اور اپنے باپ کی جگہ

---

[۱] ہسٹری آف دی پنجاب حصہ سوم (اردو ایڈیشن) از گور بخش سنگھ اور اندر جیت چاولہ

وزیر اعظم بھی بن بیٹھا مگر سکھوں نے اسے بھی نہ چھوڑا اور وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ ان خانہ جنگیوں اور راجہ گلاب سنگھ کی انگریزوں کے ساتھ سازباز کے باعث سکھ حکومت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔"

سکھوں سے فراغت پاکر راجہ گلاب سنگھ نے سب سے پہلے بھمبر کے راجہ سلطان خان کو گرفتار کرکے بہو کے قلعہ جموں میں قید کیا اور پھر اس کی آنکھیں نکلوا کر خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح میرپور، راجوری، پونچھ، مظفر آباد وغیرہ کے راجوں کا بھی خاتمہ کیا۔ راجہ لال خان کھوڑی اور سکندر باغسرا اور ان کے رشتہ داروں میں سے بعض کو جلاوطن اور بعض کو قتل کرا کر ان کی جائدادیں ضبط کر لیں۔ اسی طرح وادیٔ کشمیر، لداخ اور گلگت کے سرکردہ افراد کو یا تو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا یا جلاوطن کر دیا گیا اور بعض کو علاقہ ڈوڈہ کے ایک نہایت خوفناک اور بھیانک پہاڑی قلعہ "گجن سو" میں قید کرکے آہستہ آہستہ ختم کرا دیا۔

پونچھ، مظفر آباد اور میرپور:۔ پونچھ، مظفر آباد اور میرپور کے علاقہ کے بہادر جفاکش لوگ ایک مدت سے حکومتِ کشمیر کا تختۂ مشقِ ستم بنے ہوئے تھے مگر ۴۵-۱۹۴۴ء میں ان مظالم نے بڑی شدت اختیار کر لی تھی کہ تمام علاقہ میں پولیس اور فوج پھیلا دی گئی جس نے مار دھاڑ اور پکڑ دھکڑ کا بازار عام گرم کر دیا اس پر آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے صدر شیخ محمد عبد اللہ کے ارشاد کے مطابق کانفرنس کے جنرل سکریٹری مولانا محمد سعید مسعودی نے ریاست کے مشہور قومی رہنما راجہ محمد اکبر مجاہد میرپوری کو اس کام پر مامور کیا چنانچہ راجہ صاحب موصوف نے چیدہ چیدہ قومی رہنماؤں اور کارکنوں کا ایک خصوصی جلسہ منعقد کیا جس میں منجملہ دیگر اصحاب کے مولانا محمد عبد اللہ سیاکھوی فاضل دیوبند، بابو دیوان چند ایڈووکیٹ، حاجی وہاب الدین ایڈیٹر "ہمت"[1] غازی عبد الرحمٰن، کامریڈ رام کرشن گپتا، ماسٹر روشن لال اور چودھری محمد شفیع نے شرکت کی اور متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ سب سے پہلے پونچھ کے علاقہ پلندری میں چودھری محمد شفیع کو بھیجا جائے اور مولوی عبد الحق بلوچی بھی ان کے ساتھ رہیں۔ ان کے پلندری پہونچنے سے پہلے ہی سرکاری خزانہ لٹ جانے کے بہانے دھڑا دھڑ گرفتاریاں عمل میں لائی جا رہی تھیں اور جس روز یہ دونوں صاحبان وہاں پہونچے تو مسٹر ایم۔ این پنڈت سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس سے پہلی رات کو پلندری کے ڈاک بنگلہ کو آگ لگوا کر ان مظالم کے جواز کا ایک اور بہانہ تراش لیا تھا۔ اور وزیر پونچھ پنڈت نے اس یہ وفد جس روز پلندری پہونچا اسی رات نمازِ عشا کے وقت پولیس نے مسجد میں جوتوں

---

[1] یہ پرچہ میرپور سے نکلتا تھا۔

سمیت گھس کر چودھری محمد شفیع، مولوی محمد حسین فاضل دیوبند، صوفی محمد سلطان، مسٹر محمد اعظم خاں، اور مولوی محمد کریم فاضل دیوبند کو گرفتار کر لیا جب کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے مولوی عبدالحق بلوچی بچکر واپس میرپور پہونچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں انہوں نے اس گرفتاری کی اطلاع راجہ محمد اکبر مجاہد میرپوری اور بمقام باغسر تحصیل بھمبر میں چودھری صاحب کے گھر والوں کو دی پھر یہ خبر پورے علاقہ میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور گرفتاریوں کے خلاف ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہونے لگی مولوی محمد یوسف فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد بلپندری نے مسجد کی بے حرمتی پر احتجاج کیا۔ ان گرفتار شدگان پر کوئی ڈیڑھ سال تک جھوٹے اور فرضی مقدمات چلتے رہے چودھری محمد شفیع کی طرف سے کوٹلی کے مشہور وکیل مہاشہ رام ناتھ پیروی کے لئے جایا کرتے اور ان کے ہمراہ کامریڈ جے پرکاش بائی بھی ہوتے۔ ادھر یہ فرضی اور جھوٹے مقدمات چل ہی رہے تھے کہ اُدھر کشمیر کے محبوب رہنما شیخ محمد عبداللہ کو مہاراجہ نے مئی سنہ ۴۶ء میں گرفتار کر لیا جب کہ وہ ہندوستان کے بڑے بڑے قومی رہنماؤں سے ملنے کے لئے دہلی جا رہے تھے اس کے بعد مہاراجہ نے ریاست بھر میں تمام قومی رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاری کی مہم شروع کر دی۔

اس ہنگامۂ دار و گیر میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تاریخی تحریک کا آغاز ہوا حکومتِ کشمیر کے کارندوں نے آتشِ انتقام بجھانے کے لئے پونچھ، مظفر آباد اور میرپور کے علاقوں میں قیامتِ صغریٰ برپا کر دی۔ بے بس عوام نے مہاتما گاندھی، خان عبدالغفار خاں (سرحدی گاندھی) خان عبدالصمد خاں (بلوچستانی گاندھی) صدر کانگرس اچاریہ کرپلانی، عبوری حکومت کے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، احرار لیڈران سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مظہر علی اظہر اور شیخ حسام الدین، شری جے پرکاش نرائن، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو، شری جے نرائن ویاس جنرل سکرٹری آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس، پروفیسر تلک راج چڈہ انچارج پنجاب اسٹیٹس کانفرنس اور دوسرے قومی لیڈروں کو امداد کے لئے تار دئے مگر مسلم لیگی لیڈروں میں سے کسی ایک سے بھی استمداد نہ کیا اس کے باوجود مہاراجہ کی حکومت کے مظالم میں کوئی کمی نہ آئی۔ کشمیر سے پھر ایک وفد پیر محمد مقبول شاہ گیلانی، خواجہ حبیب اللہ زرگر، خواجہ عبداللہ نون اور مرزا غلام قادر بیگ وغیرہ پر مشتمل پونچھ پہونچا مگر حکومت نے اس وفد کی بھی ایک نہ سنی۔ غرض مہاراجہ کی ظالم حکومت نے نیشنل کانفرنس کی ان تمام امن پسندانہ

اتحاد پرورانہ کوششوں کو بے کار کر دیا اور جبر و تشدد برابر جاری رکھا۔ جب نہتے عوام نے گھروں سے بھاگ کر جنگلوں میں پناہ لی تو حکومت کے کارندوں نے وہاں بھی ان کا پیچھا کیا اور گاؤں کے گاؤں نذرِ آتش کرنا شروع کر دیئے یہاں تک کہ علاقہ کے مشہور قومی کارکن مولوی محمد کریم فاضل دیوبند کو زندہ جلا دیا ان حالات میں مرتا کیا نہ کرتا کے مقولہ پر عمل کرتے ہوئے ادھر عوام ان مظالم کے مقابلہ میں سینہ تان کر ڈٹ گئے اور ادھر قبائلیوں نے موقعہ غنیمت جان کر ریاست پر حملہ کر دیا۔ اس نازک وقت میں مہاراجہ کے کرتا دھرتا اور اس کی فوج عوام کو قبائلیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر جموں بھاگ گئے اور وہاں جاکر بھی نہتے مسلمانوں کا قتل و غارت شروع کر دیا اور حکومتِ وقت کا وفادار سے وفادار مسلمان ملازم بھی ان کے ہاتھوں نہ بچ سکا یہاں تک کہ نیتاجی سوبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج کے چیف آف ملٹری اسٹاف جنرل حبیب الرحمٰن کے ماموں راجہ محمد سرور خاں ڈپٹی کمشنر ادھم پور کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا جس کا اثر اس علاقہ پر بہت خراب پڑا۔ اس اثنا میں شیخ محمد عبداللہ اپنے ساتھیوں سمیت جیلوں سے باہر آگئے تھے اور انہوں نے صوبۂ جموں کو مزید فرقہ وارانہ فسادات سے بچانے کی تگ و دو شروع کر دی تھی مگر اس وقت تک پونچھ، میرپور اور مظفر آباد کا بیشتر حصہ ریاست سے کٹ چکا تھا اور انہیں واپس لانا ان کے بس میں نہ تھا۔ اس علاقہ کے کشمیر سے کٹ جانے اور قبائلیوں کے حملہ آور ہونے کی تمام تر ذمہ داری مہاراجہ کشمیر پر عاید ہوتی ہے اگر وہاں کے باشندوں پر بے پناہ مظالم نہ ڈھائے جاتے تو وہ بھی یقیناً وادی کشمیر کے بہادروں کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔

معاہدۂ دہلی:- جب شیخ محمد عبداللہ وزیر اعظم تھے تو ۲۴ جولائی ۱۹۵۲ء کو ہندوستان اور ریاست کشمیر کے مابین ایک معاہدہ ہوا جسے معاہدۂ دہلی کہا جاتا ہے اس کے آٹھ نکات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

۱۔ شہریت ۔ مشترکہ مگر ریاستی باشندوں کو خاص مراعات۔

۲۔ صدر ریاست ۔ اس کی تصدیق ریاستی مجلس قانون ساز کی سفارش پر صدر جمہوریہ ہند کرے گا مگر اس کا فیصلہ ریاست کو کرنا ہوگا کہ صدر کے انتخاب کا کیا طریقہ ہو؟ صدر ریاست کی میعاد صدارت پانچ سال ہوگی۔

۳۔ ریاستی جھنڈا ۔ "محض تاریخی اور جذباتی وجوہ" کی بنا پر ریاستی جھنڈے کو

تسلیم کیا جاتا ہے مگر ہندستان کے قومی جھنڈے کو اس کے ساتھ ویسی ہی حیثیت حاصل ہوگی جیسی کہ اسے ہندستان کے دوسرے حصوں میں ہے۔

۴۔ صدر جمہوریہ ہند کا اختیار۔ اس کا اختیار صدر جمہوریۂ ہند کو ہوگا کہ وہ کسی کی سزائے موت کم کردے یا بالکل معاف کردے۔

۳۵۲
۵۔ مزید اختیار۔ صدر جمہوریۂ ہند کو اس کا بھی اختیار ہوگا کہ وہ دستور ہند کی دفعہ کے مطابق ریاست جموں و کشمیر کی اندرونی یا بیرونی بدامنی کی صورت میں اور بیرونی حملہ کے خطرہ کے وقت اپنے اختیارات کام میں لائے مگر اندرونی بدامنی کی صورت میں جو قدم بھی اٹھایا جائے اس کے لئے ریاست کا مشورہ ضروری ہے۔

۶۔ بنیادی حقوق۔ دستورِ ہند میں بنیادی حقوق کے جو مروجہ اصول ہیں بعض ترمیمات کے ساتھ ان کا اطلاق ریاست جموں و کشمیر پر ہوگا مثلاً حکومت کشمیر کا یہ فیصلہ کہ جن مالکان سے زمینیں لی جائیں ان کو کچھ معاوضہ نہ دیا جائے یہ اس گارنٹی کے برعکس ہے جو دستورِ ہند نے دی رکھی ہے اس کا شمار بعض ترمیمات کے تحت ہوگا۔

۷۔ دفعہ ۱۳۱ ۔ اس دفعہ میں جو تنازعات مذکور ہیں اس سلسلہ میں ہندستان کا سپریم کورٹ اپنا حقیقی دائرہ عمل برقرار رکھے گا ایسے تنازعات سے مراد وہ تنازعے ہیں جو مختلف ریاستوں کے مابین ہوں یا کسی ریاست اور حکومت ہند کے مابین ہوں نیز ریاستی مشاورتی ٹریبونل کو ختم کردیا جائے اور اس کے فرائض ہندستان کے سپریم کورٹ کے سپرد کئے جائیں اس صورت میں دیوانی اور فوجی امور میں اپیل کی آخری عدالت سپریم کورٹ ہوگا۔

۸۔ کشمیر اور ہندستان کے مالیاتی تعلقات۔ مالیات سے متعلقہ امور مثلاً کسٹم جیسے دشوار مسئلہ سمیت ابھی تک فیصلہ طلب ہیں۔

حصۂ دوم

عہد نامۂ لاہور ۹ مارچ ۱۸۴۶ء[1] :- سکھوں اور انگریزوں کی پہلی جنگ اس عہد نامہ کے رُو سے ختم ہوئی اور انگریزوں نے شکست خوردہ سکھوں کو مندرجۂ ذیل شرائط پر صلح کرنے پر مجبور کیا۔

۱- برطانوی حکومت ایک طرف اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اس کے جانشین وغیرہ دوسری طرف اس امر کے پابند ہوں گے کہ مابین کے مابین تعلقات مستقل طور پر پُر امن اور دوستانہ برقرار رہیں۔

۲- مہاراجہ لاہور اقرار کرتا ہے کہ وہ خود اور اس کے وارث اور جانشین ان تمام دعووں سے دستبردار ہوتے ہیں جو انہیں دریائے ستلج کے جنوبی علاقہ پر ہیں اور وہ اپنا کوئی تعلق ان علاقوں اور وہاں کے باشندوں سے نہیں رکھیں گے۔

۳- مہاراجہ کمپنی بہادر کے سپرد کرتا ہے بطور دائمی ملکیت دوآب کی سرزمین کے تمام قلعے، علاقے اور حقوق اور وہ پہاڑ اور میدانی علاقہ جو دریائے ستلج اور دریائے بیاس کے درمیان واقع ہے۔

۴- چونکہ برطانوی حکومت نے علاوہ اس علاقہ کے جو دفعہ ۳ کے رُو سے اُسے دیدیا گیا ہے اخراجات جنگ کا معاوضہ ۱½ کروڑ روپیہ طلب کیا ہے اور دربار لاہور اس وقت پوری رقم ادا کرنے سے قاصر ہے اس لئے مہاراجہ بطور دائمی فرمانروائی کمپنی کے سپرد کرتا ہے ایک کروڑ روپیہ قیمت کے برابر قلعے، علاقے، حقوق اور مفادات اُن پہاڑی علاقوں کے جو دریائے بیاس اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہیں اور جن میں کشمیر اور ہزارہ کے صوبے بھی شامل ہیں۔

۵- اس عہد نامہ کی تصدیق و تکمیل کے وقت یا پہلے مہاراجہ برطانوی حکومت کو ۵۰ لاکھ روپیہ نقد ادا کرے گا۔

۶- مہاراجہ اقرار کرتا ہے کہ وہ لاہور کی فوج توڑ دے گا۔ اس سے ہتھیار واپس لیگا اور پیدل فوج کی نئے سرے سے تنظیم کرے گا اور اس کی تنخواہ اور الاؤنس کے متعلق وہی قواعد ضوابط ملحوظ رکھے گا جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں تھے علاوہ ازیں مہاراجہ اس کا اقرار

[1] "ہسٹری آف سکھز" مصنفہ کننگھم۔

کرتا ہے کہ اس دفعہ کے مطابق جن فوجیوں کو الگ کیا جائے گا ان کا تمام حساب بے باق کیا جائے گا۔

۷۔ دربار لاہور کی فوج کو کم کر کے ۲۰ ہزار پیادہ اور ۱۲ ہزار سوار تک محدود کر دیا جائے گا اور اس مقررہ تعداد میں بغیر برطانوی حکومت کی رضامندی کے کسی وقت بھی اضافہ نہیں کیا جائیگا۔

۸۔ مہاراجہ اقرار کرتا ہے کہ وہ برطانوی حکومت کے سپرد کر دے گا اپنی تمام ۳۱ توپیں جو برطانوی حکومت کے خلاف استعمال کرنے کے لئے دریائے ستلج کے دائیں کنارے پڑی ہوئی ہیں اور سبراؤں کی جنگ میں ان پر قبضہ نہیں کیا جا سکا تھا۔

۹۔ دریائے بیاس اور ستلج کا کنٹرول ـــ گھارا اور پنج ندی دریائے سندھ کے سنگم تک اور دریائے سندھ کا کنٹرول ـــ مٹھن کوٹ سے بلوچستان کی سرحد تک محصول اور گھاٹوں کے بارے میں برطانوی حکومت کے ہاتھ میں ہوگا مگر اس سے لاہور دربار کی کشتیاں مستثنیٰ ہوں گی خواہ وہ سواری کی ہوں یا باربرداری کی! مندرجہ بالا حدود کے اندر دریاؤں کے متعدد گھاٹوں پر جو محصول وصول کیا جائے گا۔ تمام اخراجات کاٹ کر منافع کا نصف حصہ دربار لاہور کو دیا جائے گا اس دفعہ کا تعلق ان گھاٹوں اور گذرگاہوں سے نہیں ہوگا جو دریائے ستلج کے اس حصہ میں واقع ہیں جو بہاول پور اور لاہور کی حد بندی کرتا ہے۔

۱۰۔ اگر کسی وقت برطانوی حکومت یہ چاہے کہ اپنی فوج مہاراجہ کے کسی علاقہ میں سے اپنے یا اپنے حلیفوں کے مقبوضہ جات کی حفاظت کے لئے گزارے تو ایسے خاص موقعوں پر حسب اطلاع پیشگی دربار لاہور کو اس کی اجازت دینا ہوگی نیز دربار لاہور کے حکام پر یہ واجب ہوگا کہ وہ دیگر ضروریات کی سپلائی کے علاوہ دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے کشتیاں بھی مہیا کریں برطانوی حکومت اس کے بالعوض سپلائی کی گئی اشیاء اور کشتیوں کی قیمت ادا کرے گی۔ مزید برآں جن علاقوں میں سے فوج گزرے گی برطانوی حکومت وہاں کے باشندوں کے مذہبی جذبات کا پورا پورا احترام کرے گی۔

۱۱۔ مہاراجہ اقرار کرتا ہے کہ برطانوی حکومت کی اجازت کے بغیر لاہور دربار امریکہ یا یورپ یا برطانیہ کے کسی شخص کو اپنے یہاں ملازم نہیں رکھے گا۔

۱۲۔ جموں کے راجہ گلاب سنگھ کی ان خدمات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس نے برطانوی حکومت کے حق میں انجام دیں مہاراجہ اس کا اقرار کرتا ہے کہ راجہ گلاب سنگھ کی خود مختار حیثیت

ان علاقوں اور پہاڑی اضلاع میں تسلیم کرے گا جو برطانوی حکومت نے ایک الگ معاہدہ کے رُو سے راجہ گلاب سنگھ کو دئے ہیں ان میں وہ مقبوضہ جات بھی شامل ہیں جو آنجہانی مہاراجہ کھڑک سنگھ کے وقت سے اس کے قبضہ میں ہیں نیز برطانوی حکومت بھی راجہ گلاب سنگھ کی خدمات اور وفاداری کے پیش نظر اس کی خود مختار حیثیت اور اس کے ساتھ ایک الگ معاہدہ کرنے کے حقوق کو تسلیم کرتی ہے۔

۱۳۔ اگر کسی وقت دربار لاہور اور راجہ گلاب سنگھ کے مابین کسی امر میں اختلاف یا تنازع ہو تو برطانوی حکومت کی ثالثی تسلیم کی جائے گی اور مہاراجہ اس کے فیصلہ کا پابند ہوگا۔

۱۴۔ دربار لاہور اپنی حدود میں کسی وقت بھی بغیر رضامندی برطانوی حکومت کے ردو بدل نہیں کرے گا۔

۱۵۔ برطانوی حکومت اقرار کرتی ہے کہ وہ لاہور دربار کے داخلی امور میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی مگر وہ تمام امور جن میں برطانوی حکومت سے رجوع کیا جائے گا گورنر جنرل بطور امداد اپنا مشورہ اور اپنی خدمات لاہور دربار کے مفاد اور اس کی ترقی کیلئے پیش کرے گا۔

۱۶۔ دونوں حکومتوں کے باشندے جب ایک دوسرے کے ملک میں جائیں تو ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک روا رکھا جائے گا جیسا کہ کسی برگزیدہ قوم کیساتھ رکھا جاتا ہے۔[1]

عہد نامۂ امرتسر ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء

برطانوی حکومت اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے مابین

۱۔ برطانوی حکومت مستقل طور پر منتقل کرتی ہے راجہ گلاب سنگھ اور اس کے ذکور جانشینوں کو کشمیر اور تمام پہاڑی علاقہ جو دریائے سندھ کے جنوبی جانب اور دریائے راوی کے مغربی جانب واقع ہے اس کے متعلقات سمیت جس میں علاقہ چنبہ سوائے لاہول کے شامل ہے یہ اس مملوکہ کا ایک حصّہ ہے جو دربار لاہور نے ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کے معاہدۂ لاہور کے رو سے برطانوی حکومت کے سپرد کیا ہے۔

---

[1] گلاب نامہ صفو نمبر ۲۵۶ و ۲۵۷ اور تاریخ حسن جلد دوم مؤلفہ میر غلام حسن کھویہامی اور "ہسٹری آف سکھز" مصنفہ کننگھم۔

۲۔ مشرقی علاقہ کے حدود اس وقت متعین ہوں گے جب برطانوی حکومت اور مہاراجہ گلاب سنگھ ایک کمشن اس مقصد سے مقرر کریں گے اس کا اندراج ایک الگ اقرار نامہ کے ذریعہ ہوگا۔

۳۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اس کے بالعوض برطانوی حکومت کو ۷۵ لاکھ روپیہ (نانک شاہی) اس طرح ادا کرے گا کہ ۵۰ لاکھ روپیہ عہدنامہ کی تکمیل کے وقت اور باقی ۲۵ لاکھ روپیہ اس کے چھ ماہ کے اندر واجب الادا ہوگا۔

۴۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اپنے اس علاقہ کی حدود میں بغیر برطانوی حکومت کی رضامندی کے ردو بدل نہیں کرے گا۔

۵۔ اگر کبھی مہاراجہ گلاب سنگھ اور دربار لاہور یا کسی دوسری ہمسایہ ریاست کے مابین کوئی تنازعہ ہوا تو اس کے تصفیہ کے لئے اُسے حکومتِ برطانیہ کی جانب رجوع کرنا ہوگا اور اس قضیہ میں جو ثالثی فیصلہ حکومت برطانیہ دے گی۔ مہاراجہ گلاب کو اسے تسلیم کرنا ہوگا۔

۶۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اپنی اور اپنے جانشینوں کی طرف سے اقرار کرتا ہے۔ کہ جس وقت برطانوی فوج اس کی ریاست میں مامور و متعین ہوگی تو وہ اپنی تمام فوج بمعیت عندالطلب برطانوی فوج میں شامل ہو جائے گا۔

۷۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار کرتا ہے کہ برطانوی حکومت کی رضامندی کے بغیر وہ برطانیہ یا یورپ یا امریکہ کے کسی شخص کو اپنے یہاں ملازم نہیں رکھے گا۔

۸۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار کرتا ہے کہ ۹ ر مارچ ۱۸۴۶ء کو حکومت برطانیہ اور دربار لاہور کے مابین جو اقرار نامہ ہوا ہے اس کی شرائط دفعات ۵، ۶ اور ۷ کو اپنے مفوضہ علاقہ کے سلسلہ میں ملحوظ رکھے گا۔

۹۔ حکومتِ برطانیہ اقرار کرتی ہے کہ مہاراجہ کے ملک اور راج کو بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھنے میں وہ مدد دے گی۔

۱۰۔ مہاراجہ گلاب سنگھ معترف ہے کہ وہ علو وعظمت و اقتدار کے پیش نظر حکومتِ برطانیہ کو ہر سال مندرجہ ذیل اشیاء بطور نذرانہ پیش کرے گا۔

ایک گھوڑا، ۱۲ بکریاں پشمینہ قسم اعلیٰ جن میں سے ۶ نر اور ۶ مادہ ہوں اور ۳ جوڑے کشمیری شال۔

ریاستِ جموں وکشمیر کے وزیرِ اعظم کا تار حکومتِ پاکستان کے نام۔

مورخہ ۱۲؍اگست ۴۷ء

حکومتِ جموں وکشمیر پاکستان کے ساتھ جوں کا توں[1] معاہدہ کا خیر مقدم کرے گی۔ یہ معاہدہ ان تمام امور پر مبنی ہوگا جو اس وقت جانیوالی برطانوی حکومتِ ہند کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تجویز یہ ہے کہ موجودہ انتظامات اس وقت تک برقرار رہیں جب تک کسی نئے معاہدے کی باقاعدہ ترتیب و تکمیل کے لئے تفصیلات طے نہ کرلی جائیں۔

حکومتِ پاکستان کا تار وزیرِ اعظم ریاستِ جموں وکشمیر کے نام۔

مورخہ ۱۵؍اگست ۴۷ء

بحوالہ آپ کا تار مرسلہ ۱۲؍اگست ۴۷ء حکومتِ پاکستان اس کے لئے رضامند ہے کہ حکومتِ جموں وکشمیر کے ساتھ اس بنا پر جوں کا توں معاہدہ کرے کہ موجودہ انتظامات اس وقت تک برقرار رہیں جب تک کسی نئے معاہدے کی باقاعدہ ترتیب و تکمیل کے لئے تفصیلات طے نہ کرلی جائیں۔

---

[1] حکومت ہند سے بھی جوں کا توں معاہدہ کی درخواست کی گئی تھی مگر نہ معلوم کس مصلحت کی بنا پر وہ خاموش رہی اور اس نے معاہدہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔

شیخ محمد عبداللہ کے خطوط۔

ذیل میں شیخ محمد عبداللہ کے ان دو خطوط کی نقل دی جاتی ہے جو ۴ر اگست اور ۸ر اگست ۱۹۵۳ء کو لکھے گئے تھے یعنی پہلا گرفتاری سے تین دن قبل اور دوسرا گرفتاری سے چند گھنٹے پہلے تحریر کیا گیا تھا۔ یہ دونوں خط شیخ صاحب نے بحیثیت صدر نیشنل کانفرنس لکھے اور اس وقت کی نیشنل کانفرنس کے جنرل سکریٹری مولانا محمد سعید مسعودی ممبر پارلیمنٹ کو نئی دہلی بھیجے۔ اگرچہ یہ خط چند مخصوص مسائل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ۹ر اگست کے واقعہ کے پیچھے چھپے ہوئے بہت سی تحرکات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور سچائی کی تلاش کرنے والوں کو مدد دے سکتے ہیں۔

Jammu & Kashmir
Government Seal

PRIME MINISTER
JAMMU & KASHMIR

پہلا خط

Regd.

سری نگر ۴ر اگست ۵۳ء

محترم مولانا صاحب

آپ کا رجسٹرڈ خط مورخہ ۲۹ر جولائی مجھے ملا تھا۔ مصروفیت کے باعث میں آج تک جواب نہ دے سکا۔ ویسے جناب صوفی صاحب اور خواجہ غلام قادر نے آپ کو یہاں کے حالات سے زبانی آگاہ کیا ہوگا۔ حالات جوں کے توں ہیں۔ صادق صاحب اور بخشی صاحب کی گزشتہ تقریروں کی رپورٹیں آپ نے اخبارات میں پڑھی ہوں گی اور میری اور بیگ صاحب کی بھی تقریریں آپ کی نظروں سے گزری ہوں گی۔ ۴ر اگست کو بخشی صاحب، صادق صاحب، ڈوگرہ صاحب، صراف صاحب، بیگ صاحب اور ہمدانی صاحب میرے مکان پر آئے میں نے صادق صاحب اور ڈوگرہ صاحب سے سوال کیا کہ بپیش نظر اس بات کے کہ انہیں عام طور پر کمیونسٹ خیال کا سمجھا جاتا ہے۔ ان کی رائے حالیہ سنٹرل کمیونسٹ پارٹی کی کشمیر کی تجویز کے متعلق کیا ہے۔ کیا وہ اس کو اپنے اوپر mandatory سمجھتے ہیں۔ دونوں نے جواباً کہا کہ اگرچہ ہم خیالات اور approach کے لحاظ سے کمیونسٹ طریقہ کار کو صحیح

سمجھتے ہیں لیکن چونکہ ہم کمیونسٹ پارٹی کے ممبر نہیں ہیں اس لئے یہ تجویز ہم پر mand-
atory نہیں ہو سکتی۔ یہ سوال دیگر کہ آیا تجویز میں مختلف مسائل پر جس رائے کا اظہار کیا گیا
ہے اس کو وہ کاملاً صحیح سمجھتے ہیں یا جزواً اور اگر جزواً سمجھتے ہیں تو کس حصہ کے ساتھ ان کا اتفاق
ہے اور کس حصہ کے ساتھ اختلاف۔ صادق صاحب نے جواباً کہا کہ کشمیر کی independ-
ence کے متعلق تجویز میں جس رائے کا اظہار کیا گیا ہے مجھے اس سے پورا اتفاق ہے۔
پرجا پریشد کے بارہ میں بھی جو کچھ تجویز میں کہا گیا ہے اس سے بھی مجھے اتفاق ہے اور میں سمجھتا ہوں
کہ کشمیر کے ذمہ دار لوگوں نے جموں کے لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ انتہائی شرمناک
ظالمانہ اور کسی بھی آزاد قوم کیلئے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ
بسوہلی جیسے دور دراز علاقوں میں بھی چپڑاسی اگر مقرر کرنا ہو تو وہ بھی کشمیری پنڈت یا کشمیری مسلمان
ہی مقرر کیا جاتا ہے۔ مزید انہوں نے کہا کہ "پرجا پریشد نے بار بار ان بے انصافیوں کی طرف کشمیر
کے ذمہ دار لوگوں کو متوجہ کیا لیکن جب کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا تو وہ ایجی ٹیشن پر اتر آئے" الغرض
صادق صاحب نے کمیونسٹ پارٹی کی لائن کے ساتھ اپنے پورے اتفاق کا اظہار ہی نہیں کیا
بلکہ الفاظ کے استعمال میں چند قدم آگے بڑھ گئے۔ بخشی صاحب نے جب ان کے ساتھ بحث کرنی
شروع کی تو میں نے ان کو روک دیا۔ کیونکہ میری غرض تو صرف یہ تھی کہ صادق صاحب کے ذاتی خیالات
معلوم ہو سکیں بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔

ڈوگرہ صاحب نے independence کے متعلق کہا کہ وہ انہیں خیالات پر
قائم ہیں جن کا اظہار وہ اس سے قبل ہماری گزشتہ میٹنگوں میں کر چکے تھے۔ اس لئے وہ
کمیونسٹ پارٹی کی تجویز میں اس بارہ میں اظہار کردہ خیالات سے اتفاق نہیں رکھتے۔ نہ ہی
تجویز میں دیگر مسائل پر جو کمیونسٹ پارٹی کا approach نظر آتا ہے اس سے انہیں پورا
اتفاق ہے۔

دوسرا سوال میں نے بخشی صاحب اور صادق صاحب سے یہ کیا کہ ان کی تقریروں اور جو فیصلہ جات
ہم نے اپنی گزشتہ میٹنگوں میں کئے تھے ان میں کیوں تضاد پایا جاتا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ ہندوستان
اور پاکستان کے درمیان جن بنیادوں پر حل ہونا ممکن ہے وہ بنیادیں کافی سوچ بچار کے بعد
ہم نے اتفاق رائے سے قریباً ایک مہینہ کی مسلسل کاوشوں کے بعد قائم کر دی تھیں۔ یہ بھی فیصلہ

ہوا تھا کہ اس کے متعلق پبلک میں اظہار خیال کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ لیکن بخشی صاحب کی کولگام اور صادق صاحب کی ادہمپورہ والی تقریروں سے ان تمام فیصلہ جات کی خلاف ورزی نظر آتی ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ چنانچہ میں نے اخبارات میں شائع شدہ ان کی تقریروں کو ان کے سامنے پڑھ کر سنایا اور انہوں نے اخبارات کی اس رپورٹنگ کو درست تسلیم کیا۔ لیکن وہ اپنے اس تضاد کے بارہ میں مجھے بالکل مطمئن نہ کر سکے۔ البتہ بخشی صاحب کہتے رہے کہ جس رائے کا انہوں نے ہماری میٹنگوں میں اظہار کیا تھا وہ اس پر برابر قائم ہیں اور کولگام والی تقریر اور اپنے پرانے سٹینڈ میں وہ کچھ تضاد نہیں پاتے۔ صادق صاحب نے کہا کہ بیگ صاحب اور میری تقریروں کا جو سلسلہ جاری ہوا تو اس بات نے انہیں بولنے پر مجبور کیا۔ میں نے ان دونوں دوستوں کو جواباً کہا کہ اگر میری اور بیگ صاحب کی تقریروں اور جو فیصلہ جات ہم نے آپس میں بیٹھ کر کئے تھے ان میں وہ کچھ تضاد پاتے ہیں تو نہیں چاہئے کہ وہ ان تقریروں کی شائع شدہ رپورٹیں پیش کر کے ہمیں سمجھائیں تضاد وہ کہاں پر پاتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

آخراً میں نے جمع شدہ دوستوں سے کہا کہ ملک میں تیزی سے جو انتشار پھیل رہا ہے اس کی وجہ جو میں سمجھتا ہوں وہ یہی ہے کہ ہم مختلف زبانوں سے بول رہے ہیں اور ان زبانوں سے متفقہ بات ظاہر نہیں ہوتی ہے اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک مشترکہ بیان وقت حاضرہ کے ملکی مسائل کے بارہ میں ہماری طرف سے شائع ہو تاکہ جماعت میں جو انتشار پھیل رہا ہے اس کو روکا جا سکے۔ بخشی صاحب نے جواب میں کہا کہ جمع شدہ احباب کا کسی مسئلہ پر ایک مشترکہ بیان نیشنل کانفرنس کی رائے نہیں ہو سکتی اس لئے ضروری ہے کہ جلد سے جلد ورکنگ کمیٹی اور جنرل کونسل کے اجلاس بلائے جائیں اور جماعتی طور پر ان کا فیصلہ لیا جائے۔ چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد ۲۴ اگست اور ۲۹ اگست کو علی الترتیب مجلس عاملہ اور جنرل کونسل کے اجلاس طلب کئے گئے۔

تمام دوستوں کی طرف سے مجھ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ جب تک یہ اجلاس اپنے فیصلہ جات صادر نہیں کرتے جماعت کے باقی ماندہ انتخابات کو تا حکم ثانی ملتوی کیا جائے۔ کیونکہ ان کی رائے میں انتخابات جن نعروں پر لڑے جانے لگے تھے وہ ملک کی یکجہتی کے لئے خطرناک ہیں۔ اگرچہ میں نے ان کی اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور ان سے کہا کہ انتخابات میں اب جتنی دیر لگے گی ان خطرات کا کم ہونے کی بجائے بڑھنے کا زیادہ امکان نظر آتا ہے لیکن انہوں نے میری رائے سے اتفاق نہ کیا اور بالآخر

جماعت کے باقی ماندہ انتخابات تا حکم ثانی میں نے ملتوی کر دئے۔

شام کے ۵ بجے سری نگر کے جملہ حلقہ صدر صاحبان میرے پرائیویٹ آفس میں بلائے گئے تھے چنانچہ ان کے سامنے انتخابات کے تا حکم ثانی ملتوی ہونے کا میں نے اعلان کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہر قسم کا پراپاگنڈہ تب تک بند کر دیں جب تک نیشنل کانفرنس جماعتی طور پر ان تمام اہم سوالات پر جو اس وقت پبلک کے سامنے ہیں اپنا فیصلہ صادر نہ کرے۔ حلقہ صدر صاحبان کی اس مجلس میں وہ سب دوست حاضر تھے جو اس سے قبل صبح میرے مکان پر مل چکے تھے۔

بخشی عبدالرشید کے بارہ میں جو تحقیقات ہو رہی تھی محلہ والان ملچھر کو اس سلسلہ میں میں نے اپنے پرائیویٹ آفس میں بلایا تھا۔ ہمدانی صاحب۔ بیگ صاحب اور صراف صاحب بھی حاضر تھے۔ بخشی صاحب آ کر واپس ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ چونکہ ان کے بھائی کا معاملہ درپیش ہے اس لئے وہ حاضر رہنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ ہمدانی صاحب نے اپنی رپورٹ میرے پاس بھیج دی تھی اور عبدالرشید کے بارہ میں جو الزام عائد کیا گیا تھا کہ ان کے کہنے پر چپراسی حلقہ نے رسیدبکیں ناجائز ہاتھوں میں دیدی تھیں۔ وہ الزام اس واسطے پایہ ثبوت تک نہ پہونچ سکا کہ چپراسی حلقہ اپنے گزشتہ بیان سے انکاری ہوا لیکن بڈگام کے لئے رسیدیں لینے کا جو دوسرا الزام عبدالرشید پر لگایا گیا تھا اس بارہ میں مرکزی دفتر کے بہاؤالدین اور اکونٹنٹ اور صدر تحصیل بڈگام اور خود عبدالرشید کے بیانات صراف صاحب۔ ہمدانی صاحب اور بیگ صاحب کی موجودگی میں قلمبند کئے گئے۔ صرف رینبز و صاحب کا بیان باقی رہتا ہے۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرکز سے ناجائز استعمال کے لئے ہی ان رسیدات کو حاصل کیا گیا تھا لیکن ابھی معاملہ زیر تحقیقات ہے۔ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں اور یہ معاملہ ورکنگ کمیٹی کے سامنے لایا جائے گا۔

ہمدانی صاحب آپ کی جگہ جنرل سکریٹری کے فرائض اچھی طرح انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے ایک دو بیان میں نے اخباروں میں دیکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ گرد و پیش کے جملہ حالات کا گہرے طور پر جائزہ لیں گے تاکہ مجلس عاملہ اور جنرل کونسل کے تمام دیگر ساتھی آپ کے مطالعہ کا پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں۔

انتخابات چونکہ ملتوی ہو چکے ہیں اور مجلس عاملہ کا اجلاس بھی عید کے بعد ہی بلایا گیا اس لئے آپ دوست میرے خیال میں عید تک دہلی میں ٹھہر سکتے ہیں۔

کشمیر میں دو تین دن سے بارشیں شروع ہوئی تھیں اور خطرہ پیدا ہوا تھا کہ کہیں ہمیں سیلاب کا مقابلہ نہ کرنا پڑے لیکن قدرت نے ہمارے حال پر رحم فرمایا — پھر دھوپ نکلی ہوئی ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسّلام۔

خیر اندیش

(دستخط) ..شیخ محمد عبد اللہ

دُوسرا خط

سری نگر ۸ راگست ۵۳ء

مکرمی مولانا صاحب

آپ کا مورخہ ۴ راگست ملا۔ کوائف مندرجہ سے آگاہی پائی۔ میں نے کسی کو ملنے سے آج تک انکار نہیں کیا ہے بلکہ ہندستان سے جو بھی دوست یہاں آیا اس سے میں نے گھنٹوں برابر کشمیر کے حالات پر تبادلۂ خیالات کرنے میں خوشی محسوس کی۔ یہ غلط ہے کہ میں نے پنڈت جی اور مولانا آزاد کے متعلق ان ملاقاتوں میں تلخ گفتاری سے کام لیا البتہ اتنا ضرور میں نے کہا کہ جہاں تک جن سنگھ اور ہرجا پرشید کے مقاصد کا تعلق ہے ان کی مخالفت کسی حلقے سے نہیں ہوئی البتہ صرف ان کے طریقہ کار سے اختلاف ظاہر کیا گیا۔

انتخابات کے التوا کے سلسلہ میں اخبارات سے آپ کو اطلاع مل ہی چکی ہے اور میں نے بھی تفصیلی خط آپ کو بھیجا ہے امید ہے وہ آپ کو مل گیا ہوگا۔ آج صبح احسن اللہ نے مجھے ٹیلی فون کیا اور آج کے اسٹیٹس مین میں جو یہ خبر چھپی ہے کہ میں نے اپنے CABINET کے کچھ ساتھیوں سے استعفا مانگا تھا اور انہوں نے مستعفی ہونے سے انکار کیا۔ اس خبر کی تصدیق چاہی آپ کی اطلاع کے لئے واقعات یوں ہیں۔

کل ہماری کیبنٹ میٹنگ ہوئی۔ صراف صاحب نے مجھے وہ رپورٹ دی جو کہ کشمیر گورنمنٹ

امدادی کُتب و رسائل و اخبارات

کُتب۔

"جواہر لال نہرو کی تقریریں" ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۳ء تک

"کشمیر آن ٹرائیل" پیش لفظ از پنڈت جواہر لال نہرو

سکھوں کی تاریخ مصنفہ مسٹر کننگھم

مشن ود ماونٹ بیٹن مصنفہ ایلن کیمبل جانسن

ڈینجر اِن کشمیر مصنفہ جوزف کوربل

"مہاتما" مصنفہ ڈی۔ جی ٹنڈولکر

دستور ریاست کشمیر

دستور ہند

تاریخ پنجاب مصنفہ گوربخش سنگھ و اندرجیت چاولہ

ترجمانِ قرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ

مثنوی اسرار و رموز علامہ اقبالؒ

شاہنامہ اسلام ابوالاثر حفیظ جالندھری

مسدس حالی مولانا حالیؒ

قرآن مجید ترجمہ و حاشیہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن و شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ

تاریخ حسن جلد دوم در بیان تاریخ سیاسی کشمیر مصنفہ پیر غلام حسن کھویہامی

گلاب نامہ (جموں)

دہلی ڈائری مہاتما گاندھی

رسائل۔

حکومت ہند کا وائٹ پیپر آن کشمیر ۱۹۴۷ء۔۴۸ء

ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کی روئیداد جلد دسویں

سیکیوریٹی کونسل کی کارروائیوں کا ریکارڈ
"نیا کشمیر" ناشر کشمیر انفرمیشن بیورو دہلی
"کانسٹی چیونٹ اسمبلی برائے جموں وکشمیر" ناشر پریس انفرمیشن بیورو
جموں وکشمیر گورنمنٹ
"انٹیگریٹ کشمیر" مطبوعہ پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ
بھارتیہ جن سنگھ دہلی
"شیخ اور صادق خط وکتابت" ناشر مردولا سارا بھائی
"کال فار امپارشل انکوائری" از مردولا سارا بھائی

اخبارات۔

الجمیعتہ دہلی۔ اسٹیٹس مین دہلی وکلکتہ۔ ٹائمز آف انڈیا دہلی۔ ہندوستان ٹائمز دہلی۔ نئی دنیا دہلی۔ پرتاپ دہلی۔ ملاپ دہلی۔ تیج دہلی۔ ہندوستان اسٹینڈرڈ دہلی کلکتہ۔ انڈین ایکسپریس دہلی۔ پیام مشرق دہلی۔ دعوت دہلی۔ بیباک سہارنپور۔ مدینہ بجنور۔ قومی آواز لکھنو۔ حقیقت لکھنو۔ سیاست جدید کانپور۔ نئی روشنی کلکتہ روزانہ ہند کلکتہ۔ عصر جدید کلکتہ۔ آزاد ہند کلکتہ۔ امروز کلکتہ۔ لوک سیوک کلکتہ امرت بازار پتریکا کلکتہ۔ جوگانتر کلکتہ۔ رہنمائے دکن حیدرآباد۔ نظام گزٹ حیدرآباد خلافت بمبئی۔ فری پریس جرنل بمبئی۔ انقلاب بمبئی۔ بمبئی کرانیکل بمبئی۔ بندے ماترم بمبئی۔ دکن ہیرالڈ بنگلور۔ خالد جدید سری نگر۔ ہمدرد سری نگر۔ خدمت سری نگر۔ مارتنڈ سری نگر۔ صبح جموں۔ اکالی یودھا جموں۔ ٹریبون انبالہ۔ اجیت جالندھر وبر بھارت امرتسر ودہلی۔ پربھات جالندھر۔ ہند سماچار جالندھر۔ ہمت میرپور صبح میرپور۔ نیشنل ہیرالڈ لکھنو۔ آج بنارس۔ لیڈر الہ آباد۔ سنگم پٹنہ۔ سرچ لائٹ پٹنہ انڈین نیشن پٹنہ۔ آسام ٹریبون گوہاٹی۔ ناگپور ٹائمز ناگپور۔ ندیم بھوپال۔ افکار بھوپال گجرات سماچار بمبئی۔ ہندو مدراس۔ سوراج مدراس۔ ایسٹرن ٹائمز کٹک۔ جئے ہند راجکوٹ۔ راشٹرا دوت جئے پور۔ لوک وانی جئے پور۔ الکلام بنگلور۔ پاسبان بنگلور۔ ہمارا اقدام حیدرآباد۔ سیاست حیدرآباد۔ نوبھارت دہلی۔ انقلاب دہلی۔

صحت نامہ

نمبر صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ب	٣	٩ر اپریل	٩ر اگست
٢٩	١٨	لالہ گردھاری لال ڈوگرہ	پنڈت گردھاری لال ڈوگرہ
٣٨	١٤	جو	تو
٥٦	٢١	حقوق	حقوق سے
٦٠	١٦	شری اوم پرکاش	ملک راج صراف
٨٠	٢٣	رہے	رہے ہیں
٨٩	١١	مردانہ	جوانمردانہ
٩٣	٩	یااللہ	"یااللہ
١٠٥	٧	٥٨ء	٥٣ء
١١٥	١٧	پہیج	پہنچ
١١٧	١	دیا	دیا ہے
١٢٠	١	حق ارادیت	حق خودارادیت
	١٠	اس کی	اپنی
١٢٨	١	دو	وہ
١٢٩	٢٣	اصحاب	اصولوں
١٣٤	٢١	بڑے	بارے
١٥٦	١	معراج العلم	معراج العالم
١٥٧	١	من	کُن
١٦٦	١٠	محمد رسولؐ	محمد رسول اللہؐ
١٨٥	٢٣	جُدا	خُدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۹	۱۴	میں	ہیں
۲۳۱	۱۰	سکتی	سکتا
۲۳۳	۵	پانچ	پانچ سال
۲۳۳	۱۳	جلد	جلا
۲۳۴	۱۶	غزیت	بخیریت
۲۳۴	۱۷	ہنس	نہیں
۲۴۳	۱۵	تولتا	بولتا
۲۴۷	۸	جامع مسجد	عیدگاہ
۲۵۰	۲۴	خط کتابت	خط وکتابت
۲۵۶	۱۱	میں میں	میں
۲۵۷	۹	اَلَا بذ اللہ	اَلَا بذکر اللہ
۲۵۷	۱۳	حضرت صلی اللہ	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
۲۵۸	۱۸	سانی	نفسانی
۲۷۱	۵	جس نتیجہ	جس کا نتیجہ
۲۷۳	۱۴	ملکتوں	مملکتوں
۲۸۲	۱۱	مہاراجہ گلاب	مہاراجہ گلاب سنگھ
۲۸۷	۷	ملچھر	ملیچھر
۲۹۶	۱۱	چودہدری	چوہدری

نافی اینڈ کمپنی نے تاج پریس کلکتہ سے چھپوا کر
۴ - عبدالعلی روڈ سے شائع کیا